اسلام اور جدید تہذیب کا تقابل
مسلم خواتین کے خلاف مغرب کی سازشیں

عورت تقدیسِ ملت

- عورت اور کلیسا
- مغرب کا جلتا ہوا معاشرہ
- اسلام میں عورت کے حقوق
- حقوقِ نسواں اور [illegible]

- چند ملکوں کے حقوقِ نسواں کے قوانین
- چند ملکوں کے حقوقِ نسواں کے ادارے
- پاکستانی قوانین میں حقوقِ نسواں کا تحفظ

محمد اسمٰعیل بدایونی

اسلامک ریسرچ سوسائٹی کراچی

انتساب

اہلیہ

اور

بیٹیوں کے نام

اعتراف

تمام خوبیاں پروردگار عالم کیلئے جس نے انسان کو تخلیق کیا اور اس کی رہنمائی کیلئے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا۔

شکر اللہ ربّ العزت کا جس نے ہمیں پیدا کر کے وادی ضلالت میں گمراہ بھٹکنے کیلئے نہیں چھوڑا بلکہ ہماری ہدایت کیلئے قرآن کریم کی نعمت بھی عطا فرمائی۔

درود و سلام کے مہکتے گلدستے پیش ہیں بارگاہ رسالت ماٰب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جنہوں نے بنی نوع انسان کی اقدار کو رحمت و رافت سے بھر دیا اور بالخصوص خواتین کو ان کے حقوق عطا فرمائے۔

میرا علم ناقص اور میری عقل محدود ہے میرا بھروسہ صرف خالق کائنات پر ہے جس نے مجھ عاصی سے اپنے دین کی خدمت لی۔

از

اسمٰعیل بدایونی

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے قلم کو اپنے دین متین کی خدمت لئے وقف فرمایا۔ آقائے دو جہاں احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام جنہوں نے حقوقِ نسواں بلکہ حقوقِ انسانیت کی تعلیمات بنی نوع انسان کو عطا کی۔

میں انتہائی مشکور ہوں پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ کا، پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس صاحبہ کا، پروفیسر ڈاکٹر زینت رشید صاحبہ کا اور پروفیسر جہاں آراء لطفی صاحبہ کا جنہوں نے شفقت فرماتے ہوئے اپنے قیمتی تاثرات قلمبند کئے۔

بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ کا جنہوں نے ہمیشہ ہی اپنی مصروفیات کے باوجود مجھے اپنی شفقت اور قیمتی مشوروں سے نوازا اور ایک ایسے وقت میں جب ان کے شوہر بھی اس دنیائے فانی رخصت ہو گئے اور انتہائی حوصلہ اور صبر کے ساتھ آپ نے اس حادثہ کو سہا، اور دوران عدت انتہائی شفقت فرماتے ہوئے انہوں نے اپنے تاثرات قلمبند کئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

اس کے ساتھ ہی میں اپنے دیرینہ دوست محترم جناب زبیر قادری صاحب (ایڈیٹر سہ ماہی افکار رضا ممبئی انڈیا) کا بھی انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود جلد از جلد کتاب کی پروف ریڈنگ و تصحیح کی اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اضافہ فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

از

اسمٰعیل بدایونی

تقریظِ نگار

پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

شعبہ تاریخ اسلام یونیورسٹی آف کراچی

عورت ایک ایسا موضوع ہے جس پر دنیا کے ہر علاقے، ہر زمانے اور ہر زبان میں، ہر دو صنف نے بہت بہت لکھا، اتنا کہ عورت پر لکھے جانے والے لٹریچر کا احاطہ بھی ممکن نہیں۔ مذہبی لٹریچر سے لے کر ادبی لٹریچر تک اور ادب العالیہ سے لے کر سوقیانہ ادب تک عورت موضوع سخن بنتی رہی ہے اور شائد اس موضوع پر لکھنا کبھی بند نہ کیا جاسکے بلکہ اس کی ضرورت شائد پہلے سے زیادہ محسوس ہو۔ تمدن کا سفر جوں جوں آگے بڑھ رہا ہے، عورت کے حوالے سے نت نئے مباحث سامنے آرہے ہیں۔

عورت کے حوالے سے بنیادی مسئلہ اس کے حقوق کے تحفظ کا معاملہ ہے یہ مسئلہ جسے صدیوں پہلے حل ہو جانا چاہئے تھا اسے مفادات کے کھیل میں زیادہ سے زیادہ الجھایا جارہا ہے۔ اس حوالے سے اسلام کا کردار بہت واضح، صاف اور دوٹوک ہے۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں 1400 سال قبل، یعنی ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہی عورتوں کو جو انسانیت نواز حقوق عطا کر دیئے تھے، جن کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسوقت سے مسلمان عورت نے ہر میدان میں خود کو منوایا ہے اور اسی کی بنیاد پر آج بھی مسلمان عورت ایک عزت تابہ سے پر سکون زندگی گزار رہی ہے، ان حقوق کا تصور مغرب کی عورت انیسویں صدی عیسوی تک نہیں کر سکتی تھی۔ جس نکتہ کو مغربی عورت انقلاب فرانس کے بعد پاسکی، اور عورتوں نے جن حقوق کو طلب کرنے کی ہمت اٹھارویں صدی کے اواخر میں کی، مسلمان عورت برسہا برس سے ان سے زیادہ انسانیت نواز حقوق سے متمتع ہوتی رہی ہے۔

یہ تو ٹھیک ہے کہ جب تک ابلیس کو کارگزاری دکھانے کی چھوٹ ملی ہے وہ کارگزاری دکھائے گا، آخر اس کا بھی تو یہ وعدہ ہے کہ وہ بنی آدم پر دائیں سے اور بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے حملہ کرتا رہے گا۔ جب تک ابلیسی حملے جاری رہیں گے "عورت تقدیس ملت" جیسی تحریروں کی ضرورت باقی رہے گی۔

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے محرکات اور مسلمان خواتین کے خلاف اغیار کی سازشوں کو بے نقاب کرتی یہ کتاب ان بیانات، اور واقعات کو جمع کر کے مرتب کی گئی ہے جس میں ایک طرف دیگر تہذیبوں اور مذاہب میں عورت کی حالتِ زار پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز دیگر مذاہب میں عورت کی وہ حیثیت بیان کی گئی ہے جو ان کے مذہبی ٹھیکدار خواہ پادری ہوں، ربی ہوں یا برہمن ہوں، دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ تو دوسری طرف ایک بھرپور جھلک ان انسانیت نواز قوانین کی دکھائی گئی ہے، جو اسلام، مسلمان خواتین کے تحفظ کیلئے عطا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں عورت کو ایک ایسی پناہ گاہ میسر آجاتی ہے جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو زنگ لگائے بغیر اور اپنی عفت وعصمت کا سودا کئے بغیر ایک بھرپور زندگی بھی گزار سکتی ہے۔

"عورت تقدیس ملت" محمد اسماعیل بدایونی کی تیسری کتاب ہے اس سے قبل ان کی دو انتہائی اہم کتابیں "استشراقی فریب" اور "عالم اسلام پر مستشرقین کی فکری یلغار" کے موضوع پر آچکی ہیں۔ان تینوں کتابوں میں ایک مسلمان پاکستانی نوجوان نے جس طرح مغرب کو Respond کیا ہے یہ بہت حوصلہ افزا ہے مغرب کے خلاف ان کی یہ مبارزت طلبی، قابل قدر ہے۔

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں

بجلیاں، برسے ہوئے بادل میں بھی، خوابیدہ ہیں

اسماعیل نے کتاب کو مکالمے کی شکل دے دی ہے ٹھوس علمی اور تحقیقی نکات کو بھی اتنے رسان سے پیش کیا ہے کہ ہر خاص وعام اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔غالب نے جس طرح مراسلے کو مکالمہ بنادیا تھا جس کی وجہ سے ان کے خطوط ادب العالیہ میں جگہ پاگئے تھے، اسماعیل کی یہ کتاب بھی عوام الناس میں رسائی حاصل کرلے گی کتاب کا انداز تاثراتی ہونے کے باوجود بعض اہم حقائق اور نکات کی طرف اشارے ملتے ہیں مثلاً مغرب میں جدید تحریک حقوق نسواں کے اسباب و عوامل، اقوام متحدہ کا تحریک حقوق نسواں کے حوالے سے فعال کردار، مختلف ممالک میں منعقدہ خواتین کانفرنسیں وغیرہ اور تو اور ان مسلمان دانشوروں کی بھی پردہ دری ہے جو مغرب کے ہمنوا تھے اور جن میں سید جمال الدین افغانی سے لے کر سر سید احمد خان تک بڑے بڑے نام آتے ہیں۔

یہ کتاب پڑھتے ہوئے قاری کئی جگہ رک کر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کتنے ہی مقامات ہیں جہاں وہ دکھ اور شدید بے چینی محسوس کرتا ہے، یہی اضطراب کتاب کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اس دعا کے ساتھ

ہر لحظہ نیا طور، نئی برق تجلّی

اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

نگار سجاد ظہیر

محمل نہ کر قبول

پروفیسر جہاں آراء لطفی

M.A عربی M.A اسلامک اسٹڈیز

استاد عربی وعلوم شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

قرآن کریم اپنے مطالعہ کرنے والوں کو غور وفکر اور تدبّر کی دعوت دیتا ہے چنانچہ ایک مسلمان بلکہ مومن بندہ جب اس کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے اندر مِن فضلِ ربّ من فضل ربّ ذہن کے ایسے دریچے کھل جاتے ہیں جن سے اُسے وہ مناظر اور حقیقتیں دکھائی دیتیں ہیں جو عام انسان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوا کرتی ہیں محمد اسمٰعیل بدایونی (اللہ ان کے علم وفکر اور عمر میں اضافہ فرمائے) ایک ایسے ہی سچے مسلمان ہیں جو نہ صرف اپنے اردگرد پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں بلکہ اُمتِ مسلمہ سے ہٹ کر عالم اغیار کیلئے بھی ایک دردمند دل اور خیر وبھلائی کے جذبات رکھتے ہیں یہ عین سنتِ رسول کے مطابق ہے ان کی یہ کتاب "عورت تقدیس ملت" اسی سلسلے کی کڑی ہے اور دعا ہے کہ "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ" یہ کتاب ایک حساس ذہن کے زرخیز قلم کی علامت ہے اس کتاب کے الفاظ غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ملت کے افراد کیلئے تازیانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول اقبال

وہی جواں ہیں قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری

کاش اس سے ہمارے ایوانوں میں بیداری کی کیفیت پیدا ہو جائے اور اغیار کے پیچھے بگٹٹ دوڑتے قوم کے نگہبانوں اور "عام انسانوں" کو رک کر اپنا رخ بدلنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔

اس کتاب کا موضوع بے حد حساس اور اہم اور آج کے دور کی اشد ضرورت ہے یہ وہ موضوع ہے جسے آج سے 1400 سال قبل اسلام کی آمد پر قرآن اور معلم قرآن نے اپنی اوّلین تعلیمات میں رکھا۔ بقول اقبال

سخن میں پیروی گر کی سلف کی
انہیں باتوں کو دہرانہ پڑے گا

کاش ہم یہ جان لیں کہ بہترین عورت ہی بہترین مرد پیدا کر سکتی ہے۔ اس کا ادراک وشعور تو ایک غیر مسلم کو بھی ہو گیا تھا کہ چرچل نے اسی لئے کہا تھا کہ:۔

"تم مجھے اچھی ماں دو میں تمہیں بہترین قوم دوں گا"

اب سوال یہ ہے کہ ہم مسلمان اتنے گئے گزرے کیوں ہو گئے جبکہ ہماری تعلیمات کی اساس انسان کے معاملات پر ہے۔ عورت اسلام کی نظر میں انسان ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

نوجوان مصنف جناب اسماعیل بدایونی نے اس کتاب میں جو حوالہ جات درج کئے ہیں تمام مستند حوالہ جات ہیں محض سنی سنائی باتوں کو قلمبند نہیں کیا ہر صفحے سے قاری کو نہ صرف دل و دماغ کیلئے روشنی مل سکے گی بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اہم اور چشم کشا خبروں اور رپوٹوں سے بھی روشناس ہو سکے گا بعض جملے بہت کاٹ دار اور فکر انگیز ہیں مثلاً! میری بہن! قوم گیند نہیں ہوتی اور ملت عطر دان نہیں ہوتی۔

سید ریاض حسین شاہ کے خطاب اقتباس کا یہ جملہ بہت معنی خیز اور سبق آموز ہے اسی طرح سعد اللہ جان برق کی کتاب دختر کائنات سے اقتباس بے حد جاندار ہے ایک بے حد بر محل اور باعث عبرت حوالہ "مشرق کی بیٹی" سے ہے جو محترمہ بینظیر کی تصنیف ہے۔ اصل میں مصنف کا وژن "Vision" پڑھنے والوں کو محسوس ہوتا ہے "ابو غریب کی جیل سے نور کا خط" اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے اس طویل مقالے کیلئے جو خوشہ چینی کی ہے وہ وژن کے بغیر ناممکن ہے اس حوالے کے اختتام پر انہوں نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کے جوابات کہاں ہیں؟ نہ "عوام" کے پاس اور نہ "خواص" کے پاس کہ سب ہی ایک ہی تالاب میں ہیں وہ پوچھتے ہیں؟

کیا یہ مظلوم دوشیزائیں عورتوں کی صف میں شامل نہیں؟

کیا ان کے زخموں کی تکلیف اور ٹیس میں فرق ہے؟

یہ ان کا دریافت کرنا نہیں بلکہ نام نہاد N.G.OS کے منہ پر طمانچہ ہے۔

اگر یہ کتاب انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تو یقیناً یورپ اور اہل امریکہ کیلئے بھی آئینے کا کام دے سکتا ہے۔

اکثر چیزیں اور اخباری رپورٹیں جو اگلے دن باسی ہو جاتی ہیں فاضل مصنف نے ان کو اس کتاب کا حصہ بنا کر ان چشم کشا عبرت آمیز اور سبق آموز حقائق کو محفوظ کر دیا تاکہ بار بار ان پر اہل نظر اور دانشوروں کی نظریں پڑیں اور وہ اس مصرعے کے مصداق کہ "شاید تیرے دل میں اتر جائے میری بات" کوئی اثر رونما ہو مثلاً صفحہ ۲۱۵ پر ایڈز کے حوالے سے رپورٹ اہم ہے اسی طرح کتاب کے باب سوئم میں جو موضوع "عورت بائبل اور قرآن" زیر بحث لایا گیا ہے بڑا اہم اور توجہ طلب موضوع ہے کہ وہ قوم جو مسلمانوں کو عورتوں کے حقوق کے حوالے سے ظالم، بے حس اور وحشیانہ قوانین کی حامل گردانتی ہے وہ خود کتنی پستی میں ہے بقول اقبال ؎

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے ظلمات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

اس ضمن میں قرآن کی آیات کا حوالہ مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ اسرائیلیات ماخوذ بے ہودہ اور کافرانہ وملحدانہ خیالات و نظریات کی کاٹ کرنے کے لئے بڑا اہم ہے جسے مصنف نے ایک انتہائی اہم جگہ پر شامل کیا ہے۔ سورۃ اعراف کی "یہ آیات" اس تنگ نظری کا بہترین اور مدلل رد ہے جسے اچھے اچھے علماء اور دانشور بیان نہیں کرتے ہیں اسی آیت مبارکہ میں کہیں حوا کا نہیں بلکہ دونوں کا اکھٹے ذکر ہے۔ جو صیغہ تثنیہ سے بیان کیا گیا ہے۔

میں خصوصی طور پر برادرم اسمٰعیل بدایونی کی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی دو تصنیفات "استشراقی فریب" اور "عالم اسلام پر مستشرقین کی فکری یلغار" بھی عنایت فرمائیں حقیقت یہ ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں اس قدر گہرائی سے مطالعہ کرنا اور پھر نظریاتی اساس پر کرنا مفقود ہوتا جارہا ہے خصوصاً نوجوان نسل اس بات سے بالکل نابلد ہے چنانچہ مجھے خوشگوار حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب یہ کتابیں میرے مطالعے میں آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو اس طرح کا ذہن دل ودماغ عطا فرمایا جو تاریخ میں تو نظر آتا ہے مگر حال میں خال خال ہے میں نے خود شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی میں جہاں میں 16 برس سے درس وتدریس سے وابستہ ہوں اور عربی وعلوم اسلامیہ کے متعدد مضامین کے ساتھ ساتھ سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مستشرقین کے زیر عنوان مضمون بھی دس برس پڑھایا ہے، مجھے معلوم ہے کہ یہ مضمون پڑھانا اور اس پر اظہار خیال دشت میں آبلہ پائی کے مترادف ہے اس نوجوان نے بھی ایک ایسے سفر کا آغاز کردیا ہے جو آج کے دور میں "علم حق" بلند کرنے کے مترادف ہے اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور مددگار ہو۔

میں "اسلامی تعلیمات" کی ایک ادنیٰ سی طالبہ کی حیثیت سے اپنے خیالات کا اظہار کررہی ہوں اس کو حرف آخر نہیں سمجھا جاسکتا البتہ میں دعا ضرور کروں گی اور اس کتاب کے ہر قاری سے بھی یہی کہوں گی کہ وہ امت مسلمہ کے اس "باصلاحیت" اور دردمند دل رکھنے والے فرزند کیلئے صدق دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین اسلام کے ابلاغ اور سربلندی کیلئے تمام "وسائل" سے نوازے اور انہیں اپنے والدین کیلئے صدقہ جاریہ بنائے، ان کی کاوشوں میں برکت عطا فرمائے اور ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

پروفیسر جہاں آراء لطفی

استاد عربی وعلوم شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

نشانِ سحر

پروفیسر ڈاکٹر زینت رشید

کلیہ معارف اسلامی شعبہ قرآن وسنہ جامعہ کراچی

عورت ایک ایسی ہستی ہے جو ماں بھی بیٹی بھی، بیوی بھی ہے اور بہن بھی ہے اور ہر رشتے میں ایک تقدس ہے ایک سرور ہے عورت ہر رشتے کو نبھانے کی کوشش کرتی ہے چاہے وہ کسی بھی معاشرے کی باسی ہو اقوام عالم اور دیگر مذاہب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے کا ذکر ہو عورت کے ساتھ ظلم ہوا ہے قبل از اسلام ہم دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا جہالت کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی خاص طور پر عرب معاشرے میں عورت کے ساتھ سلوک دیکھ لیں کسی کے ہاں بیٹی ہو تو اس کا تذکرہ ہم قرآن میں اس طرح سنتے ہیں:۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورہ نحل۔ آیت ۵۸،۵۹)

اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج واندوہ) سے بھر جاتا ہے۔ چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو دی گئی ہے اسے (اب یہ سوچتا ہے کہ کیا وہ بچی کو اپنے پاس رکھے) ذلت کے ساتھ یا گاڑ دے اسے مٹی میں آہ کتنا برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔

باپ بیٹی کو زندہ در گور کر کے فخر محسوس کرتا ہے چلچلاتی دھوپ میں اون کا لبادہ پہنا کر بچیوں کو ریگستان میں چھوڑ دیا جاتا ماؤں سے نکاح کرنا بیٹے معیوب نہ سمجھتے تھے اس کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں ہندوستان میں بیوی اپنے مرد کی چتا کے ساتھ جلنے کو فوقیت دیتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کی اس ظالم سماج میں کوئی حیثیت نہ رہے گی۔ اسلام کی آمد سے جہاں مظلوموں کی دادرسی ہوئی وہاں ہر شخص کو اس کا مرتبہ ملا وہاں عورت کو بھی اس کا مقام اس کی حیثیت ملی میں نے اپنی کتاب اسلام اور اصلاح معاشرہ میں ایک باب عورت کا معاشرتی مقام قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے عورت کو بحیثیت بیٹی امان ملی۔۔۔ ماں کی حیثیت سے دیکھیں پاؤں کی نیچے جنت۔۔۔ بہن ہے تو عزت کی حفاظت کرنے والی اور بیوی ہے تو شوہر کے گھر کی نگہبان، ہر حیثیت میں اسلام نے عورت کو معاشرتی طور پر اہمیت دی اس کو وراثت میں حصہ دیا اس کو مکمل طور پر تحفظ دیا موجودہ دور میں بھی اس چیز کو واضح کرنے اور لوگوں کے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

"عورت تقدیس ملت" جیسی تحریر ہمارے معاشرے میں ایک راہ ہے ایک زاویہ ہے جدید تحریک حقوق نسواں کے محرکات اور مسلم خواتین کے خلاف اغیار کی سازشیں اور سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں خواتین کے حقوق کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اسمٰعیل بدایونی (گولڈ میڈلسٹ) ماشاءاللہ میرے بہترین شاگرد رہے ہیں M.A قرآن وسنۃ میں انہوں نے فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن بھی حاصل کی ہے اور مجھے ان پر فخر ہے کہ وہ جس طرح کلاس میں ایک نمایاں طالب علم تھے آج معاشرے میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں "عورت تقدیس ملت" ان کی تیسری کاوش ہے اس سے پہلے ان کی دو کتب "استشراقی فریب" اور "عالم اسلام پر مستشرقین کی فکری یلغار" جیسی اہم اور تحقیقی کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔ اسمٰعیل بدایونی نے ان تینوں کتابوں میں جس مدلل انداز سے مغربی فکر کو طشت از بام کیا ہے وہ ایک بہترین لکھاری ہی کر سکتا ہے۔

اسماعیل بدایونی نے اس کتاب میں مغربی معاشرے کے خدوخال اور اسلام میں خواتین کے حقوق بہت احسن انداز میں پیش کیے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

از

ڈاکٹر زینت ہارون

اسسٹنٹ پروفیسر

پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس
شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

"عورت تقدیسِ ملت" کے عنوان سے محمد اسماعیل بدایونی کی یہ کاوش ایک تو اپنے موضوع کی بنا پر اہمیت کی حامل ہے اور دوسری جانب اس کی یہ اہمیت بھی قابلِ لحاظ ہے کہ یہ ایک نوجوان محقق کی علمی کوشش ہے۔ محمد اسماعیل بدایونی کی دو اور تالیفات بھی منظرِ عام پر آچکی ہیں اور وہ بھی اپنی اپنی جگہ علمی سنجیدگی اور مذہبی دردمندی کا ثبوت ہیں۔ میرے لئے یہ امر تقویت کا سبب ہے کہ ہمارے نوجوان عالمِ اسلام کی موجودہ ذہنی، علمی اور تہذیبی پسماندگی کا شعور بھی رکھتے ہیں اور اس شعور کے مثبت اظہار کی قوت سے بھی مالامال ہیں۔

اسماعیل بدایونی تحقیق کے طالب علم ہیں اور قرآن وسنہ ان کا بنیادی تحقیقی حوالہ ہے۔ مجھے خوشی اس بات کی ہے وہ اپنی تصنیفی وتالیفی کاوشوں کیلئے سنجیدہ تحقیقی طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں۔ مذہبی اور علمی سطح پر تصنیفی کاوشوں میں مصروف اہلِ علم سے اسی سنجیدگی کی توقع کی جاتی ہے۔ میری خوشی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے تحقیقی مواد کے حصول میں وسیع النظری کا ثبوت دیتے ہوئے مشرق ومغرب کے تمام ماٰخذات سے استفادہ کرتے ہیں۔ استفادے کی اس خوبی کے علاوہ ان کے یہاں تجزیہ کی ایسی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے موضوع کا دفاع کرتے ہوئے کامیابی سے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کی اولین دونوں کتابیں مستشرقین کی فکری یلغار کا جواب دینے کی کوشش ہیں اور زیرِ نظر تصنیف عہدِ جدید میں آزادیٔ نسواں کے علم برداروں کی مذموم کوششوں کا جواب ہے۔

انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اس ضمن میں اہم عالمی تہذیبوں کا تقابل کرتے ہوئے دینِ اسلام میں نسوانی تقدیس کے استحکام کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس کتاب میں محمد اسماعیل نے معاصر مغربی اکابرین کے احوالِ حیات کے ان مواقع کو نشان زد کیا ہے جن کے تحت عورت کی آزادی اس کے گلے کا طوق، اولاد کی جذباتی و نفسیاتی تباہی کا سبب اور معاشرتی عدم استحکام کی وجہ ہو کر ایک لعنت بن جاتی ہے۔ اسماعیل نے خوش اسلوبی سے ان عوامل کا پردہ بھی چاک کیا ہے جو مسلم معاشرے میں ایسا ہی عدم استحکام پیدا کر کے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان کی اس پر خلوص کاوش کو قبولیت عام بخشے۔

اسماعیل کا اسلوبِ تحریر پُر اثر ہے۔ موضوع کی مناسبت سے جذباتی انداز اختیار کرتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ وہ اپنے اسلوب کی فطری خوبی کو برقرار رکھتے ہوئے جذباتیت سے گریز کریں تو ان کی تحریر تحقیقی اعتبار سے اور منفرد ہو سکے گی۔ اس مشورے سے قطع نظر میری محمد اسماعیل بدایونی کیلئے دعا ہے کہ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"۔

دعا گو

تنظیم الفردوس

شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حق و باطل کا معرکہ روزِ آفرینش سے ہی جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔۔۔۔ اسلام اور کفر کی پنجہ آزمائی ابتداء ہی سے جاری ہے۔۔۔۔ شیطان اور ذریت شیطان ابن آدم کے تعاقب میں ہے جس کے نتیجے میں ہر کوچہ و گلی کشت و خون سے بھر چکی ہے۔۔۔۔ ہر قریہ و بستی میں فساد برپا ہو رہا ہے۔۔۔۔ کوئی شہر اور کوئی گاؤں شورشوں اور فتنوں کی دسترس سے باہر نہیں۔

فساد کا یہ عالم ہے کہ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِی النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

پھیل گیا فساد بر اور بحر (خشکی و تری) میں بوجہ ان کرتوتوں کے جو لوگوں نے کئے ہیں

تا کہ اللہ تعالیٰ چکھائے انہیں کچھ سزا ان کے (برے اعمال) کی شاید وہ باز آجائیں۔ (پ ۲۱۔ سورۃ الروم: ۴۱)

احبابِ من!

فساد سے کیا مراد ہے؟

فساد سے مراد ہر وہ خرابی ہے۔۔۔۔

ہر وہ بگاڑ ہے۔۔۔۔

جس سے اولادِ آدم مصائب و آلام کا شکار ہو جائے اور انسانی معاشرے کا امن و سکون غارت ہو جائے۔

یہ فساد کب برپا ہوتا ہے؟

جب کسی کے حقوق غصب کر لئے جائیں (خواہ حقوق کا نعرہ بلند کر کے)۔۔۔۔

جب فرائض و ذمہ داریوں میں کوتاہی برتی جاتی ہے۔۔۔۔

جب فرض منصبی سے پہلو تہی برتی جائے۔۔۔۔

جب وحی کے بجائے عقل کو امام بنا لیا جائے۔۔۔۔

جب احکاماتِ الٰہی اور قوانین قرآن کو پس پشت ڈال دیا جائے۔۔۔۔

جب قرآن کی نفسانی تشریحات بیان ہونے لگیں۔۔۔۔

جب خود ساختہ مجتہدین و متجددین برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرانے لگیں۔۔۔۔

جب میزان (Balance) کو غیر متوازن (Unbalance) کر دیا جائے۔۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ

بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (پ۲۷۔سورۃ الرحمٰن:۷تا۹)

اور آسمان اسی نے بلند کیا اور میزان (عدل) قائم کی تاکہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو

اور وزن کو ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ اور تول کو کم نہ کرو۔

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل)

تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (پ۲۷۔سورۃ الحدید:۲۵)

خالق کائنات نے کائنات کو متوازن بنایا ہر شئے اپنی جگہ پر متوازن رکھی

ذرّوں سے لے کر کہکشاں تک۔۔۔جمادات سے لے کر نباتات تک۔۔۔ شمسی سیاروں سے لے کر۔۔۔ زمینی چٹانوں تک ہر شئے میں ایک توازن ہے

ان کے متحرک اجزاء۔۔۔ان کی بدلتی کیفیتیں۔۔۔شب و روز کی تبدیلی۔۔۔ سرد و گرم موسم۔۔۔باد صرصر اور نسیم سحر کے آنچل۔۔۔ شعلوں کی تپش اور شبنم کی ٹھنڈک۔۔۔ایک قانون کے تحت سرگرداں ہیں اور اسی قانون کا نام فطرت ہے۔

بالکل اسی طرح اس کرۂ کائنات میں انسان بھی موجود ہے اور یہ متحرک بھی ہے اس لئے یہ لازم ہے کہ یہ بھی کسی قانون کا پابند ہو۔۔۔اس کے اندر بھی توازن ہو

انسانی معاشرے میں کہیں بھی حقوق و فرائض غیر متوازن نہیں ہونا چاہئے۔

اسی لئے فرمایا:۔

اے ابن آدم!

وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (پ۲۷۔سورۃ الرحمٰن:۹)

اور وزن ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ۔

اسی آیت کی تفسیر میں صاحب ضیاءالقرآن لکھتے ہیں، جب تم ایک ایسی کائنات میں رہتے ہو جہاں عدل و انصاف کی فرمانروائی ہے اور ہر اعلیٰ و ادنیٰ چیز قانون اور ضابطہ کی پابند ہے تو اے اولادِ آدم تم پر بھی ضروری ہے کہ اپنے قول و عمل میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو۔ (ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۸)

لیکن سوال یہ ہے کہ میزان کو کیوں کر قائم رکھا جاسکتا ہے؟

کیا اس کیلئے کوئی آئین بھی ہے؟

کیا اس کیلئے کوئی منشور بھی ہے؟

ہاں! ارشاد فرمایا:۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ ـــــ یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ

وَ اَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ ـــــ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب

وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ـــــ اور میزان (عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (پ۲۷۔ سورۃ الحدید:۲۵)

میزان قائم کرنے کیلئے منشور کیا ہے؟۔۔۔ آئین کیا ہے؟۔۔۔ میزان کیسے قائم ہوتا ہے؟

رسولِ اکرم کی سیرت سے۔۔۔

قرآن کریم۔۔۔ قرآن کریم کے احکامات۔۔۔

قرآن کریم کے فرمودات۔۔۔

اس کے تقسیم کردہ حقوق و فرائض کی فہرست۔۔۔

عزیزانِ گرامی!

اور پھر جب اس میزان سے انحراف ہوتا ہے!

وحی کو پس پشت ڈال کر عقل کی پشت پر جب فکر سوار ہوتی ہے

تو ایک بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے

اسی کا نام فساد ہے

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (پ۹۔سورۃ الاعراف:۸۵)

اور فساد نہیں پھیلاؤ زمین میں اصلاح کے بعد

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:۔

وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (پ ا۔سورۃ البقرہ:۶۰)

اور زمین میں فساد کرتے نہیں پھرنا

مگر ستم کشو کا عجیب وطیرہ ہے۔۔۔

سرکشوں کا عجب ڈھنگ ہے۔۔۔

انہیں جس چیز سے روکا جائے یہ وہی کرتے ہیں۔۔۔

انہیں جس کام سے منع کیا جائے یہ اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتے ہیں۔۔۔

یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس کے نتائج کیا نکلیں گے؟

احبابِ من!

ضروری نہیں کہ ہر فسادی کے ماتھے پر ایک کالی پٹی یا لال پٹی بندھی ہو اور ہاتھ میں چھرا یا تلوار ہو۔۔۔ بلکہ بعض اوقات یہ فسادی تھری پیس سوٹ میں بھی ملبوس ہوتے ہیں۔۔۔ شیروانی اور سر پر عمامہ بھی ہوتا ہے۔

اور خدا کی زمین کو یہ فساد سے بھر دیتے ہیں۔۔۔ یہ قرآن کریم کی من پسند تفسیر بیان کرتے پھرتے ہیں

ہاں!

انہوں نے ہی

میزان کو توڑ ڈالا

انہوں نے ہی

خدائی اصولوں پر مبنی قانونِ تقسیم اصول مردوزن کو تہس نہس کر ڈالا

انہوں نے ہی

اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدا بنا ڈالا

ہاں! انہوں نے ہی

مردوزن کے فطری حقوق وفرائض کو اپنی خواہشات کے تابع کرکے نئے نظریات، نئے قوانین کو فروغ دیا۔

ہاں! انہوں نے ہی

عورت کے اوپر دہری ذمہ داری ڈال دی اور اسے مساوات کا نام دے دیا۔

انہی فسادیوں کیلئے قرآن نے یہ اعلان فرمایا:۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

بے شک ملامت ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور فساد برپا کرتے ہیں

زمین میں ناحق یہی ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔(پ۲۵۔سورۃالشوریٰ:۴۲)

ان مفسدین کا روزِ جزا کیا حال ہوگا ارشاد فرمایا:۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (پ۲۷۔سورۃالحدید:۱۴)

منافق پکاریں گے اہل ایمان کو کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے کہیں گے بے شک! لیکن تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا

اور (ہماری تباہی) کا انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے اور دھوکہ میں ڈال دیا تمہیں جھوٹی امیدوں نے یہاں تک کہ

اللہ کا فرمان آن پہنچا اور دھوکہ دیا تمہیں اللہ کے بارے میں شیطان (دغاباز) نے۔

ان مفسدوں کے بارے میں سورہ اعراف میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْٓا

اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پ۹۔سورۃالاعراف:۸۶)

اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈرا رہے ہو تم اور روک رہے ہو تم اللہ کی راہ سے جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور تلاش کرتے ہو

اس میں عیب اور یاد کرو (وہ وقت) جب تم تھوڑے تھے پھر اس نے تمہیں بڑھایا اور دیکھو! کیا ہوا انجام فساد برپا کرنے والوں کا۔

اگر یہ مفسدینِ ملت!

غور کرتے! ---- تدبر اپناتے! ----

مرد و عورت کے حقوق و فرائض کو تلپٹ کر دینے والی جدید تحریک حقوق نسواں کا مطالعہ کرتے ----

تو مرد وزن کے توازن (Balance) کو غیر متوازن (Unbalance) کرنے کا انجام بھی دیکھ لیتے

خاندانی نظام کی تباہی کا عفریت انہیں نظر آجاتا

ایڈز نامی سسکتی موت کا بھی یہ تعاقب بھی کر لیتے

معاشرے کے بگاڑ میں فحاشی و عریانیت کا زہر بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ پاتا

قتل وغارت گری کے اصل محرکات بھی ان پر عیاں ہو جاتے

اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ دو سو سال گزرنے کے باوجود جدید تحریکِ حقوقِ نسواں اپنی منزل کو کیوں نہ پا سکی؟

صرف اس لئے کہ

انہوں نے میزان کو غیر متوازن کر دیا

اور جب ان سے کہا جائے کہ

آپ ایسا نہیں کریں --- آپ قرآن اور اسلام کی مخالفت کر کے مرد وزن کے مابین حقوق و ذمہ داریوں کے توازن کو غیر متوازن کر رہے ہیں تو جواب ملتا ہے۔

ہم تو اصلاح کر رہے ہیں

انہی کیلئے قرآن ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ

هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰـكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ (پ ا۔ سورۃ البقرہ:۱۱)

اور جب کہا جائے انہیں کہ مت فساد پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں کہ ہم ہی تو سنوارنے والے ہیں۔

ہشیار! وہی فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔

عورت کی فطری ذمہ داری و فرائض

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو مختلف گروہوں، جنسوں مثلاً جمادات، نباتات، جن وانس، اور مذکر و مونث میں تقسیم کیا

اور اپنی ہر تخلیق کو اس کی ذمہ داری و فرائض کے مطابق جسمانی حالت عطا کی۔

مثلاً اگر زمین میں کشش ثقل نہ ہوتی۔۔۔۔ اگر پہاڑ میخ کا کام نہیں دیتے۔۔۔ یا پھر بادلوں میں کشش ہوتی۔۔۔

سورج اگر قریب ہوتا یا چاند دور ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی

اللہ تعالیٰ نے درندوں کو وہی صفات دیں جن کی انہیں ضرورت تھی مثلاً طاقتور پنجے اور نوکیلے دانت

اور گائے، بکری اور اونٹ وغیرہ چونکہ گھاس کھاتے ہیں لہٰذا ان کو ویسا ہی تخلیق کیا انہیں طاقتور پنجے اور نوکیلے دانت نہیں دیئے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (پ۲۷۔ سورۃ القمر:۴۹)

ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک اندازۂ خاص پر۔

عزیزان گرامی!

ذرا غور فرمایئے!

قدرت نے جس شئے پر۔۔۔۔ اپنی جس تخلیق پر جو ذمہ داری عائد کی اس کو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے کیلئے۔۔۔۔

ان فرائض کی انجام دہی کیلئے ویسے ہی اعضاء اور صلاحتیں اسی تناسب سے عطا کیے جیسی اس کو ان فرائض کی انجام دہی کیلئے ضرورت تھی۔

اب غور کیجئے!

مرد وزن کی جسمانی ساخت پر!

مرد وزن کے مشاغل پر!

فرائض و ذمہ داریوں پر!

مرد وزن کے عملی اور تمدنی کارکردگی پر!

عورت کے فرائض و ذمہ داری جو اسے قدرت نے عطا کی وہ ایک مسلسل ذمہ داری ہے۔

عورت نسل انسانی کی امین

عورت نسل انسانی کی امین ہے اور زمانہ حمل جس میں عورت گھر کے فرائض بھی صحیح طرح سے ادا نہیں کر سکتی اس کو صرف اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے وجود میں پلنے والے ایک اور نازک وجود کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے

پھر موت وحیات کی کشمکش کے بعد یہ نیا مہمان جب اس دنیا میں آتا ہے تو عورت نہایت سخت ضعف میں مبتلا ہو جاتی ہے اور طویل عرصے کے بعد اس کے اثرات زائل ہوتے ہیں۔

اس کے بعد اس عورت کو پھر ایک طویل عرصے تک اپنا خون جگر اس نومولود کی پرورش کیلئے پلانا پڑتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ اگر عورت سرد وگرم موسم کا خیال نہ رکھے تو اس کا اثر اس کے بچے پر سب سے زیادہ پڑتا ہے بلکہ اکثر اوقات نہایت پریشان کن صورتحال ہو جاتی ہے۔

اور جب یہ بچہ چلنا پھرنا شروع کر دیتا ہے تو یہ زمانہ عورت کیلئے تمام ادوار میں سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے قدم قدم پر بچہ کی نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے پھر بچے کی تربیت، اس کی تعلیم اس کی عادات وحرکات وسکنات پر کڑی نگاہ رکھنا تاکہ یہ قوم کا معمار بن سکے کیونکہ یہی وہ وقت ہے جب بچے کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ رحم کیا ہوتا ہے اور ظلم کسے کہتے ہیں۔۔۔زیادتی اور انصاف میں کیا فرق ہے؟۔ علم کی اہمیت کیا ہے اور جہالت کیوں برائی کی جڑ ہے؟

بچے کی اس پرورش کے دوران مرد کے اوپر بھی قدرت نے پابندیاں عائد کیں وہ ذرا جدا نوعیت کی ہیں۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (پ۲۔ سورۃ البقرہ:۲۳۳)

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال (یہ مدت) اس کیلئے ہے جو پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے کھانا ان کی ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے تکلیف نہیں دی جاتی کسی شخص کو مگر اس کی حیثیت کے مطابق نہ ضرر پہنچایا جائے کسی ماں کو اس کے لڑکے کے باعث اور نہ کسی باپ کو اس کے لڑکے کے باعث اور وارث پر اسی قسم کی ذمہ داری ہے پس اگر وہ دونوں ارادہ کرلیں دودھ چھڑانے کا اپنی مرضی اور مشورہ سے تو کوئی گناہ نہیں دونوں پر اور اگر تم چاہو کہ دودھ پلواؤ (دایہ سے) اپنی اولاد کو پھر کوئی گناہ نہیں تم پر جب کہ تم ادا کرو جو دینا ٹھہرایا تھا تم نے مناسب طریقہ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے دیکھنے والا ہے۔

سورہ طلاق میں اس حق کو یوں بیان فرمایا:۔

وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (پ۲۸۔ سورۃ الطلاق:۶،۷)

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جنیں پھر اگر وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں ان کی اُجرت دو اور (اُجرت کے بارے میں) آپس میں مشورہ کر لو دستور کے مطابق اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی دوسری دودھ پلائے خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور وہ تنگ کر دیا گیا ہے جس پر اس کا رزق تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اس قدر جتنا اسے دیا ہے عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی دیدیگا۔

مرد و زن کی جسمانی ساخت میں فرق ہے۔۔۔۔ ان کے قدرت کی طرف سے تفویض کیے گئے فرائض میں فرق ہے۔۔۔۔

مرد و زن دونوں کی ذمہ داریاں جدا ہیں

ایک کی ذمہ داری اگر پرورش کرنا ہے تو دوسرے کو اس ماں اور بچے کیلئے غذا فراہم کرنا ہے۔

مگر ہمارے سفاک مفکروں نے عورت پر حقوق کے نام پر ایک ظلم یہ کیا کہ اس پر دہری ذمہ داری عائد کر دی اب یہ کمائے بھی اور پالے بھی۔

اسلام حقوق نسواں کا اولین داعی

تاریخ کے ہر دریچے کو کھول لیجئے۔۔۔۔ کتب خانوں سے قدیم اور بوسیدہ کتب نکال لیجئے۔۔۔۔ دیوانِ تاریخ کے تمام اوراق کا مطالعہ کرلیجئے ۔۔۔ تفصیل سے ہر عہد کو تحقیق کے پیمانہ میں تول لیجئے ۔۔۔ ہر معاشرہ کی رسم ورواج کو حقیقت کے ترازو میں پرکھ ڈالئے۔

دیکھ لیجئے!

ہر مذہب کی تعلیمات کو کہ

وہ بنی نوع انسان کیلئے کس قدر مفید رہیں اور کس قدر مضر

پھر آپ دیکھیں گے کہ عورت قدیم معاشروں میں کیا تھی ؟

پھر آپ جان لیں گے کہ

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب نے اس کا استیصال کس طرح کیا؟

پھر آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوجائے گی کہ

عورت کو سب سے پہلے کس مذہب نے حقوق دیئے ؟

اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا؟

پیغمبر اسلام نے اس بنتِ حوا کو عظمت کی کس بلندی پر پہنچادیا؟

کہ اسلام کے ناقدین و مخالفین بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوگئے۔

In the pre Islamic period a women could not own property. Any wealth that came her way belonged to her family and was administered by her male relative. But in Mecca, where individualism wad more pronounced then elsewhere in Arabia, some of the more aristocratic women had been able to inherit and administer their own fortune. Khadijah was a case in point, but this was still rare in Mecca and almost unheard of in medina. Most man found the idea that women could inherit and manage their property quite ludicrous. Women had no individual rights. How could they? A part from a few notable exception, they did nothing to contribute to the economy; and because they took no part in the ghazu, they brought no wealth to the community. Traditionally women were considered part of a man's estate. After his death, his wives and daughter passed to his male heirs, who often kept them unmarried and impoverished in order to control their inheritance. The Qur'anic institution of polygamy was a piece of social legislation. It was designed not to gratify the male sexual appetite, but to correct the injustices done to widows, orphans, and other female dependents, who were especially vulnerable. all to often, unscrupulous people sized everything left the weaker members of the family with nothing they were often sexually abused by their male guardians or converted into a financial asset by being sold into slavery. Ibn Ubayy, for example, forced his women slaves into prostitution and pocketed the proceeds. The Quran bluntly refuse this behavior and takes it for granted that a women has an inalienable right to her inheritance. Polygamy was designed to ensure that unprotected women would be decently married, and to abolish the old loose, irresponsible liaisons; men could have only four wives and must treat them equitably: it was an unjustifiably wicked act to devour their property.

The Quran was attempting to give women a legal status that most western women would not enjoy until the nineteenth century. (Muhammad A Prophet for Our Time by Karen Armstrong Page#146, 147 Harper Press London)

قبل از اسلام دور میں عورت جائیداد نہیں رکھ سکتی تھی۔ اسے ملنے والی ساری دولت گھرانے کی ملکیت ہوتی اور مرد رشتہ دار ہی اس کا انتظام چلایا کرتے تھے۔ لیکن مکہ میں جہاں انفرادیت پسندی عرب کے کسی بھی اور علاقہ کی نسبت زیادہ واشگاف تھی، کچھ ارسٹوکریٹک عورتیں اپنی جائیداد ترکہ میں چھوڑنے اور ان کا انتظام خود کرنے کے قابل ہوئیں تھیں حضرت خدیجہ کی مثال سب کے سامنے ہے لیکن مکہ میں یہ چیز بہت کمیاب اور مدینہ میں تقریباً نامعلوم تھی۔ بیشتر مردوں نے عورتوں کے مالک جائیداد ہونے کا خیال قطعی حقارت انگیز پایا عورتوں کو کوئی انفرادی حقوق حاصل نہ تھے انہیں یہ حقوق کیسے مل سکتے تھے؟ چند قابل ذکر مستثنیات کو چھوڑ کر وہ معیشت میں کوئی حصہ نہیں رکھتی تھیں؛ اور غزوہ میں حصہ نہ لینے کے باعث وہ امت کی دولت میں اضافہ میں بھی شراکت دار نہیں تھیں۔ روایتی طور پر عورتوں کو مردوں کی جاگیر میں شامل خیال کیا جاتا تھا مرد کی موت پر اس کی بیویاں اور بیٹیاں مرد وارث کو مل جاتیں جو عموماً انہیں غیر شادی شدہ اور مفلوک الحال ہی رکھتا تاکہ ان کی جائیداد پر قبضہ کر سکے۔

قرآن کا کثرت ازدواج کو منظوری دینا ایک سماجی قانون سازی کے عمل کا حصہ تھا۔ اس کا مقصد مردانہ جنسی اشتہا کی تسکین نہیں بلکہ بیواؤں، یتیموں اور دیگر لاچار عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا ازالہ کرنا تھا عام طور پر طاقتور افراد ہر چیز پر قبضہ کر لیتے اور خاندان کے نسبتاً کمزور اراکین کو محروم رکھتے اکثر مرد سرپرست انہیں جنسی بدسلوکی کا نشانہ بناتے یا بطور غلام فروخت کر کے منافع کماتے تھے مثلاً ابن ابیعہ نے اپنی کنیزوں / لونڈیوں کو جسم فروشی پر مجبور کیا اور آمدنی کو جیب میں ڈالا۔

قرآن واضح الفاظ میں اس طرز عمل کو مسترد کرتا ہے اور جائیداد پر عورت کے حق کو جائز قرار دیتا ہے کثرتِ ازدواج کا مقصد اس امر کو یقینی بنانا تھا کہ بے یار و مددگار عورتوں کی مہذب انداز میں شادی ہو اور پرانے آزادنہ اور غیر ذمہ دارانہ معاشقوں کا خاتمہ ہو؛ مرد صرف چار بیویاں رکھنے اور ان کے ساتھ مساوی سلوک کرنے کے پابند تھے ان کی جائیداد ہڑپ کرنا مکروہ فعل قرار پایا۔

قرآن عورتوں کو ایک قانونی رتبہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا جو بیشتر مغربی خواتین کو انیسویں صدی تک حاصل نہ ہو سکا۔

(پیغمبر امن صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸۔ از کیرن آرمسٹرانگ مترجم یاسر جواد مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور)

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

Shortly after her marriage, a deputation of women asked her why they were mention so rarely in the Quran. Umm Salmah brought their question to the prophet, who,as usual took time to reflect upon it seriously.a few days later while she was combing her hair in her apartment, She heard Muhammad reciting a revolutionary new surah in the mosque:

Men and women who have surrenderd,

Believing men and believing women

Obedient men and obedient women

Truthful men and truthful women

Enduring men and ensuring women

Men and women who give in charity

Men who fast and women who fast

Men and women who guard their private parts

Men and women who remember God oft

Fort hem God has prepared forgiveness

And might wage In other words, there was to be complete sexual quality in Islam; both men and women had the same duties and responsibilities. when the women heard these verses, they were determined to make this vision a concrete reality in their daily lives .

God seemed to be on their side. Shortly afterwards, a whole surah was dedicated to women. Women were no longer to be bequeathed to male theirs as though they were camels or date palms. They could themselves inherit and compete with men for a share in an estate no orphans girl should be married ti her guardian against her will as though she were simply moveable property. As had been to initiate divorce proceedings, though the husband could refuse to comply. In Arabia, the groom traditionally presented a dowry to his bride but in practice this gift had belonged to her family. Now the dowry was to be given directly to the

women as her inalienable property, and the event divorce. A man could not reclaim it, so her security was assured Quranic legislation insisted that the individual was free and sovereign __ and that also applied to women. (Muhammad A Prophet for Our Time by Karen Armstrong Page#155, 156 Harper Press London)

حضرت امّ سلمہ کی شادی کے کچھ ہی عرصے بعد عورتوں کے ایک وفد نے پوچھا کہ قرآن میں ان کا ذکر اس قدر کم کیوں آیا ہے امّ سلمہ نے یہ مسئلہ آنحضرت اکے سامنے رکھا آپ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) نے معمول کے مطابق کچھ عرصے اس بارے میں سنجیدگی سے غور وفکر کیا۔چند روز بعد جب وہ اپنے حجرے میں بیٹھی بال سنوار رہی تھیں تو آنحضرت (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کو مسجد میں ایک نئی انقلابی سورہ کی تلاوت فرماتے سنا

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

اور مومن مرد اور مومن عورتیں

اور فرمانبر دار مرد اور فرمانبر دار عورتیں

اور سچے مرد اور سچی عورتیں

اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں

اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں

اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں

اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کئے ہوئے ہیں

بہ الفاظ دیگر، اسلام میں مکمل جنسی مساوات قرار پائی؛ مرد اور عورتیں دونوں ایک جیسے فرائض اور ذمہ داریوں کے حامل تھے جب عورتوں نے یہ آیات سنیں تو ان آیات کو اپنی زندگیوں میں مجسم روپ دینے کا تہیہ کر لیا۔

اللہ عورتوں کا طرف دار معلوم ہوتا تھا۔کچھ ہی عرصہ بعد ایک سورہ عورتوں سے منسوب کی گئی۔اب عورتیں اونٹوں یا کھجور کے درختوں کی طرح مردوں کو ترکہ میں نہیں منتقل ہوتی تھیں سوہ خود بھی میراث چھوڑ سکتی اور جاگیر میں حصے کیلئے مردوں کے ساتھ مقابلہ کر سکتی تھیں کسی یتیم لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کی شادی سرپرست سے نہیں ہو سکتی تھی کہ

جیسے وہ محض منقولہ جائیداد ہو قبل از اسلام عہد کی طرح عورتوں کو خلع لینے کا حق حاصل رہا، البتہ شوہر یہ درخواست مسترد کر سکتا تھا عرب میں دلہا دلہن کو روایت کے مطابق جہیز پیش کیا کرتا تھا لیکن عملاً یہ تحفہ اس کے گھر والوں کو ملتا اب عورت براہ راست اس کی حق دار قرار پائی اور طلاق کی صورت میں مرد جہیز واپس نہیں مانگ سکتا تھا قرآنی قانون نے اصرار کیا کہ فرد آزاد اور خود مختار تھا اور یہ اصول عورتوں پر بھی نافذ ہوا۔ (پیغمبر امن صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۵)

صحابہ کرام پر غیر محسوس انداز میں تنقیدیں کرتی ہیں:۔

In seventh century Arabia, this was a shocking innovation, and the men of the ummah were furious. God was talking away their privileges! They were ready to fight for him to the death, but now he was demanding sacrifice in their personal lives! The Meedinese were particularly incensed; were they expected to divide their farms to give women a share? "how," they asked can one give the right of inheritance to women and children, who do not work and do not earn their living? Are they now going to inherit just like men who have worked to earn that money? And was the prophet seriously telling them that even ugly girl could inherit a fortune? "yes, absolutely," replied Muhammad and the quran supported them. (Muhammad A Prophet For Our Time By Karen Armstrong Page #156,157 Harper Press London)

ساتویں صدی کے عرب میں یہ ایک حیرت انگیز جدت تھی اور امت کے مرد کافی سیخ پا ہوئے۔ اللہ مردوں سے خصوصی مراعات چھین رہا تھا! وہ آنحضرت کی خاطر لڑنے مرنے کو تیار ہوئے تھے، لیکن اب آپ نجی زندگیوں کی قربانی مانگ رہے تھے! بالخصوص اہل مدینہ بہت برہم ہوئے: کیا اب کھیتوں اور جائیداد میں سے عورتوں کو بھی حصہ دینا پڑے گا؟ انہوں نے پوچھا "آپ عورتوں اور بچوں کو ترکے کا حق کیسے دے سکتے ہیں جو کام کرتے ہیں اور نہ روزی کماتے ہیں؟ کیا وہ محنت مزدوری کرنے والے مردوں ہی کی طرح ہی جائیداد ترکہ حاصل کریں گے؟ کیا آنحضرت واقعی سنجیدگی سے انہیں بتا رہے تھے کہ ایک بد صورت لڑکی کو بھی جائیداد ترکہ میں ملے گی؟" ہاں بالکل "آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جواب دیا کچھ لوگوں نے قانون میں حجت کرنا چاہی، لیکن عورتوں نے آپ سے شکایت کی اور قرآن نے ان کی حمایت کی۔ (پیغمبر امن صفحہ ۱۱۵)

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

Matters came to a head over the question of wife-beating the Quran forbade muslim to inflict violence upon one another, and the women began to complain to the prophet when their husbands hit them, demanding that they be punished as the Quran prescribed. Some even started to refuse sex to their abusive husband. Muhammad was revolted by the very idea of violence to wards women. The prophet "the prophet never raised his hand against one of his wives, or against a slave, nor against any person at all," ibn sad re called. He "was always against the beating of women. (Muhammad A Prophet For Our Time By Karen Armstrong Page#158 Harper Press London)

عورتوں کو مارنے پیٹنے جیسے مسائل پر سوالات سننے میں آنے لگے قرآن نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف تشدد سے منع کیا تھا، اور عورتوں کو ان کے شوہر تشدد کا نشانہ بناتے تو وہ شکایت لے کر آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس آتیں اور مطالبہ کرتیں کہ ان کو قرآن کے مطابق سزا دی جائے کچھ ایک نے تو اپنے ظالم شوہروں کے ساتھ ہم بستری کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ عورتوں پر تشدد کا تصور بھی آپ کو ناپسند تھا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا ابن سعد لکھتا ہے: "حضرت محمد نے کبھی کسی لونڈی یا کسی بھی شخص پر تشدد نہ کیا آپ اعورتوں کو مارنے پیٹنے کے ہمیشہ خلاف تھے۔

(پیغمبر امن صفحہ ۱۱۶)

اپنی ایک اور کتاب Muhammad A Biography of the Prophet میں لکھتی ہیں:۔

Western critics often blam the Quran for its treatment of women, which they see as iniquitous but in fact the emancipation of women was dear to the prophet's heart. (Muhmmad A Biography Of The Prophet By Karen Armstrong Page#191 Published By Phoenex Press 2001)

مغرب کے نقاد خواتین کے ساتھ سلوک کے ضمن میں قرآن کریم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے عورتوں سے منصفانہ سلوک نہیں کیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ خواتین کی آزادی اور ان کے حقوق کی پاسداری حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دل سے عزیز تھی۔ (پیغمبر اسلام کی سوانح حیات از کیرن آرمسٹرانگ مترجم نعیم اللہ ملک صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ ابوذر پبلی کیشنز لاہور)

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو جو حقوق دیئے اس سے متعلق مزید آگے لکھتی ہیں:۔

In seventh century in Arabia it was revolutionary. We must remember what life had been like for women in the Islamic period when female infanticide was the norm and women had no rights at all. Like slaves, women were treated as an inferior species, who had no legal existence. In such a primitive world,what Muhammad achived for women was extraordinary. The very idea tahat a women could be a witness or could inherit anything at all in her own rights was astonishing. We must also recall that in Christian Europe, women had to wait until the nineteenth century before they had anything similar: even then the law remained heavily weighted toward men. (Muhmmad A Biography Of The Prophet By Karen Armstrong Page #191 Published By Phoenex Press 2001)

ساتویں صدی کے عرب میں یہ انقلابی اقدامات تھے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ظہور اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں، جب لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا اور عورتوں کے حقوق کا کوئی تصور نہیں تھا اس زمانے میں خواتین کی زندگی کس قدر کٹھن اور دشوار گزار ہو گی؟ اس معاشرے میں عورتوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کیا جاتا انہیں گھٹیا مخلوق سمجھا جاتا تھا اور انہیں کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں تھا اس قسم کی وحشی اور غیر مہذب دنیا میں حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خواتین کیلئے جو کچھ حاصل کیا وہ ایک غیر معمولی کامیابی تھی اس وقت یہ نظریہ نہایت حیرت انگیز تھا کہ ایک عورت گواہی دے سکتی ہے یا اسے وراثت میں حصہ مل سکتا ہے۔ ہمیں یہ بات بھی مد نظر رکھنی چاہئے کہ مسیحی یورپ میں خواتین کو اس قسم کے حقوق حاصل کرنے کیلئے انیسویں صدی تک انتظار کرنا پڑا، اس کے باوجود قانون کا جھکاؤ بدستور مردوں ہی کی طرف رہا ہے۔

(پیغمبر اسلام کی سوانح حیات صفحہ ۲۵۷)

برطانوی صحافی یو آنے رڈلے جو افغانستان کے طالبان کی قید میں بھی رہی اور طالبان کے کردار سے متاثر ہو کر اسلام بھی قبول کر لیا اپنے ایک انٹرویو میں کہتی ہیں:۔

میں اب غیر مسلموں میں غیر محسوس طریقے سے اسلامی روشنی پھیلا رہی ہوں اور مسلمانوں کو بھی خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اسلام کی سچائیوں سے بھاگنے والوں سے کہہ رہی ہوں کہ وہ خود کو پہچاننے کی کوشش کریں میں انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے مغربی معاشرے کو بہت قریب سے دیکھا ہے' اس کے سارے رنگ دیکھ چکی ہوں۔ نام نہاد تہذیب اور اس کے معاشرے کو بہت باریک بینی سے دیکھا ہے اس لئے میں جانتی ہوں کہ وہ کتنا خطرناک معاشرہ ہے۔ دور سے بہت خوبصورت اور چمکدار ہے مگر قریب جا کر دیکھو تو بہت بھیانک ہے۔ یہ صرف تن و جان اور مادیت سے غرض رکھتا ہے اور روحانی اقدار کیلئے تباہ کن اثرات رکھتا ہے میں مسلمان عورتوں سے کہتی ہوں کہ اس معاشرے کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، اسلام سے بڑھ کر تمہارا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا۔ (In The Hands Of Taliban اردو ٹائیٹل طالبان کی قید میں از Yvonne Ridley مترجم محمد یحییٰ خان صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور)

اپنی اسی کتاب میں دو تہذیبوں کا اصل فرق بیان کرتے ہوئے یو آنے رڈلے جن کا اسلامی نام مریم ہے لکھتی ہیں:۔

دس دن تک طالبان کی طرف سے انتہائی احترام اور پر شفقت برتاؤ سے ہونے والی خوشی اس وقت غارت ہو کر رہ گئی جب میں لندن میں ایک سیاہ کیب میں سوار ہوئی۔ اس کے ڈرائیور نے جو "ایسٹ اینڈ" کا رہنے والا تھا، اخبارات میں چھپنے والی تصاویر کی وجہ سے مجھے پہچان لیا۔ اور بولا

"کیا تم وہی چڑیا ہو جسے طالبان نے اپنے پنجرے میں بند کر دیا تھا؟" میں نے ہاں میں سر ہلایا تو اس نے کہا کہ "تو کیا انہوں نے تجھ سے جنسی فعل کیا؟" میں نے نفی میں سر ہلایا تو وہ بولا "مجھے بالکل یقین نہیں آتا۔ میں اگر وہاں ہوتا تو تجھے بھنبھوڑ کر رکھ دیتا" مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، میرے خیال میں وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے حسن کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔۔۔۔ مہذب دنیا میں واپسی خوش آمدید یو آنے۔۔۔۔ میں سوچتی رہ گئی۔ یہ تھا فرق دونوں تہذیبوں میں۔ (ایضاً صفحہ ۲۶۸،۲۶۹)

احبابِ من!

ہم نے یہ چند اقتباس اہل مغرب کے قلم کاروں کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے

میں دعوت دے رہا ہوں

جدید تحریک حقوق نسواں کے آزاد خیال داعیان کو!

نام نہاد روشن خیالی کی چکا چوند سے چندھیائے ہوئے روشن خیال مفکروں کو!

بے مقصد تحریک کیلئے اپنی صلاحیتوں کو ختم کرنے والے نوجوان ادیبوں، اور مفکروں کو!

کہ آؤ!

دیکھو! سنو! سمجھو!

تم کیا کر رہے ہو؟

کیا تم اپنے ہی ہاتھوں اپنا ہی آشیاں نہیں جلا رہے؟

کیا تم اپنے ہی معاشرے کو گھن کی طرح نہیں چاٹ رہے؟

ذرا سوچو تو سہی!

تمہاری یہ جدوجہد اگر خواتین کے حقوق کیلئے ہے تو انہیں حقوق کیوں نہیں مل رہے؟

تمہاری جدوجہد آخر اغیار کے کام کیوں آ رہی ہے؟

تمہاری اس جدوجہد کا صلہ آخر یہود و نصاریٰ ہی کیوں اٹھا رہے ہیں؟

فحاشی و عریانیت کا سیلاب ہمارے معاشروں میں شرم و حیا کے سارے بند کیوں توڑ رہا ہے؟

پروٹوکولز کا مصنف لکھتا ہے:۔

ذرا ان بدمست شرابیوں کی طرف دیکھئے جو نشے میں دھت ہیں اور انسان نہیں بلکہ جانور معلوم ہوتے ہیں ان کی مدھوشی سے لطف اٹھایئے۔ ان کو نظم وضبط اور قیود سے نفرت ہے اس لئے انہیں نشیلے مشروبات پینے کا حق پہنچتا ہے۔ مگر ہمارا راستہ اور ہے اور غیر یہودی اقوام کا اور راستہ ہے۔ منشیات نے غیر یہود لوگوں کے ہوش وحواس چھین لئے ہیں ان کی نوخیز نسل کو یونانی ولاطینی علم و ادب، فکر وفلسفہ اور ان کے مخصوص زاویہ نگاہ کی تقلید نے حماقت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان کو بے وقوف بنانے میں لڑکپن کی آوارہ مزاجی اور بدقماشی کا بھی بڑا دخل اور ہم نے اپنے خاص ایجنٹوں کے ذریعے انہیں اس طرف مائل کرنے کا اہتمام کر رکھا ہے ایجنٹوں سے مراد ان کے وہ اتالیق اور اساتذہ ہیں جو ان کی تعلیم وتربیت پر معمور ہیں' ان کے خدمت گار، گھریلو خادم، نگران، ولی اور عام طور پر ان کی صحبت میں رہنے والے افراد ہیں علاوہ ازیں ان کے اہل دولت وثروت افراد کے ہاں مقیم استانیاں، معلمائیں اور ہماری وہ عورتیں جو عیاشی کے اڈوں پر ان سے ملتی ہیں جہاں غیر یہودی جانا پسند کرتے ہیں۔ اس ضمن میں، میں ان نام نہاد سوسائیٹی لیڈیز کا بھی ذکر کروں گا جو از خود عیاشی فحاشی اور آورگی کی طرف میلان رکھنے والے افراد کو اپنے دام تزویر میں پھانستی ہیں۔ (یہودی پروٹوکولز از وکٹرای مرسڈن مترجم محمد یحیٰی خان صفحہ ۱۲۸،۱۲۹ مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور)

اسی کتاب میں درج ہے:۔

ترقی پسند اور روشن خیال کہلانے والے ممالک میں ہم نے لغو، فحش اور قابل نفرت قسم کے ادب کو پہلے ہی سے خوب فروغ دے رکھا ہے۔ عنان اقتدار سنبھالنے کے کچھ عرصے بعد تک ہم عوام کو تقریروں اور تفریحی پروگراموں کے ذریعے مخرب اخلاق ادب کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے ہمارے دانشور جنہیں غیر یہود کی قیادت سنبھالنے کی تربیت دی جائے گی، ایسی تقاریر اور مضامین تیار کیا کریں گے جن سے ذہن فوراً اثر قبول کریں گے تاکہ نئی نسلیں ہماری متعین کردہ راہوں پر گامزن ہو سکیں۔

(ایضاً صفحہ ۱۸۴)

احبابِ من!

اغیار کی سازشیں، مسلم خواتین کے تقدس ہی کو نہیں جلاتی رہیں بلکہ ان کے شعلے ہر بنت حوا پر لپک رہے ہیں۔۔۔

ہر عورت اس آگ میں جل رہی ہے

اگر آج کی عورت اپنے حقوق کو پانا چاہتی ہے

اگر آج این جی اوز اغیار کے ڈکٹیشن کے بجائے حقیقی معنوں میں عورت کے حقوق کیلئے سرگرداں ہیں تو انہیں اسلام ہی کی جانب لوٹنا ہوگا۔۔۔اسلام ہی کے پاس ان کے حقوق ہیں۔۔۔اسلام ہی کی تعلیمات میں عورت کا تحفظ ہے۔۔۔دین اسلام ہی عورت کو مقام و مرتبہ دیتا نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ تمام کوششیں، کاوشیں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتیں جدید تحریک حقوقِ نسواں کو دو سو سال سے زائد گزر گئے نت نئے تجربات نے اس عورت کو نڈھال کر دیا۔۔۔۔۔ نہیں نہیں

بلکہ بستر مرگ تک پہنچا دیا ہے

ہم نے اس کتاب کے پہلے باب میں جدید تحریک حقوق نسواں کے محرکات و نتائج کا اجمالی جائزہ لیا دوسرے باب میں اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے اس کو بیان کیا نیز جدید مغربی تہذیب کے کا ایک تقابلی جائزہ بھی اور آخری باب "بائبل، عورت اور قرآن" میں یہودیت عیسائیت اور اسلام میں حقوق نسواں کا سرسری تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔

جدید تحریک حقوقِ نسواں

احترامِ نسواں کے خیمے راکھ ہو رہے ہیں ۔۔۔ پیار و محبت کی طنابیں ٹوٹ رہی ہیں ۔۔۔ تحفظِ نسواں کی آڑ میں حقوقِ نسواں کا قتل عام ہو رہا ہے اور کہیں حقوقِ نسواں کے لہو کا سراغ نہیں ملتا ۔۔۔ نہ تو قاتل کے دست و ناخن پر لہو کا کوئی نشان ہے اور نہ آستین پر کوئی داغِ لہو ہے ۔۔۔ دامنِ قاتل بھی اُجلا اُجلا ہے۔۔۔ اور طرفہ تماشہ یہ کہ مقتول کے جنازے پر قاتلوں کا ماتم۔۔۔ سولہ سنگھار چہروں پر مصنوعی اشکوں کا ساون۔۔۔ ستم یہ ہے کہ درندے مسیحائی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔۔۔ طاغوت کے ایوانوں میں مکر کے قہقہے گونج رہے ہیں۔۔۔ ہر آن بنتِ حوا کے رقصِ بسمل میں اضافہ ہوا جاتا ہے۔۔۔ ہر لمحہ بنتِ حوا کی سسکیاں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی ہیں۔۔۔ ہر لحظہ آنسوؤں کی رفتار میں اضافہ ہوا جاتا ہے۔

کوئے ستم کی خامشی آباد کچھ تو ہو
کچھ تو کہو ستم کشو، فریاد کچھ تو ہو
بیداد گر سے شکوۂ بیداد کچھ تو ہو
بولو، کہ شورِ حشر کی بنیاد کچھ تو ہو
مرنے چلے تو سطوتِ قاتل کا خوف کیا
اتنا تو ہو کہ باندھنے پائے نہ دست و پا
مقتل میں کچھ تو رنگ جمے جشنِ رقص کا
رنگیں لہو سے پنجۂ صیاد کچھ تو ہو
خوں پر گواہ دامنِ جلاد کچھ تو ہو
جب خوں بہا طلب کریں بنیاد کچھ تو ہو
گر تن نہیں زباں سہی، آزاد کچھ تو ہو
دشنام، نالہ، ہاؤ، ہو فریاد کچھ تو ہو
چیخے ہے درد، اے دلِ برباد کچھ تو ہو
بولو کہ شورِ حشر کی ایجاد کچھ تو ہو
بولو کہ روزِ حشر کی بنیاد کچھ تو ہو

(نسخہ ہائے وفا از فیض احمد فیض صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ کارواں)

جدید تحریک حقوقِ نسواں کب چلی؟

یہ تحریک کیا ہے؟

یہ تحریک کیوں چلائی گئی؟

اس تحریک کے محرکات کیا تھے؟

اور مقاصد کیا ہیں؟

نتائج کیا نکلے؟

اس تحریک کی نشو نما کن کن ممالک میں کی گئی؟

اور کیوں کی گئی؟

جدید تحریک حقوقِ نسواں کا آغاز

جدید تحریک حقوقِ نسواں کا آغاز کب ہوا؟

محمد عطا اللہ صدیقی لکھتے ہیں:۔

"یورپ میں تحریک آزادیِ نسواں کا باقاعدہ آغاز فرانسیسی انقلاب کے فوراً بعد ہوا۔" (حقوقِ انسانی کی آڑ میں، صفحہ ۲۳۱، مضمون از محمد عطا اللہ صدیقی مطبوعہ علم و عرفان پبلشرز)

مزید آگے اس تحریک کی ابتدائی روح رواں کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"۱۷۹۲ء میں ایک انگریز خاتون میری وولسٹن کرافٹ کی " وِنڈی کیشن آف دی رائٹس آف وومن " کے نام سے کتاب لکھ کر پہلی دفعہ بھرپور استدلال کے ساتھ عورتوں کے مساوی حقوق کی بات کی۔ میری وولسٹن کرافٹ کو تحریکِ آزادیِ نسواں کا بانی اور اس کتاب کو اس تحریک کی "بائبل" ہونے کا درجہ حاصل ہے میری کرافٹ کا بنیادی استدلال یہ تھا کہ عورتیں مردوں کے مشابہ ہیں، اس لئے انہیں یکساں تعلیم، یکساں سیاسی حقوق (ووٹ)، کام کرنے کے یکساں مواقع اور ان کیلئے یکساں اخلاقی ضابطے وضع کئے جائیں۔ لنڈ برگ کے خیال میں "میری" کی کتاب صرف ایک سحر انگیز رومانوی لفظ "مساوات" کے گرد ہی گھومتی تھی۔" (حقوقِ انسانی کی آڑ میں، صفحہ ۲۳۲، مضمون از محمد عطا اللہ صدیقی)

جدید تحریک حقوقِ نسواں کی داعی زاہدہ حنا لکھتی ہیں:۔

"یہاں میری وول اسٹون کرافٹ کا ذکر کیے بغیر چارہ نہیں جس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ حقوقِ نسواں کیلئے قلم سنبھالا اوراس کے بارے میں پہلی کتاب ۱۷۸۷ء میں Thought on the Education of Daughters لکھی۔ ۱۷۹۰ء میں اس کی مشہور کتاب Vindication of th Rights of Women سامنے آئی جو آج تک تحریک حقوقِ نسواں کی طرف پہلا اہم قدم سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں "میری" نے صرف عورتوں کے مساوی حقوق اور اُن کی آزادی کی ہی بات نہیں کی بلکہ اس نے عورتوں پر کڑی تنقید بھی کی کہ اپنی پستی کی بڑی حد تک ذمہ دار وہ خود بھی ہیں کیونکہ وہ خود کو مَردوں کی نسبت کم تر سمجھتی ہیں، بناؤ سنگھار اور معمولی مسائل پر اپنا بیش قیمت وقت صرف کرتی ہیں، نمود ونمائش کی شوقین اور توہم پرست ہوتی ہیں، ستاروں کی چال، زائچوں اور ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھتی ہیں اور ہر وقت اس غم میں غلطاں رہتی ہیں کہ اپنے شوہر یا محبوب کو کس طرح خوش رکھا جائے۔ میری وول اسٹون کرافٹ نے عورتوں کو ان کے جن مسائل اور مصائب کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا وہ مغربی اور مشرقی سماج میں دو سو برس سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود نہ صرف یہ کہ موجود ہیں بلکہ راسخ ہو چکے ہیں اور آج بھی تحریک حقوقِ نسواں کی متعدد سرگرم خواتین، عورتوں کو ان ہی کمزوریوں اور خرابیوں پر لعن طعن کرتی ہیں جن پر میری وول اسٹون کرافٹ نے انہیں مطعون کیا تھا۔" (عورت زندگی کا زنداں، صفحہ ۴۲)

وحید الدین خان لکھتے ہیں:۔

"یہ تحریک سب سے پہلے برطانیہ میں اٹھارویں صدی میں اُٹھی۔ اس کے بعد پورے یورپ اور امریکہ میں پھیل گئی۔ میری وولسٹون کرافٹ Mary Wollstonecraft نے ۱۷۹۲ء میں ایک کتاب چھاپی جس کا نام تھا A Vindication of the Rights of women اس کتاب کا خلاصہ یہ تھا:۔

Women should receive the same treatment as men in education. Work opportunities and politics and that the same moral standards should be applied to both sexes.

تعلیم، روزگار اور سیاست کے میدان میں عورتوں کو وہی مواقع ملنے چاہئیں جو مَردوں کو حاصل ہیں۔ ایک ہی اخلاقی معیار ہونا چاہئے جو دونوں صنفوں پر منطبق کیا جائے۔

اس بات کو اتنا زور وشور کے ساتھ اُٹھایا گیا کہ ہر طرف اس کا غلغلہ برپا ہو گیا۔ مرد اور عورت دونوں اس میں یکساں طور پر شریک تھے۔ حتی کہ عورت اور مرد کے درمیان نابرابری کی بات کرنا پسماندگی کی علامت قرار پایا۔ بیسویں صدی کے آغاز تک

یہ فکر ساری دنیا میں چھا چکی تھا۔ اب اسی کے مطابق قوانین بنائے گئے، اسی کے مطابق ہر شعبہ مَردوں کی طرح عورتوں کیلئے کھول دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔" (خاتونِ اسلام، از وحید الدین خان، مولانا، صفحہ ۶ مطبوعہ دار لتذکیر، لاہور)

اس تحریک کا عملی نتیجہ کیا ہوا؟

کیا نتائج سامنے آئے؟

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"مگر عملاً یہ تجربہ سراسر ناکام ثابت ہوا ہے۔ تقریباً دو سو سالہ جدوجہد کے بعد بھی اب تک عورت کو مرد کے برابر کا درجہ حاصل نہ ہو سکا۔ عورت آج بھی تمام شعبہ حیات میں اسی طرح پیچھے ہے جس طرح وہ آزادیِ نسواں کی تحریک سے پہلے تھی۔ اس تحریک کا عملی نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ عورت گھر سے باہر آ گئی۔ وہ ہر جگہ مَردوں کے ساتھ چلتی پھرتی نظر آنے لگی۔ عورت نے اپنی نسوانیت کھو دی مگر اس کی قیمت میں اس کو وہ چیز نہیں ملی جس کیلئے اس نے اپنی نسوانیت کھوئی تھی یعنی زندگی کے تمام شعبوں میں مَردوں کے برابر مقام۔" (ایضاً صفحہ ۷)

محترم دوستو! اور ساتھیو!

تحریک حقوقِ نسواں نے مشرق و مغرب میں کیونکر جنم لیا؟

وہ کیا محرکات تھے جن کی بنا پر یہ تحریک شروع ہوئی؟

وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے اس تحریک کو مشرق میں بالخصوص اسلامی ممالک میں فروغ دیا گیا؟

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے محرکات

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے کئی محرکات ہیں۔ مشرق و مغرب میں یا اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں اس تحریک کے محرکات جدا جدا ہیں۔ ہم آئندہ سطور میں اس تحریک کے محرکات کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

مغرب میں جدید تحریک حقوقِ نسواں کے محرکات

مغرب یا غیر اسلامی ممالک اور معاشرے میں جدید تحریک حقوقِ نسواں کے درج ذیل محرکات ہیں:۔

مذہبی محرکات

بنتِ حوا کیلئے اس کی اوّلین پناہ گاہ اس کے والدین، اُس کا خاندان ہوتا ہے۔ مذہب اس کو تحفظ عطا کرتا ہے مگر جب بِنتِ حوا نے اس دنیا میں آنکھ کھولی تو یہ وہ دور تھا جب جگہ جگہ لادینیت کا دور دورہ تھا، اگر کہیں الہامی مذاہب تھے بھی تو تحریفات کے نتیجے میں کلامِ الٰہی جگہ جگہ سے تبدیل ہو چکا تھا اور بنتِ حوا استیصال زدہ معاشرے میں گھٹ گھٹ کر جینے پر مجبور تھی۔

روشن خیال سعد اللہ جان برق اپنی کتاب "دختر کائنات" میں مذہبی پنڈتوں کے خیالات جو عورتوں کے بارے میں اُن کی مذہبی کتب میں موجود ہیں، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اس نے اپنے وجود سے اپنی بیٹی پیدا کی۔ نام تو اس کے اور بھی بہت سارے ہیں سرسوتی، گائتری وغیرہ لیکن جس پہلو سے اس کے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں اس روپ کا نام ست روپا ہے۔ یہ جب پیدا ہوئی تو اتنی حسین تھی کہ اس کا باپ اسے دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اتنی باریش اور برگزیدہ ہستی ہونے کے باوجود اس کا دل للچایا اور چاہا کہ اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنائے۔ اس کی آنکھوں میں خطرناک ارادے دیکھ کر ست روپا دائیں طرف کو ہٹ گئی تاکہ اُن کی بھوکی اور درپئے آزار آنکھوں سے بچ جائے لیکن برہماجی کے ایک اور سر اس طرف نکل آیا اور اُس سر کی آنکھوں سے بھی وہی ارادے جھانکنے لگے تو ست روپا بے چاری بائیں طرف کو ہوگئی لیکن وہاں بھی برہماجی نے ایک اور سر اگا لیا۔ بے چاری پیچھے ہوگئی لیکن سر اگانا برہماجی کیلئے کیا مشکل تھا، سو اس کے چوتھا سر نکل آیا۔ چاروں طرف سے گھر کر ست روپا اوپر اُٹھ گئی تو اوپر کی طرف پانچواں سر نمودار ہو گیا اور یوں ست روپا بے بس چڑیا کی طرح پھنس کر برہماجی کی ہوس کا نشانہ بن گئی۔ اس فعلِ قبیح پر شیوجی مہاراج کو غصہ آیا تو اس نے برہماجی کا ایک سر اپنے مشہور زمانہ ہتھیار ترشول سے کاٹ ڈالا۔ ایک اور روایت میں شیوجی نے برہما کا یہ پانچواں سر ناخنوں سے نوچ کر پھینک دیا تھا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا بڈھا اپنا کام کر چکا تھا۔ کوئی راہِ فرار نہ پا کر ست روپا اپنے باپ کی مستقل بیوی یا داشتہ بن کر سرسوتی وغیرہ کہلائی اور برہماجی کے صرف چار سر باقی رہ گئے۔ کائنات کے سارے دیوتا اور پرجاپتی اسی ست روپا اور برہما کی اولاد ہیں۔" (دختر کائنات، صفحہ ۲۹)

مزید آگے اس فرضی کہانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بھلے ہی یہ کہانی فرضی ہو لیکن کہانی کے مصنف یا مصنفین کے خیالات اور ارادوں کا پتہ تو اس سے چل جاتا ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہندو دھرم کے کرتا دھرتا براہمنوں، پنڈتوں اور رشیوں منیوں کے خیالات عورت کے بارے میں کیا ہیں، چاہے وہ بیٹی ہی کیوں نہ ہوں اور مرد نہایت اعلیٰ پائے کا دیوتا ہی کیوں نہ ہو۔" (دختر کائنات، صفحہ ۳۰)

ہندو مت میں مذہب کے نام پر عورت کی پیدائش، ستی ہونے کی رسم عورت کی حقارت کیا کچھ نہیں۔

پروفیسر چوہدری غلام رسول کہتے ہیں:۔

"عورت خواہ نوجوان لڑکی، ایک بالغ دوشیزہ یا ایک بوڑھی عورت ہو۔ وہ خود مختاری سے گھر کے اندر بھی کام نہیں کر سکتی۔ نوجوانی میں اسے اپنے باپ کے اختیار میں اور جوانی میں اپنے خاوند کے اختیار میں رہنا چاہئے۔ جب خاوند مر جائے تو اسے اپنے بیٹوں کی حفاظت میں ہونا چاہئے، اسے خود مختاری کو پسند نہیں کرنا چاہئے۔" (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، صفحہ ۱۵۸)

بائبل اور عورت

عورت پھولوں کا دامن ہے یا آنسوؤں کا آنچل۔۔۔ عورت سے کائنات میں رنگ ہے یا جنگ؟۔۔۔ مذہبی چودھریوں نے الہامی کتب میں تحریفات کے جن اژدھوں کو جنم دیا تھا آج وہ بنی نوع انسان کو نگل رہا ہے۔۔۔ جدید حقوقِ نسواں کی تحریک جس نے عورت کو آتشی پاتال میں دھکیل دیا ہے اور انسانی معاشرے کے اس اہم عنصر کی تباہی کے سبب پورا معاشرہ ہی اسی آتشی پاتال میں گرتا چلا جارہا ہے۔

بائبل کے مصنفین نے مرد و عورت کے معاملے میں عورت کو کمتر حیثیت سے نوازا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا سے متعلق بائبل کا مصنف لکھتا ہے:۔

"اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مر جاؤ گے۔ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مرو گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کیلئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کیلئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سُنی اور آدم اور اس کی بیوی نے اپنے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں باغ میں تیری آواز سُنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا اس نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھے بہکایا تو میں نے کھایا اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا کہ اس لئے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو اور بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور

اونٹ کٹارے اگائے گی اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا۔" (پیدائش، باب ۳ آیت ۱ تا ۲۰)

بائبل کی ان آیات پر غور کیا جائے تو درج ذیل نکات ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

○ عورت نے پھل کھایا

○ اپنے شوہر یعنی آدم علیہ السلام کو پھل کھانے کی ترغیب دی

○ شوہر نے الزام اپنی بیوی پر عائد کر دیا کہ اس نے مجھے درخت کا پھل کھلایا۔

بائبل کا مفسر میتھیو ہنری ان آیات پر حسبِ ذیل تبصرہ کرتا ہے:۔

- حوا کو فریب دینے اور بہکانے والا ابلیس ہی تھا۔
- جس شخصیت کو آزمایا گیا وہ عورت تھی اس وقت اکیلی اور اپنے شوہر سے دور مگر ممنوعہ درخت کے نزدیک تھی۔ یہ ابلیس کی عیاری تھی کہ اس نے نازک ظرف کو آزمائش کا نشانہ بنایا۔
- شیطان نے حوا کو آزمایا تا کہ اس کے وسیلے سے آدم کو آزما سکے۔
- عورت نے جو دیکھا، اس کو اپنی نظر ہٹا لینی چاہئے تھیں کہ بطالت کو نہ دیکھیں لیکن ممنوعہ درخت کو دیکھنے سے وہ آزمائش میں پڑ گئی۔
- اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ عورت نے اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس کو اپنی دلیلوں سے قائل کیا جو سانپ نے استعمال کی تھیں۔ ان سب کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ خود میں نے بھی کھایا ہے اور دیکھا ہے کہ ہلاک نہیں کرتا بلکہ بے حد لذیذ اور مفید ہے۔ حوا کا حال بالکل ابلیس جیسا ہے جو نہی گنہگار ہوئی آزمانے والی بن گئی۔
- اور اس آدم نے کھایا وہ بیوی کے اصرار سے ہار گیا۔
- عورت سے یہ پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ غور کریں کہ اس کا تعلق ان افراد سے ہے جنہوں نے خود ممنوعہ پھل کھایا ہے اور دوسروں کو کھانے پر بہکایا ہے۔
- آدم سارا الزام اپنی بیوی کے سر تھوپ دیتا ہے۔
- عورت ہی تھی جس کو ابلیس نے بہکایا تھا اور آدم نے جس پر الزام لگایا تھا۔
- عورت گناہ کرنے میں پہلے تھی۔ (تفسیر الکتاب از پادری میتھیو ہنری، جلد اوّل صفحہ ۱۷ تا ۲۳)

ہم نے بائبل کے مفسّر کے الفاظ من وعن عورت کے بارے میں نقل کر دیئے۔ بائبل کے اس مضمون سے جدید تحریک حقوقِ نسواں کے داعیوں نے کیا نتیجہ اخذ کیا، وہ اس مضمون کو اپنے حق میں کس طرح استعمال کرتے ہیں؟

جدید تحریک حقوقِ نسواں کی داعی زاہدہ حنا لکھتی ہیں:۔

"آدم کا ارادہ تو یہی تھا کہ خداوند کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے زندگی باغِ عدن میں ابد الا آباد تک بسر کر دی جائے۔ یہ حوا تھی جس کے اندر جستجو تھی، جس نے سانپ کے روپ میں آنے والے ابلیس سے مکالمہ کیا، نیک و بد کی پہچان کرانے والے پیڑ کا پھل خود کھایا اور آدم کو بھی کھلایا۔ کتابِ مقدس کی رو سے حوا پہلی گناہ گار ذی روح ٹھہرتی ہے۔ وہ عرشِ بریں سے فرشِ زمیں پر آئی تو اس لئے کہ سوچتی تھی، سوال اٹھاتی تھی۔ یہ وہی ہے جس نے پہلا قدم اٹھایا، پہلا فیصلہ کیا اور باغِ عدن کی ٹھہری ہوئی اور یکساں زندگی کو اپنے انحراف سے تہ و بالا کر دیا۔ یہ اسی کا اقدام تھا جس نے خداوند خدا کو یہ کہنے پر مجبور کیا کہ دیکھو آدمی نیک و بد کی پہچان میں ہماری مانند ہو گیا۔ اور اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور شجرِ حیات سے بھی کچھ لیکر کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے۔

خداوند خدا کو الجھن میں گرفتار کرنے والی حوا کا یہ مقدر تو نہ تھا کہ زندگی کے رنگ منچ سے اسے یوں کھدیڑا جائے کہ وہ اپنی اہمیت اور حیثیت کو خود بھی فراموش کر بیٹھے۔" (عورت زندگی زنداں، از زاہدہ حنا صفحہ ۹، ۱۰ مطبوعہ سٹ بک پوائنٹ)

بائبل کا قصہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسانِ اوّل آرام کے ساتھ جنت میں تھے۔ وہاں سے ان کے نکلنے کا سبب عورت بنی۔ عورت نے آدم کو بہکایا۔

یہ افسانہ یقینی طور پر بے بنیاد ہے لیکن بائبل کے مصنفین نے اس کو الہامی درجہ دے کر اس کو بائبل میں شامل کر دیا۔

قرآن کریم نے جس طرح بائبل میں بہت سی تحریفات کی تصحیح کی اور اصل حقیقت کو بیان کیا۔ بائبل کے اس تحریفی بیان کی بھی تردید کی۔ ہم اسے آخری باب بائبل، عورت اور قرآن میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

بائبل میں مزید آگے یوں درج ہے:۔

"عورت کو چپ چاپ کمالِ تابعداری سے سیکھنا چاہئے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔" (اتیمتھیس، باب ۲ آیت ۱۱ تا ۱۴)

عورت کے کلیسا میں بولنے پر پابندی

عورتوں کو کلیسا میں بولنے پر پابندی ہے اور اگر کلیسا کے مجمع میں عورت بولتی ہے تو یہ شرم کی بات ہے۔ بنتِ حوّا کلیسا میں خاموش رہے گی۔ اپنے رب سے بھی کوئی کلام نہیں کر سکتی جیسا کہ اکرنتھیوں میں لکھا ہے:۔

"عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابع رہیں جیسا توریت میں بھی لکھا اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔" (اکرنتھیوں باب ۱۴ آیت ۳۴ تا ۳۶)

اس آیت کی تفسیر بائبل کے مفسرین کس طرح کرتے ہیں پادری میتھیو ہنری لکھتے ہیں:

"یہاں رسول تاکید کرتا ہے۔ عوتیں کلیسا میں سوال نہ پوچھیں بلکہ اپنے گھروں میں اپنے اپنے شوہروں سے پوچھیں۔ یہاں بے شک ایک اشارہ ہے۔ گویا بعض اوقات ان کے اجتماعات میں عورتیں دعا مانگتی اور نبوت کرتی تھیں لیکن یہاں رسول اجتماعات میں ان کے ہر قسم کے ایسے کام کی ممانعت کرتا ہے۔ کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابع رہیں۔ نہ انہیں جماعت میں تعلیم دینے کی اجازت ہے بلکہ یہاں تک کہ کلیسا میں سوال پوچھنے کی بھی اجازت نہیں۔ وہاں وہ خاموشی سے سیکھیں اگر کوئی بات مشکل ہو اور سمجھ میں نہ آئے تو گھر میں اپنے اپنے شوہروں سے پوچھیں۔ عورت کا فرض ہے کہ تابع رہ کر سیکھے اور مرد کا فرض ہے کہ اپنی برتری قائم رکھے۔ وہ اس مقصد سے بیوی کو سکھانے کی قابلیت حاصل کرے۔ اگر عورت کا کلیسا میں بولنا شرم کی بات ہے جہاں اسے خاموش رہنا چاہیئے اسی طرح جب ضرورت ہو اس وقت مرد کا خاموش رہنا شرم کی بات ہے یعنی جب گھر میں اس سے سوال پوچھا جائے اور وہ جواب دینے کے قابل نہ ہو۔

رسول یہی نتیجہ پیش کرتا ہے کہ عورت کا کلیسا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔ شرم کا مطلب ہے کہ ذہن ایک ایک بے چینی منعکس کرتا ہے کہ کوئی بات غیر شائستہ کی گئی ہے اور اس سے زیادہ ناشائستہ بات کیا ہو سکتی ہے کہ عورت اپنا مقام اور درجہ چھوڑ دے۔ عورت اس لئے بنائی گئی کہ مرد کے تابع رہے۔ اسے لازم ہے کہ یہ مقام قائم رکھے اور قناعت کرے۔" (تفسیر الکتاب جلد سوم از پادری میتھیو ہنری صفحہ ۱۳۴۸ مطبوعہ چرچ فاؤنڈیشن سیمنیار لاہور)

عورت اور پاکیزگی

اسی بائبل میں عورت کے مخصوص ایام سے متعلق لکھا ہے:۔

اور اگر کسی عورت کو ایسا جریان ہو کہ اسے حیض کا خون آئے تو وہ سات دن ناپاک رہے گی اور جو کوئی اسے چھوئے وہ شام تک ناپاک رہے گا اور جس چیز پر وہ اپنی ناپاکی کی حالت میں سوئے وہ چیز ناپاک ہو گی اور جس چیز پر بیٹھے وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے اور جو کوئی اس چیز کو جس پر وہ بیٹھی ہو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور شام تک ناپاک رہے۔ " (احبار باب ۱۵ آیت ۱۹ تا ۲۳)

مزید آگے کتاب استثناء میں یوں درج ہے:۔

"اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اُس کے پاس جائے اور بعد اِس کے اُس سے نفرت کر کے شرمناک باتیں اُس کے حق میں کہے اور اُسے بدنام کرنے کیلئے یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب میں اُس کے پاس گیا تو مَیں نے کنوارے پن کے نشان اُس میں نہیں پائے، تب اس لڑکی کا باپ اور اس کی ماں اس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور اس لڑکی کا باپ بزرگوں سے کہے کہ مَیں نے اپنی بیٹی اس شخص کو بیاہ دی پر یہ اس سے نفرت رکھتا ہے اور شرمناک باتیں اس کے حق میں کہتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں نے تیری بیٹی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے۔ حالانکہ میری بیٹی کے کنوارے پن کے نشان یہ موجود ہیں۔ پھر وہ اس چادر کو شہر کے بزرگوں کے آگے پھیلادیں۔ تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کی سو مثقال جرمانہ لے کر اس لڑکی کے باپ کو دیں۔ اس لئے کہ اس نے ایک اسرائیلی کنواری کو بدنام کیا اور وہ اس کی بیوی بنی رہے اور وہ زندگی بھر اس کو طلاق نہ دینے پائے۔ پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازے پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا یوں تُو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زِنا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔ " (استثناء باب ۲۲ آیت ۱۳ تا ۲۱)

"کنوارے پن کے نشانات" کیا آج کوئی باپ اس شرمناک تشہیر پر راضی ہو سکتا ہے؟

کیا شوہر لڑکی پر تہمت کے بعد وہ ثبوت والی چادر لڑکی کے والدین کے ہاتھ لگنے دے گا؟

افسوس! اس سوچ پر!

تاسف! اس اخلاقی دیوالئے پن پر!

عورت اور منت کا اختیار

بائبل میں عورت کو منت ماننے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ اس کا باپ اور شوہر اس کی منت کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔

"اور اگر کوئی عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی جوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ اس کی منت اور اس کے فرض کا حال جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے سُن کر چپ ہو رہے تو وہ سب منتیں اور سب فرض جو اس عورت نے اپنے اوپر ٹھہرائے ہیں، قائم رہیں گے لیکن اگر اس کا باپ جس دن یہ سُنے اُسی دن اسے منع کرے تو اس کی کوئی منت یا کوئی فرض جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے قائم نہیں رہے گا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا کیونکہ اس کے باپ نے اس کو اجازت نہیں دی اور اگر کسی آدمی سے اس کی نسبت ہو جائے حالانکہ اس کی منتیں یا منہ کی نکلی ہوئی بات جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہے اب تک پوری نہ ہوئی ہو اور اس کا آدمی یہ حال سُن کر اس دن اس سے کچھ نہ کہے تو اس کی منتیں قائم رہیں گی اور جو باتیں اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائیں ہیں وہ بھی قائم رہیں گی لیکن اگر اس کا آدمی جس دن یہ سب سنے اسی دن اسے منع کرے تو اس نے گویا اس عورت کی منت کو اور اس کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی تھی توڑ دیا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا پر بیوہ اور مطلقہ کی منتیں اور فرض ٹھہرائی ہوئی باتیں قائم رہیں گی اور اگر اس نے اپنے شوہر کے گھر ہوتے ہوئے کچھ منت مانی یا قسم کھا کر اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرایا ہو اور اس کا شوہر یہ حال سُن کر خاموش رہا اور اسے منع نہ کیا ہو تو اس کی منتیں اور سب فرض جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرائے قائم رہیں گے، پر اگر اس کے شوہر نے جس دن یہ سب سنا اسی دن اسے باطل ٹھہرایا ہو تو جو کچھ اس عورت کے منہ سے اس کی منتوں اور ٹھہرائے ہوئے فرض کے بارے میں نکلا وہ قائم نہیں رہے گا، اس کے شوہر نے ان کو توڑ ڈالا ہے اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا اسکی ہر منت کو اور اپنی جان کو ہر دکھ دینے کی ہر قسم کو اس کا شوہر چاہے تو قائم رکھے اگر چاہے تو باطل ٹھہرائے پر اگر اس کا شوہر روز بروز خاموش ہی رہے تو وہ گویا اس کی سب منتوں اور ٹھہرائے ہوئے فرضوں کو قائم کر دیتا ہے، اس نے ان کو قائم یوں کیا کہ جس دن سے سب سنا وہ خاموش ہی رہا پر اگر وہ ان کو سُن کر بعد میں ان کو باطل ٹھہرائے تو وہ اس عورت کا گناہ اُٹھائے گا۔" (گنتی باب ۳۰ آیت ۳تا۱۵)

بائبل کا مفسر ان آیات کی تفسیر میں لکھتا ہے:۔

"کہ بیٹیوں کی منتیں اس وقت تک (فرض) لازم نہ ہوں گی جب تک ان کے باپ اجازت نہ دیں اور بیویوں کی منتیں خاوندوں کی اجازت کے بعد ہی لازم ہوں گی۔"

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"بیٹی جب اپنے باپ کے گھر میں ہو یہ اصول عمومی ہے اگر مرد منت مانتا ہے تو لازماً پوری کرے لیکن بیٹی کیلئے وضاحت کی گئی ہے اس کی منت اس وقت تک بے عمل یا ملتوی رہے گی جب تک اس کے باپ کو معلوم نہ ہو (اور فرض کیا گیا ہے) کہ بیٹی خود اس کو بتائے گی اور اسے جب معلوم ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ اس کی تصدیق کرے یا اس کو مسخ کر دے اگر باپ سن کر خاموش رہے تو بیٹی کی سب منتیں اور سب فرض قائم رہیں گے۔" (تفسیر الکتاب جلد اوّل صفحہ ۲۰۵،۲۰۶)

طلاق کا ڈھیلا ڈھالا قانون

بائبل میں ہے کہ

"اگر مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے پر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے بیاہ نہ کرنے پائے کیونکہ ایسا کام خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔" (استثناء باب ۲۴ آیت ۱ تا ۴)

اس عبارت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:۔

- عورت میں بے ہودہ بات پائے تو اسے طلاق دے دے۔
- طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اُسے گھر سے نکال دے۔
- دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ یہ ناپاک ہو گئی۔

احبابِ من!

یہ مرد ناپاک نہیں ہوا عورت کیونکر ناپاک ہو گئی؟ کیا یہودی مذہب میں عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا؟ یا یہ کوئی اور مخلوق ہے؟

طلاق کے حکم میں بتایا کہ مرد و عورت میں اگر کوئی بے ہودہ بات پائے تو اُسے طلاق دے دے۔ یہ بے ہودہ بات کیا ہے؟

بائبل اس حوالے سے کوئی وضاحت نہیں کرتی۔

کیا بے ہودہ بات سے مراد زِنا ہے؟

نہیں بے ہودہ بات سے مراد "زِنا" نہیں ہو سکتی، کیونکہ زِنا کی سزا موت تھی جیسا کہ احبار میں ہے:۔

"جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زِنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔" (احبار، باب ۲۰ آیت ۱۰)

کتاب استثناء میں ہے:۔

"اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی، یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی کو دفع کرنا۔" (استثناء باب ۲۲ آیت ۲۲)

تو بے ہودہ بات سے مراد زنا نہیں۔

پھر بے ہودہ بات سے کیا مراد ہے؟

ڈیرک میکلم لکھتا ہے:۔

"ہلیل کے پیروکار اس لفظ کی تشریح یوں کرتے تھے کہ بیوی کوئی بھی ایسی بات کر بیٹھے جس سے شوہر ناراض ہو تو وہ اسے طلاق دے سکتا ہے۔ اس زمانے کی یہودی تحریروں میں لکھا ہے کہ بیوی شوہر کا کھانا جلا دے تو یہ بھی طلاق کی معقول وجہ ہے۔ اس طرح طلاق کے قانون میں بڑی آزادی پیدا ہو گئی تھی اور شوہر جب چاہتا بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔

مشنہ گتیم ۱۰:۹۔ ربی عقیبہ نے تو یہاں تک اجازت دے دی تھی کہ اگر کسی آدمی کو کوئی دوسری عورت اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ یوسیفس ایک یہودی مورخ تھا جس نے نئے عہد نامے کے زمانے کے لگ بھگ تاریخ قلم بند کی، وہ طلاق کے بارے میں لکھتا ہے "جو کوئی اپنی بیوی کو کسی بھی سبب سے طلاق دینا چاہے اور فانی انسانوں میں ایسے بہت سے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں وہ لکھ کر طلاق دیدے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند یسوع کے زمانے میں طلاق کا معیار کیسا ڈھیلا ڈھالا تھا، طلاق دینے میں بہت آزادی تھی اور شوہر جب چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا تھا۔" (مسیحی اخلاقیات، صفحہ ۱۴۰ مترجم جیکب سموئیل، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور ۲۰۰۸)

- نوٹ ۔۔۔ مزید تفصیل ہماری کتاب "فکری یلغار" میں ملاحظہ کیجئے۔

میراث سے محرومی

بائبل کے قوانین کے مطابق بیوی، بیٹی، ماں، بہن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ بیٹیوں کو صرف اسی صورت میں حصہ ملتا جب کوئی بیٹا نہ ہوتا اور وہ لڑکی اپنی برادری میں ہی شادی کرتی جیسا کہ عیسائی سکالر ایس ایف خیر اللہ لکھتے ہیں:۔

"موسوی شریعت میں حکم تھا کہ وارث صرف قانونی بیوی کے بیٹے ہی ہو سکتے ہیں۔ پہلوٹھے بیٹے کو پہلوٹھے کا حق ملتا تھا یعنی وہ اپنے والد کی جائیداد میں دو حصوں کا حقدار تھا اور اس کا فرض تھا کہ وہ خاندان کی مستورات کی دیکھ بھال اور پرورش کرے۔ باقی بیٹوں کو ایک ایک حصہ ملتا تھا اگر کسی کے بیٹا نہ ہو تو جائیداد بیٹیوں کو ملتی تھی لیکن شرط یہ تھی کہ وہ صرف اپنے قبیلہ میں شادی کریں۔" (قاموس الکتاب از ایس ایف خیر اللہ، صفحہ ۹۸۵ مسیحی اشاعت خانہ، لاہور)

احبابِ من!

بائبل کے یہ چند حوالے آپ نے ملاحظہ کیے عورت کے بارے میں یہودی ربی اور عیسائی پادری کس انداز میں سوچتے ہیں آئندہ سطور میں ہم ان مذہبی رہنماؤں کی عورت دشمنی کو ملاحظہ کریں گے۔

یہودی دانشور اسرائیل شحاک لکھتے ہیں:۔

" تالمود اور ہلاکا کے مطابق عورتوں کو تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور انہیں کسی قسم کی تعلیم دینے سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے۔ جدید دور کے آغاز سے پہلے تک بیشتر یہودی عورتیں باقاعدہ تعلیم سے محروم ہوتی تھیں اور اکثر تو بالکل جاہل ہوتی تھیں۔" (اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی، صفحہ ۵۹)

قدامت پرست یہودی سیاست دان عورتوں اور دیگر عورتوں کے بارے میں کس قسم کے تاثرات رکھتے ہیں۔ اسرائیل شحاک لکھتے ہیں:۔

"ہیریڈم سیاستدان یہودی عورتوں کو جادوگرنی، کتیا اور چڑیل کا خطاب مسلسل دیتے تھے۔ اگرچہ ہیریڈم کی زبان قدرے زیادہ غیر شائستہ ہے تاہم اُن کی سوچ عورتوں کے حوالے سے روایتی یہودیت کے وسیع البنیاد موقف کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ موقف نہ صرف عورتوں کو حقوق سے محروم کرتا ہے بلکہ ان کی تذلیل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر کم تالمودی تعلیم پائے ہوئے یہودیوں کیلئے ایک ابتدائی نصابی کتاب کتزور شلہان ایروک (شلہان ایروک کا خلاصہ) کے باب 3 قانون 8 میں آیا ہے مرد کو دو عورتوں، دو کتوں یا دو سوروں کے درمیان نہیں چلنا چاہیے۔ اسی طرح دو مردوں کو کسی عورت، کتے یا سور کو اپنے درمیان نہیں چلنے دینا چاہیے۔

دس سے بارہ برس کی عمر کے تمام ہیریڈی لڑکے اس قانون کو پڑھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں (ہیریڈی علاقوں میں کتے بہت کم ہوتے ہیں اور سور تو ایک بھی نہیں پایا جاتا) روایتی یہودیت عورتوں کو سیاست اور / یا کسی بھی ایسی عوامی سرگرمی میں غیر اہم کردار ادا کرنے سے روکتی ہے جس میں وہ مردوں سے نمایاں دکھائی دے سکتی ہوں۔" (اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی، صفحہ ۷۱)

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"تالمود میں عورت کے خلاف بہت ہی سخت باتیں موجود ہیں۔ ایک جگہ آیا ہے عورت غلاظت سے بھری بوری ہے۔ جدید عبرانی میں لکھے گئے تالمودی انسائیکلوپیڈیا میں عورتوں کی فطرت اور رویے کے عنوان سے پورا ایک حصہ وقف کیا گیا ہے۔ یہ انسائیکلوپیڈیا جدید عبرانی میں لکھا گیا ہے لہٰذا ہر تعلیم یافتہ یہودی اسے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کے اس حصے میں لکھا گیا ہے کہ مردوں میں عورتوں سے زیادہ شہوت ہوتی ہے۔ اس حوالے سے دلیل یہ دی گئی ہے کہ مردوں میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اسی لئے وہ طوائفوں کو استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہلاکا میں ایسی عورت کو زیادہ سخت سزا سنائی گئی ہے جو اپنے خاوند کی جنسی خواہش پوری کرنے سے انکار کرے جبکہ اپنی بیوی کی جنسی خواہش پورا کرنے سے انکاری مرد کی سزا کم رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو تو اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنے کی اجازت ہے لیکن عورت کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھے مزید بر آں یہودی مرد اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنے کے بعد قاصد کے ذریعے اس سے شادی کر سکتا ہے۔ یہودیوں کی لوک کہانیوں میں اس عمل کے بہت سے حوالے ملتے ہیں۔

ہلاکا میں عورت کے تالمود اور / یا بائبل پڑھنے پر پابندی لگادی گئی ہے جس پر ماضی میں عمل ہوتا تھا اور جو آج بھی بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ روایتی یہودیت میں تورات کا پڑھنا بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے ہر نیک مرد یہودی کا فریضہ ہے کہ وہ دن رات کے کسی حصے میں، چھٹیوں اور کام کے دنوں میں تھوڑی بہت تورات ضرور پڑھے۔ تالمود کا ایک بنیادی قانون عورتوں کو وقت سے آزاد فریضے ادا کرنے کا پابند بناتا ہے۔ مثال کے طور پر عورتوں کو سبت یا چوبیس گھنٹوں پر محیط ایسی ہی مقدس تعطیلات منانے کا حکم ہے۔ دوسری طرف عورتوں کو نئے سال کے موقع پر بجایا جانے والا شوفر (مینڈھے کا سینگ) سننا فرض نہیں ہے کیونکہ اس کی آواز مختصر وقت تک رہتی ہے لہٰذا اسے وقت سے آزاد تصور نہیں کیا جاتا (اس قانون کے چند استثنا ہیں) عورت کو ایسے کام کرنے کی اجازت ہے جو اس پر فرض نہیں ہیں لہٰذا وہ نئے سال کے موقع پر بجائے جانے والے قرنا کی آواز سن سکتی ہے۔ اس قانون سے مرد کے مقابلے میں عورت کی مذہباً کمتری واضح ہوتی ہے کیونکہ تالمود کے ایک اور حکم کے مطابق جو شخص اپنے فرائض ادا کرتا ہے اسے ایسے شخص کی نسبت بہت زیادہ صلہ ملے گا جو کہ خود پر فرض نہ کیے گئے کام کرے۔

روایتی یہودیت کے مطابق جو عورت نئے سال کے موقع پر سینا گوگ جاتی ہے اور قرنا پھونکتے جانے کی آواز سنتی ہے اسے یہی عمل کرنے والے مرد کی نسبت خدا کم صلہ دے گا کیونکہ عورت پر قرنا کی آواز سننا فرض نہیں ہے جبکہ مرد پر فرض ہے۔ تاہم تالمود میں Tractate Kiddushin (صفحہ 34 اے) پر آیا ہے کہ عورتوں پر تورات پڑھنا فرض نہیں ہے۔ حالانکہ یہ وقت سے آزاد فریضہ ہے۔ یہ قانون ہلاکا کا حصہ ہے۔ بعد ازاں اس قانون کا مطلب یہ لیا گیا کہ عورتوں کو صرف یہ جاننا چاہئے کہ انہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ چنانچہ مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ عورتوں کو مقدس مطالعات کے کن حصوں سے فیضیاب ہونے کی اجازت ہے اور کن حصوں سے فیضیاب ہونے کی اجازت نہیں ہے؟ میمون نے اس سوال کا جواب تالمود کے کئی حوالوں کے ساتھ دیا ہے وہ اپنی کتاب تورات پڑھنے کے قوانین (باب اوّل، قانون 13) میں لکھتا ہے۔

تورات پڑھنے والی عورت کو خدا صلہ تو دیتا ہے لیکن یہ تورات پڑھنے والے مرد کو ملنے والے صلہ سے کم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر تورات پڑھنا فرض نہیں ہے اور ہر ایسا شخص جو خود پر فرض نہ کئے گئے کام کرتا ہے کم صلہ پاتا ہے بہ نسبت ایسے شخص کے جو کہ خود پر فرض کیے گئے کام کرتا ہے تاہم عورت کو صلہ ضرور ملتا ہے۔ داناؤں نے ایک شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو تورات کی تعلیم نہ دے کیونکہ بیشتر عورتیں تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتیں اور وہ ناسمجھی کے باعث تورات کی تعلیم کو بے معنی بنا دیتی ہیں۔

داناؤں نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو تورات پڑھاتا ہے وہ اس شخص جیسا ہے جو اپنی بیٹی کو بے مزہ معاملات سکھاتا ہے۔ تاہم یہ قانون صرف تالمود پڑھانے پر عائد ہوتا ہے۔ اگر کسی عورت کو بائبل کی تعلیم دی جائے تو ایسا کرنا اسے بے مزہ معاملات کی تعلیم دینے کے مترادف نہیں ہوگا۔" (اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی، صفحہ ۷۲، ۷۳)

تالمود میں عورت کے متعلق کیا ہے اسرائیلی صحافی کا دید لیپر اپنے مضمون "عورت غلاظت سے بھری بوری" میں لکھتا ہے:

"مار پیٹ، جنسی درندگی، سفاکی، حقوق سے محرومی، عورت کا صرف ایک جنسی تسکین دینے والی شے کی طرح استعمال تم ان سب باتوں کو تالمود میں پا سکتے ہو دو ہزار برسوں سے عورتوں کو یہودی مذہب (آرتھوڈوکس یہودیت) میں ایک اچھا مقام حاصل ہے۔ یہ اس مقام سے مختلف ہے جیسا کہ ربی بیان کرتے ہیں۔ ہلاکا کے مطابق جانوروں اور مویشیوں کی طرح عورت کا مقام کوڑے کا ڈھیر ہے۔ یہودی مذہب (آرتھوڈوکس یہودیت) کے مطابق ایک مرد بیوی کہلانے والی غلام عورت کو محض کھانے اور لباس کے عوض جنسی عمل کیلئے خرید تا ہے۔" (اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی، صفحہ ۷۴)

محترم قارئین!

بعض مذاہب نے بنتِ حوا کو جس پاتال میں جھونکا اس کے چند نمونے آپ نے ملاحظہ کئے۔ رہبانیت کے نام پر نسوانیت کا قتل، تجرد کے نام پر بے راہ روی کا فروغ عیسائیت پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

عورت عیسائیت کے اندر راہبہ بن کر بھی مرد کے مساوی مقام نہیں پا سکتی۔ اس کو معاشرہ و مذہب وہ مقام اور احترام نہیں دیتا جو اس بنتِ حوا کا حق بنتا ہے۔ لامحالہ وہ اپنے حقوق کیلئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے.... غالباً اسی وجہ سے دنیائے عیسائیت کی پہلی خاتون بشپ پینی جیمی سن نے دیگر عورتوں کو اپنی تقلید کرنے سے منع کر دیا۔

روزنامہ جنگ کی یہ رپورٹ ملاحظہ کیجئے :۔

"دنیا میں کلیسا کی پہلی خاتون بشپ پینی جیمی سن کو یقین ہے کہ انہیں خدا نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اس لئے وہ دوسری خواتین کو اپنے راستے پر چلنے کا مشورہ نہیں دیں گی۔ مقامی اخبار ڈیلی ٹائمز کے مطابق 55 سالہ بشپ پینی نے ان خیالات کا اظہار گذشتہ دنوں لندن میں کلیسا کے پادریوں کی کانفرنس میں کیا۔ بشپ پینی نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسے ہمیشہ درویش یا شیطان کے طور پر دیکھا گیا ہے جس سے میرا دل ٹوٹ کر رہ گیا ہے۔ انہوں نے کہا ایک خاتون کی حیثیت سے اس سے مردوں کے مقابلہ میں ہمیشہ نرمی کی توقع کی گئی لیکن جب کبھی مَیں نے ایسا نہ کیا تو مجھے ایک سخت دل اور مطلبی انسان تصور کیا گیا۔ انہوں نے کہا مجھے لیڈر شپ ملنے کے بعد سے نہ صرف تکلیف پہنچائی جاتی رہی ہے بلکہ ایسا لگتا ہے میں کوئی سزا کاٹ رہی ہوں اور یوں میں نے خود کو ہمیشہ غیر محفوظ اور بے بس محسوس کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ، لاہور ۲۸/جولائی ۱۹۸۸ء)

احبابِ من!

اس نام نہاد رہبانیت نے بنتِ حوا پر کیسے ستم ڈھائے۔ کہیں اس بنتِ حوا کو مسیح سے شادی کا جھانسہ دے کر راہبہ بنایا گیا اور اس کی تمام عمر بغیر شادی کے رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔

اس بنتِ حوا پر رہبانیت کے نام پر پادریوں نے کیا ستم ڈھائے اس کیلئے کتاب "پادریوں کے کرتوت" ملاحظہ کیجئے۔

سماجی محرک زندگی کے نشیب و فراز نے اس بنتِ حوا کا سماجی طور پر بھی استیصال کیا۔ ہندو مت کو تو جانے دیجیے وہاں تو شاید عورت کو نیم انسان سے زیادہ کا درجہ کبھی بھی نہیں دیا گیا۔ اس جنم جلی کو ہمیشہ ہی طعنوں کی آگ میں جلایا گیا اور پھر بھی یہ نہ جلی تو ستی کر کے جلایا گیا۔

لیکن الہامی مذاہب کے ٹھیکے داروں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، پڑھئے:۔

"ویل دیوارانٹ نے اسکندریہ کی ایک خاتون کا ذکر کیا ہے جس کا نام ہیپاٹیا (Hypatia) تھا۔ اس نے پہلے فن ریاضی میں کمال حاصل کیا اور علم فلکیات میں پٹولیمی (Ptolemy) نے جو کتاب لکھی تھی اس کی شرح لکھی۔ اس نے علمِ ریاضی میں گراں بہا تصنیفات تالیف کیں۔ پھر ریاضی سے وہ فلسفہ کے میدان میں پہنچی۔ افلاطون اور پلوٹیس کے خطوط پر اپنا مستقل نظامِ فکر تعمیر کیا۔ اس زمانے کا ایک عیسائی مورخ سقراط لکھتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے تمام فلسفیوں سے گوے اسبقت لے گئی تھی۔ اسے اسکندریہ کے عجائب خانہ میں فلسفہ کی "چیئر" تفویض کی گئی تھی۔ اس کے لیکچر اتنے دلکش اور مدلل ہوتے تھے کہ دور و نزدیک سے سامعین کا ایک جم غفیر اس کا لیکچر سننے کیلئے جمع ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی پاک بازی اور راست گفتاری کے باعث عالمی سطح پر قابلِ تعریف اور قابلِ تکریم بن گئی تھی۔ لیکن اسکندریہ کے عیسائی اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ وہ صرف خود ہی لوگوں کو راہِ راست سے بھٹکا دینے والی کافرہ نہ تھی بلکہ وہ اورسٹس (Orestes) کی دوست تھی جو اس شہر کا ایک کٹر کافر تھا۔ جب آرچ بشپ "سیرئیل" (Cyril) نے اپنے راہبوں کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ اسکندریہ سے یہودیوں کو نکال باہر کریں تو اورسٹس نے بادشاہ کو اس واقعہ کی خفیہ رپورٹ دی۔ بعض راہبوں نے اس پر پتھراؤ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ سیرئیل کے معاونین نے ہیپاٹیا پر یہ الزام لگایا کہ اس نے اورسٹس کو مصالحت کرنے سے باز رکھا ہے۔ ایک دن ہیپاٹیا بگھی میں جا رہی تھی کہ سیرئیل کے چند کٹر پیروکاروں نے جن کی قیادت سیرئیل کے دفتر کا ایک چھوٹا سا کلرک کر رہا تھا۔ اسے بگھی سے نیچے اُتار لیا۔ اُسے گھسیٹ کر ایک کلیسا میں لے گئے۔ اس کے کپڑے اُتار دیئے گئے۔ ٹائلوں سے اسے اتنا مارا کہ وہ دَم توڑ گئی۔ پھر انہوں نے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اس کو نذرِ آتش کر دیا۔" (ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری جلد ۱، ص ۲۳۱،۲۳۳ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور بحوالہ دی ایج آف فیتھ)

کیا کہیں گے ان واقعات پر تجدّد پسند بلکہ "موجدینِ تجدد"؟

یہ ستم تو اسلام نے نہیں ڈھایا۔۔۔۔۔ ایسا تو اسلام کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔۔۔۔ ایسا تو مذہبِ اسلام نے کہیں حکم نہیں دیا۔

پھر مغربی و عیسائی دنیا اسلام کے خلاف حقوقِ نسواں کی خلاف ورزی کا نام نہاد ڈھنڈورا کیوں پیٹتی ہیں؟

کیا بتا سکتی ہے دنیائے عیسائیت! اس لڑکی کا قصور کیا تھا جو پادریوں نے اس کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کیا؟

یہی وجوہات تھیں جن کی بنا پر مغرب میں جدید تحریک حقوقِ نسواں نے جنم لیا اور تحریف شدہ بائبل کی دھجیاں بکھیر دیں۔

مشہور متعصب مستشرقہ کیرن آرم سٹرانگ کو لکھنا پڑا:۔

"ہمیں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مسیحی یورپ میں خواتین کو اس قسم کے حقوق (جو اسلام نے دیئے) حاصل کرنے کیلئے انیسویں صدی تک انتظار کرنا پڑا، اس کے باوجود قانون کا جھکاؤ بدستور مردوں کی طرف ہے۔" (پیغمبر اسلام کی سوانح حیات، صفحہ ۲۵۷)

اپنی ایک اور کتاب میں لکھتی ہیں:۔

"قرآن عورتوں کو ایک قانونی رتبہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا جو بیش تر مغربی خواتین کو انیسویں صدی تک بھی حاصل نہ ہو سکا۔" (پیغمبر امن، صفحہ ۱۰۸)

مغربی دنیا کے یہ حقائق بتا رہے ہیں کہ عورت کو آج تک مغرب بھی وہ مقام نہ دے سکا جو اس کا حق تھا۔

کامریڈ ٹومی شیریڈن لکھتے ہیں:۔

"اسکاٹ لینڈ میں مرد عورتوں پر اس سے کہیں زیادہ حملے کرتے ہیں جتنے نسل پرستی یا فرقہ واریت کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر حملے گھروں میں ہوتے ہیں اور بعض انتہائی صورتوں میں نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ مردوں کی طرف سے عورتوں پر اکثر تشدد آمیز حملے اس روایتی ضبط کے تحت کیے جاتے ہیں جو مردوں کی برتری کی بابت 21 ویں صدی میں بھی موجود ہے۔ کئی صدیوں تک یعنی 19 ویں صدی کے اختتام تک مردوں کو از روئے قانون یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی بات منوانے کیلئے عورتوں پر تشدد کر سکتے تھے۔" (سوشلزم اکیسویں صدی میں، از ٹومی شیریڈن صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ جمہوری پبلیکیشنز لاہور)

سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو مغرب میں عورتوں کی سماجی زندگی پر منڈلانے والے زنا بالجبر کے سائے کے متعلق لکھتی ہیں:۔

"ہماری ابتدائی کلاس میں ہمیں زنا بالجبر کے خطرات کے متعلق جو لیکچر دیئے جاتے تھے، ریڈ کلف میں مَن کر وحشت ہوتی تھی۔ مَیں نے امریکہ آنے سے قبل زنا بالجبر کے بارے میں کبھی سنا تک نہیں تھا اور اب اس امکان کی وجہ سے میں اگلے چار سال کبھی رات کو اکیلی گھر سے باہر نہیں نکلی۔" (مشرق کی بیٹی، از بے نظیر بھٹو، صفحہ ۸۶ ناشر مساوات پبلی کیشنز، اسلام آباد)

یہ تھے وہ سماجی محرکات کے چند نمونے جنہوں نے مغرب میں تحریکِ حقوقِ نسواں کو بالخصوص فروغ دیا۔

راحتوں کے محل زمین بوس ہو رہے ہیں۔۔۔ عظمتِ رفتہ کی داستانیں خاک میں مل رہی ہیں۔۔۔

کاش کہ اس وقت آہ وبکا سے زمین کا سینہ شق ہو جاتا۔۔۔ اور گریہ وزاری سے آسمان کا کلیجہ پھٹ جاتا۔۔۔ کراہنے کے نالے فضا کو سوگوار بنا دیتے۔۔۔

کاش کہ دم توڑتی سسکیاں انقلاب آفریں نعروں میں بدل جاتیں۔۔۔

مگر حقیقتِ حال سے انکار کس میں ہے؟

سچائی سے انکار کیونکر ہو سکتا ہے؟

زوالِ اُمّتِ مسلمہ!

اپنے دامن میں نہ جانے کتنے فتنوں کو سمیٹ لایا۔۔۔

منہ زور آندھیوں نے فکر و نظر کے چراغوں کو بجھا دیا۔۔۔

ہولناک طوفانوں کی لہروں نے اسلامی اقدار کی فصیلوں کو پارہ پارہ کرنے کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔۔۔

گل و انگبیں کے مالک اور مہ و کہکشاں کے پالے خاک میں ملا دیئے گئے۔۔۔ ستاروں پر کمند ڈالنے والے تحت الثریٰ کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔۔۔

احبابِ من!

اندھیری شب نے جانے کب سے سحر کو پابہ زنجیر کر رکھا ہے۔

قدم قدم۔۔۔ ستم ستم

تپش تپش۔۔۔ قدم قدم

نویدِ سحر کے منتظر مسلمانو!

انگاروں پر دوڑتے دوڑتے منزل شاید مل ہی جاتی۔۔۔

زخموں سے چور چور بدن شاید راحت کی سحر دیکھ ہی لیتا۔۔۔

آنسو، سسکیاں، آہیں اور کربناک حالات شاید ماضی کے خوبصورت و حسین جزیروں میں لا چھوڑتی۔۔۔

مگر ستم تو ہم پر یہ ہوا کہ

جلتے ہوئے شعلوں کی تپش میں ہمارے دانشور شبنم کی ٹھنڈک محسوس کر رہے ہیں۔۔۔۔

خون کی لالی اور زخموں کی کسک کو راحت وسکون سے تعبیر کر رہے ہیں۔۔۔۔

خارزار اندھیارے جنگل کو چاندی میں ڈوبا ہوا گلشن وگلستاں قرار دے رہے ہیں۔۔۔۔

ہاں!

جب قومیں زوال پذیر ہوتی ہیں تو سوچنے، دیکھنے اور بولنے کے انداز تبدیل ہو ہی جایا کرتے ہیں۔۔۔۔

پھر قومیں سوچتی ہیں مگر فاتحین کے دماغ سے۔۔۔۔

اقدار کو اپناتی ہیں مگر فاتحین کے سماج سے۔۔۔۔

فاتحین کی برائی بھی اچھائی معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔

فاتحین کی نقالی میں فخر محسوس ہوتا ہے۔۔۔۔

ہاں اگر نفرت محسوس ہوتی ہے تو!

اپنی سابقہ روایات سے۔۔۔۔

اپنی سابقہ اقدار سے۔۔۔۔

اپنی گزشتہ زندگی سے۔۔۔۔

اپنے اسلاف کے روشن کارناموں سے۔۔۔۔

اپنے بزرگوں کے پائیدار اور سنہرے فیصلوں سے۔۔۔۔

اسلامی ممالک میں جدید تحریک حقوقِ نسواں بھی مغرب وصیہونیت کی کلوننگ سے پیدا ہوئی۔

عقل ورطۂ حیرت میں گرفتار ہے کہ

جنہیں اسلام نے اپنے ابتدائی دور میں حقوق عطا کئے وہ اپنے حقوق کا نیلام حقوق کی آڑ میں کیوں کر رہے ہیں۔۔۔

جن کے پاس روشن کتاب ہے جو دستورِ زندگی ہے، اس میں ان کے حقوق کی تمام شقیں موجود ہیں۔۔۔

پھر وہ (چند اشخاص) کیوں حقوق، حقوق کا واویلا مچا رہے ہیں؟

ڈالرز اور پونڈ ہی اُن کا مذہب اور مقصدِ زندگی کیوں بن کر رہ گیا ہے؟

صیہونیت وصلیبیت کے ہاتھوں وہ کیوں کھلونا بنے ہوئے ہیں؟

کیوں کہ!

آج بھی باطل صلاح الدین ایوبی کے مزار کی خاک سے خوفزدہ ہے۔

آج بھی طاغوتی قوتیں معرکہ بنو قریظہ کا انتقام لینے کیلئے مچل رہی ہیں۔

انہیں ڈر ہے اس اِدارے سے جس کی آغوش میں صلاح الدین ایوبی پرورش پاتا ہے۔

محمد بن قاسم، محمود غزنوی، طارق بن زیاد نے جن اِداروں میں پرورش پائی وہ کوئی ہاورڈ یا آکسفورڈ یونی ورسٹی نہیں تھی بلکہ انہوں نے اپنی مسلمان ماؤں کی گود میں تربیت حاصل کی۔

لہٰذا یہ اِدارہ جسے ماں کہا جاتا ہے طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا اور یہ شقی القلب اس اِدارے کی تباہی کا سامان کرنے لگے۔

رفیقانِ ملت!

جب تک اِدارے اپنی اپنی حدود میں رہتے ہیں تصادم نہیں ہوتا اور جب ادارے اپنے دائرۂ عمل سے نکل جاتے ہیں تو ہولناک تصادم اِداروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ یہی سب کچھ طاغوتی قوتوں نے اپنا مقصدِ زندگی بنا لیا ہے۔

احبابِ من!

غیر اسلامی ممالک میں ہم نے جدید تحریکِ نسواں کے محرکات کا جائزہ لیا جہاں عورت یا تو انسان سمجھی ہی نہیں گئی اور اگر اس بنتِ حوا کو سمجھا بھی گیا تو نیم انسان۔ اس کو ایک مکمل انسان نہ اُن کے مذاہب نے ہونے دیا نہ اُن کی یونانی فکر نے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے!

مقامِ غور و فکر یہ ہے!

کہ اسلام نے تو یہ حقوق عورت کو چودہ سو سال قبل ہی عطا کر دیئے تھے پھر اسلامی ممالک میں جدید حقوقِ نسواں کی آڑ میں حقوقِ نسواں کو غصب کرنے کی تحریک کیوں چلائی جارہی ہے؟

اسلامی ممالک میں جدید تحریک حقوقِ نسواں کے محرکات کیا ہیں؟

اسلامی ممالک میں جدید تحریک حقوقِ نسواں کے درج ذیل محرکات ہیں۔۔۔۔

مغرب کی اسلام دشمنی

ابتدائے اسلام ہی سے یہود و نصاریٰ جن کی تاریخ آپس کی دشمنی سے بھری پڑی ہے اسلام دشمنی میں ایک جان دو قالب ہو چکے ہیں۔

صیہونی نہ جانے کب سے دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہے ہیں اور اس خواب کی عملی تعبیر کیلئے جائز و ناجائز ہتھکنڈوں، سازشوں، فتنوں کی بساط بچھا رہے ہیں بلکہ بچھا چکے ہیں اور اب تو نتائج سمیٹ رہے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے یہودی سازشوں کا منصوبہ "پروٹوکولز" کے نام سے منظر عام پر آیا۔

وکٹری ای مرسڈن پرٹوکول نمبر 3 کے علامتی سانپ کے حوالے سے لکھتا ہے:۔

"صیہون کی طرف سانپ کی مراجعت اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ تمام یورپی حکومتیں کمزور اور بے بس نہ ہو جائیں۔ یعنی جب تک اقتصادی بحران اور ہمہ گیر تباہی و بربادی لوگوں کو روحانی و اخلاقی پستی کے گڑھے میں نہ دھکیل دے۔ اس مقصد کیلئے خوب صورت یہودی عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ یہ عورتیں دوسری قوموں کے رہنماؤں میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے کا سب سے مؤثر اور یقینی ذریعہ بنیں گی۔ جن ممالک میں سے یہ سانپ گزر چکا ہے اور یہودی عورت اپنا کام دکھا گئی ہے ان میں آئین، قانون اور اخلاق کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی ہے۔" (یہودی پروٹوکولز، صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

مزید آگے لکھتا ہے:۔

"اس (سانپ) کا رُخ (نقشے میں) مشرق (مسلم ممالک) کی طرف مڑ جاتا ہے۔ جب اس علاقے پر اسرائیل کی گرفت مکمل ہو جائے گی تو اینگلو انڈین بلاک کی ایماء پر اور ان کے براہ راست مداخلت سے جس کی حمایت کمیونسٹ ممالک بھی کریں گے باقی اسلامی دنیا پر قبضہ آسان ہو جائے گا۔" (یہودی پروٹوکولز، صفحہ ۱۲۰)

کمیونسٹوں نے اس صیہونی فکر پر کس طرح عمل درآمد کیا محمد مقصود اپنے مقالے 'عورت اور یورپ' میں لکھتے ہیں:۔

"کمیونسٹوں نے جہاں اُمتِ مسلمہ کو کمزور کرنے کیلئے دوسرے بہت سے ہتھکنڈے اختیار کیے وہاں وہ اسلامی معاشرت کے اس مرکزی پہلو پر بھی حملہ آور ہوئے۔ سقوطِ بخارا کے فوراً بعد یہاں کی عورتوں میں بھرپور طریقے سے جدت پسندی اور آزادیٔ نسواں کی ترویج اور اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ کمیونسٹوں نے عورت کو اسلامی تہذیب و اقدار سے بیگانہ کر کے انہیں گھر کی چاردیواری سے باہر کھینچ لانے کیلئے بڑے محتاط اور بظاہر بے ضرر طریقے اختیار کئے۔ ان سادہ لوح خواتین کو ایک طرف تو اس خوش فہمی میں مبتلا کیا گیا کہ ہمیں تمہارے مذہب و تہذیب، روایات و رسوم سے کوئی سروکار نہیں ہم تو صرف عورتوں کی اقتصاد و بہبود سے دلچسپی رکھتے ہیں دوسری طرف انہیں جدید معاشی وسائل فراہم کر کے کمیونزم کے جال میں پھنسایا گیا۔ اس سلسلہ میں روسی کمیونسٹ عورتوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔" (اُف یہ پادری، از محمد متین خالد صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت لاہور)

عورت کا کردار معاشرے میں کس قدر اہم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فرانسیسی استعمار نے "الجزائر" کے معاشرے کو تباہ کرنے کیلئے وہاں کی فوج میں "لادینیت" پھیلا دی مگر اپنے مقاصد حاصل نہ کرسکے۔ چنانچہ انہوں نے ماہر معاشرت "روجیہ موینیہ" کا تعاون حاصل کیا۔ "روجیہ موینیہ" نے اس مقصد کیلئے الجزائر کے شہر در شہر۔۔۔۔ قریہ در قریہ گھومنے کے بعد اور وہاں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد حکومت فرانس کو یہ رپورٹ پیش کی اور اس رپورٹ میں اس نے کہا کہ

"اگر تم الجزائر کو ختم کرنا چاہتے ہو، تو عورت ہی ایک راستہ ہے۔ عورت اسلامی اقدار کی محافظ ہے، اگر تم اس کو اسلام سے دور کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے۔" (گلوبلائزیشن اور اسلام، از محمد یاسر ندیم دیوبندی صفحہ ۳۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی بحوالہ رسالہ الشقائق)

ماہر معاشرت "روجیہ موینیہ" کی یہ رپورٹ صرف فرانس ہی کا دستور نہیں بنی بلکہ مغرب نے اسے اپنی اسٹراٹیجی پالیسی اور حکمتِ عملی میں شامل کرلیا اور عورت کو ہتھیار بنا کر اسلامی اقدار کی تباہی کے کیا کیا سامان ہوئے اور کس طرح ہوئے اسے ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

"گلوبلائزیشن کو کیوں کہ سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے، اس لئے "عورت" کے حوالے سے، مغرب نے اسلام ہی پر سب سے زیادہ ریشہ دوانیاں کیں، مسلمان عورت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ وہ اسلامی معاشرے میں ایک "مظلوم" کی حیثیت رکھتی ہے، اس کو وہ حقوق حاصل نہیں ہیں، جن کی وہ مستحق ہے۔ اسلام نے عورت پر پردہ مسلط کر کے عورت کو مرد کا اسیر اور غلام بنادیا ہے۔ اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات نہیں ہے، لہٰذا عورت کو چاہئے کہ وہ مغربی معاشرے کی آغوش میں آجائے، جو اِن (نام نہاد) برائیوں سے پاک ہے اور عورت کو مرد کے برابر کا درجہ عطا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خاندان اور معاشرے کی تشکیل میں مرد کا جتنا کردار ہے، اس سے کہیں زیادہ اہم عورت کا کردار ہے، اس لئے اسلامی معاشرے کے وجود کو پارہ پارہ کرنے کے لئے، مغرب نے عورت کے ذریعے اپنے منصوبے نافذ کرنے شروع کئے۔

الف ۔ یورپ اور امریکہ کی جانب سے خواتین کی مقامی، سوشل اور سیکولر تنظیموں اور اِداروں کو مالی افراد کی فراہمی کی گئی، جس کا مقصد مادّی وسائل کو بروئے کار لاکر، عورت کو گمراہ کرنا اور راہِ راست سے ہٹانا ہے۔ چنانچہ مغرب نے اس قسم کے اِداروں اور تنظیموں کی زبردست امداد کی۔ ۱۹۹۴ء میں قاہرہ میں آبادی کانفرنس منعقد ہونے کے بعد مصر، اُردن اور تونس میں خواتین کی مختلف تنظیمیں قائم ہوئیں، جنھوں نے عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ ان تنظیموں کو اپنے پروگرام چلانے کیلئے اقوام متحدہ کی جانب سے ۲۰۰ ملین ڈالر ملے۔

ب ۔ انسانی حقوق کی حفاظت اور عورت کے خلاف ہر طرح کے امتیاز کو زائل کرنے سے متعلق عالمی معاہدے کرانا، وہ دوسرا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے مغرب نے عورت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسلم ممالک کو ان کے قرضے معاف کردینے کا لالچ دے کر، اس بات کا پابند بنایا گیا کہ وہ ان معاہدوں پر دستخط کریں اور ان کو اپنے یہاں نافذ کریں۔ بہ صورت دیگر ان ممالک کو حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی کرنے والا قرار دے دیا جائے گا اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کے خلاف سزا کے طور پر اقتصادی پابندی بھی عائد کی جاسکتی ہے۔

ج ۔ اقوام متحدہ کے نام پر منعقد ہونے والی خواتین کی کانفرنسیں، تیسرا ذریعہ ہیں، جن کا مقصد انسانی اور خصوصاً اسلامی معاشروں کو منہدم کرنا ہے۔ بعض اسلامی ممالک میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں جو مقالے پیش کیے گئے، اُن کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ان کانفرنسوں کا مقصد 'مسلمان عورت' کو اسلام کے اس معاشرتی نظام سے نکال دینا ہے، جس کی بنیاد عورت کی فطرت اور اس کی شرافت ہے۔" (گلوبلائزیشن اور اسلام، صفحہ ۳۵۱، ۳۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

عزیزانِ گرامی!

آزادیِ نسواں کا نتیجہ کیا نکلا؟

بربادیِ نسواں کے کیا کیا ساماں ہوئے؟

آزادیِ نسواں کے مقدس فریب نے کیا گل کھلائے؟

حکیم الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"ہماری بچیاں جن کی مائیں اور دادیاں شرم وحیا کا نورانی پیکر تھیں آج بے جھجک ننگے سر، تنگ اور چست لباس زیب تن کئے سراپا آرائش وزینت بن کر عام شاہراؤں پر سینہ تانے مٹکتی پھرتی ہیں۔ قتل ورہزنی میں اس قدر ہوش رُبا اضافہ ہو رہا ہے کہ انتظامیہ حیران وبے بس ہے۔ اغوا اور عصمت دری کے زہرہ گداز اور دردناک حادثات رونما ہو رہے ہیں۔ کبھی کراچی کے ساحل پر کالج کی دوشیزاؤں کے ناموس کی چادر کو تار تار کیا جاتا ہے۔ کبھی یہ افواہ غارت گر صبر وسکون بنتی ہے کہ یونی ورسٹی کے ایک استاد نے اپنی ایک طالبہ کے ساتھ جو حقیقت میں اس کی بچی ہے، ناشائستہ حرکت کی۔ کبھی کسی آرٹ کالج میں داخلہ کا اسکینڈل اہل دل کو خون کے آنسو رُلا دیتا، کبھی یہ وحشت ناک خبر اخبارات میں شائع ہوتی ہے کہ بھرے بازار میں کوئی کار والا کسی لڑکی کو زبردستی اُٹھا کر کار میں ڈال کر رفوچکر ہو گیا ہے۔ وقتی طور پر ہنگامہ سا اُٹھتا ہے لیکن چند دن کے بعد موت کا سا سناٹا اور کوئی یہ پوچھنے اور جاننے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا کہ وہ بدمعاش کیفر کردار کو پہنچا یا نہیں۔ قوم کے اجتماعی ضمیر کی بے حسی کا یہ عالم کتنا المناک ہے۔" (جمالِ کرم، از پروفیسر حافظ احمد بخش جلد دوم، ص ۱۷۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلشرز لاہور)

سیّد ریاض حسین شاہ، قوم کی بیٹیوں سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حوا تو ہے۔۔۔ مریم تیرا نام ہے۔۔۔ تقدیس تو تھی اور تربیت تیرے دم سے تھی۔۔۔ کہاں گئی عفت۔۔۔ کہاں گئی عصمت۔۔۔ کہاں گیا ولولۂ تعمیر۔۔۔ اور کہاں چھوڑا حسن وحیا۔۔۔ معاف! معاف!۔۔۔ اور معذرت صد معذرت!

مجھے تلاش ہے میری تاریخ کی۔۔۔

اور میری تاریخ تیرے ہاتھ میں ہے۔

میری بہن! قوم گیند نہیں ہوتی اور ملت عطردان نہیں ہوتی۔

ہو چکا جو ہونا تھا۔ کر لیا جو اغیار نے کرنا تھا، اب باطل کا دور نہیں نور کا زمانہ ہے۔

اب مغرب کا لات ومنات نہیں چلے گا۔ اللہ ہو گا' خدا ہو گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں گے۔ نورِ حیا ہو گا، باخدا ہو گا۔

اُٹھ اپنا کردار ادا کر ـــــ

ان کاموں سے بچ جن سے رسولِ خدا نے منع کیا ہے۔

تو تحریکِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیک دل اور جانباز کارکنہ ہے۔

تجھے دنیائے کفر کی بے لگام خواتین کے نقشِ قدم پر نہیں چلنا چاہئے۔

دین دشمن تحریکوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہئے۔ بہکے افکار اور اُلجھی سوچوں کے دھاروں پر نہیں چلنا چاہئے۔ تیری زندگی کا اپنا منشور ہے، تیرا اپنا ایک نظام حیات ہے۔

تیرے پڑھنے کیلئے ایک کتاب ہے' تیری قیادت کیلئے تیرے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تیری اپنی ایک تہذیب ہے' تیرے تمدن کا اپنا ایک بانکپن ہے۔

گھروں کی اونچی اونچی دیواریں تیری قید کی علامت نہیں۔۔۔۔ تیری عظمت کی دلیل ہیں۔

حیا کی چادر قدامت نہیں۔۔۔۔ پاکیزگی کی برہان ہے۔

تیری دبی لچی آواز بزدلی نہیں۔۔۔۔ عصمتوں کا وقار ہے۔

تیری جھکی پاک نگاہی تہذیبی سرقہ نہیں۔۔۔۔ تمدن کی اصلاح ہے۔

بچوں میں رہنا تیرا اچھپنا نہیں۔۔۔۔ ملّت کی رگِ تقدیر میں خونِ حیات ہے۔" (صبح زندگی از سید ریاض حسین شاہ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ ادارہ تعلیمات اسلامیہ)

حکیم الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"مغربی معاشرہ کی تقلید میں آخر ہم اتنے بے تاب کیوں ہیں؟

کیا ان گھروں میں سکون کی وہ چاندنی چھٹکتی ہے جس سے ہمارے گھروں کے صحن منور ہیں؟

کیا وہاں شوہر اور بیوی میں وہ اعتماد موجود ہے جس سے ہم یہاں لطف اندوز ہیں؟

وہ تو عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر خون کے آنسو رو رہے ہیں اور ہم وہ سوختہ سامان ہیں کہ اپنی پاکیزہ روایات کی متاعِ عزیز کو لٹا کر اُن کی پیروی کیلئے پر تول رہے ہیں۔ آؤ مل بیٹھیں اس قعرِ مذلت میں کودنے سے پہلے ایک مرتبہ صلاح مشورہ تو کر لیں۔" (جمالِ کرم، جلد دوم ص ۵۸۱)

عزیزانِ گرامی!

آزادیِ نسواں کا یہ منظر بھی ملاحظہ فرمایئے۔

ابو عفان اپنے مقالے "عاصمہ جہانگیر اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی" میں لکھتے ہیں:۔

"عاصمہ جہانگیر کے ادارے "دستک" نے ہر اُس راہ بھٹک جانے والی لڑکی کو والدین اور دین سے بغاوت پر آمادہ کیا اور اسے گمراہی میں دور لے جانے کی کوشش کی جو اُن کے ہاتھ آ گئی۔"

چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:۔

"جو لڑکیاں 'دستک' میں پناہ لیتی ہیں انہیں سب سے پہلے ایک مخصوص مغربی ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔

اور بعد ازاں ان لڑکیوں کو مخصوص لڑکوں کے ساتھ میل جول کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

ایک طرف تو ایچ آر سی پی کیلئے افرادی قوت تیار ہوتی ہے جب کہ دوسری طرف ان لڑکیوں کو بعض بڑے افسروں، سیاست دانوں اور بااثر شخصیات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو اِن لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ یوں "دستک" ظاہری طور پر لڑکیوں کی پناہ اور ان کی عزت کے رکھوالے کا کردار ادا کر رہا ہے جب کہ پس پردہ اس کا کردار عزت کے لٹیروں کا ہے۔" (حقوقِ انسانی کی آڑ میں، ص ۶۲۲، ۵۲۲)

بناتِ اسلام!

تمہاری قوم کی تباہی کا سامان ہو رہا ہے۔

تمہیں ایک مخصوص سازش کے تحت استعمال کیا جا رہا ہے۔

تم سمٹ جاؤ تو قوم پھیل سکتی ہے۔ تم گھر میں ذمّے داری سنبھال لو تو قوم بامِ عروج پر جھنڈے لہرا سکتی ہے۔

مسز تنویر ندیم اپنے مقالے "این جی اوز اور اُن کی سرگرمیاں" میں لکھتی ہیں:۔

"کچھ این جی اوز اور اسلامی تعلیمات میں ابہام پیدا کر کے بڑی شد و مد کے ساتھ سادہ اور فاضل مسلمانوں کو شعائرِ اسلام سے بد ظن کرتی اور عیسائیت کا پرچار کرتی ہیں۔ یہ این جی اوز اکثر و بیشتر مسلمانوں کی غربت اور بے بسی سے فائدہ اُٹھا کر انہیں پیسے کے بل بوتے پر بھی عیسائی بنا رہی ہیں۔"

کچھ آگے رقم طراز ہیں:۔

"حقوقِ نسواں اور آزادیِ خواتین کی علَم بردار این جی اوز کی اکثریت غریب، پسماندہ، پریشان حال اور بے سہارا خواتین کی مجبوریوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے ہوئے انہیں اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کرتی ہیں۔ یہ بظاہر اُن کی غم گسار اور خیر خواہ بن کر انہیں شوہروں اور خاندانی نظامِ زندگی سے بغاوت پر اُکساتی ہیں۔

ان این جی اوز نے ایسی خواتین کو ایسے ایسے سبق پڑھائے کہ گھروں کے گھر اُجڑ کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ بعض خواتین کو انہوں نے پیسے، شہرت اور اعلیٰ معیارِ زندگی کی چمک سے اتنا اندھا کر دیا کہ وہ اپنی روایتی حیا و تقدس کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے سربازار بکنے کو بھی تیار ہو گئیں۔" (حقوقِ انسانی کی آڑ میں، ص ۴۶۲،۵۶۲)

حقوقِ نسواں اور بناتِ اسلام

آج بنات اسلام کی جس طرح کردار کشی ہو رہی ہے اور جس طرح ایک سازش کے تحت انہیں حرص و ہوس کی دلدل میں دھنسایا جارہا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

آزادیِ نسواں کے دل فریب نعرے ملتِ اسلامیہ کی غیور بیٹیوں کو بہکانے کیلئے کیوں؟

اگر آزادیِ نسواں واقعی ایک پُر خلوص تحریک ہے تو اس کے نعرے فلسطین کی ان بناتِ اسلام کیلئے کیوں بلند نہیں ہوتے جو نصف صدی سے یہودی ظلم و ستم کا شکار ہیں؟ ان مسلمان بیٹیوں کیلئے بلند کیوں نہیں ہوتے جو افغانستان و عراق سے قید کر کے کیوبا کی جیلوں میں پہنچائی گئیں؟ جہاں اُن کیلئے ہر رات انگاروں کا دہکتا ہوا بستر لگتا ہے۔ کیا ان عورتوں کے زخموں کی ٹیس انہیں محسوس نہیں ہوتی۔

عزیزانِ گرامی!

جدید ذرائع ابلاغ میں ان ظلم و ستم کی داستانیں آپ ملاحظہ کر چکے ہوں گے، جن کو لکھنے سے میرا قلم عاجز ہے۔ کشمیر کی وادیوں میں آئے روز مسلم دوشیزاؤں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ حرص و ہوس کے بھوکے بھارتی ریچھ جب اپنی وحشت و بربریت پر اُترتے ہیں تو زمین تھر تھرانے لگتی ہے۔

لیکن پاکستان میں حقوقِ نسواں کے علَم بردار ۱۴ اور ۱۵/ اگست کی درمیانی شب بجائے ان مظلوم کشمیری عورتوں کے حقوق کیلئے مظاہرہ کرتے، ان کی وحشت و بربریت کو دنیا کے سامنے عیاں کرتے، ان بھوکے ریچھوں کے ساتھ رت جگا منایا گیا۔

ابو غریب کی جیل سے ایک مظلوم مسلمان دوشیزہ کا خط

"ابو غریب کی ایک مسلمان مظلومہ کا خط خون کے آنسوؤں سے لکھی گئی تحریر فلوجہ، خالدیہ اور رمادی کے مکینوں کے نام جو میرے ہم زبان، ہم وطن، احساس اور ہمدردی سے تہی ان لوگوں کے نام جو میرے ہم مذہب، میرے ہم فکر ہیں۔ اے میرے بھائیو! اے میری بہنو! مَیں نور ابو غریب کی بے دست و پا لڑکیوں میں سے ایک بے بس لڑکی، آپ کی بے خطا بہن، سگریٹوں سے داغے اور لہو رِستے ہاتھوں سے قلم تھامے آپ سے مخاطب ہوں۔

مَیں اپنی داستان کہاں سے شروع کروں، ابو غریب جیل میں محبوس بہنوں اور بیٹیوں کے غم اور اُن پر بیتے ظلم و ستم مَیں کیسے بیان کروں؟ جو مصائب و آلام ہم نے جھیلے انہیں بیان کرنے، انہیں سپردِ قلم کرنے کی طاقت مجھ غریب میں کہاں! بس آپ یہ جان لیں ہمارے پاکیزہ دامن اور رِدائے عزت کے آنچل پھٹ کر تار تار ہو گئے ہیں۔ ہم امریکی درندوں کی صلیبِ ہوس کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمارے جسموں کے ساتھ ہماری روحوں کو بھی جھلسا دیا ہے۔

آپ تو بس اتنا جان لیں ہر رات جب اُن کی ہوس، اُن کی شیطانیت سفاکی کا ہولناک کھیل شروع کرتی ہے تو ہم میں احتجاج کی سکت بھی نہیں ہوتی۔ ہماری عصمت لٹ چکی، ہماری ناموس، ہماری عزت مٹی میں مل چکی، اب صرف موت بچی ہے۔ ہم مرنے کے منتظر ہیں۔ ہمارے پاس زندہ رہنے کیلئے بچا ہی کیا ہے، مگر اے آزاد فضاؤں میں رہنے والو! تم جان لو جب تم اللہ کی نعمتوں سے شکم سیر ہوتے ہو تو ابو غریب کی یہ مظلوم عورتیں بھوک سے بلکتی ہیں۔ جب تم ٹھنڈے مشروبات پیتے ہو تو تمہاری بہنوں کو پانی کا ایک پیالہ نصیب نہیں ہوتا۔ جب تم نرم گداز بستر پر ہو تو تمہاری بہنیں کانٹوں پر لوٹتی اور درندوں کا قہر سہتی ہیں۔ جب تم خوشبوؤں اور مسرتوں کے جھولے جھولتے ہو تو ہمارا بدن آنکھ بن کر اپنی بربادی، اپنی تباہی پر آنسو بہاتا ہے۔ ہم روز صبح ایک دوسرے سے پوچھتی ہیں ہمارے بھائی کہاں ہیں؟ ہم روز پھاٹکوں پر نظریں جمائے رکھتی ہیں کہ شاید اب کوئی آئے اور ہمارے پاؤں کی بیڑیاں کھول کر کہے جا میری بچی جا، میری بہن تم آزاد ہو۔

ہماری آنکھیں کسی محمد بن قاسم کی راہ تکتے تکتے پتھرا چکی ہیں۔ ہمیں ہوس کے تیز دھار آلے آہستہ آہستہ کتر رہے ہیں مگر ویران ساحلوں پر کسی محمد بن قاسم کے قدموں کی چاپ سنائی نہیں دیتی۔ ہم نے پڑھا تھا رومیوں نے عراق کی ایک بیٹی کے دامن پر ہاتھ ڈالا تھا تو اُس کی فریاد معتصم باللہ تک پہنچی۔ سلطان اس وقت تخت سے اترا اور قہر بن کر رومیوں پر برس پڑا لیکن آج دنیا میں ہماری صدا سننے والا کوئی نہیں جس کے کانوں میں ہماری آواز پہنچ سکے، جو ہماری صدا، ہماری چیخیں سنا سکے، خدا کیلئے ہماری آواز سنو، ہمیں کہیں سے زہر لا دو۔ ہم اللہ اور اُس کے رسول کی ماننے والیاں ہیں۔ ہم کافروں کے بچے نہیں جن سکتیں۔"

نور کا یہ خط "البصرہ" ویب سائٹ پہ جاری ہوا۔ پہلے عربی اخبارات میں شائع ہوا اور پھر دنیا بھر کے رسائل، جرائد اور پرچوں نے اس کا ترجمہ شائع کیا۔

نور اُن درجنوں معصوم عراقی لڑکیوں میں سے ایک ہے جو ابو غریب جیل میں امریکیوں کے بدترین ٹارچر سے گزر رہی ہے۔

نور نے یہ خط ۱۰/ مئی ۲۰۰۴ کو تحریر کیا تھا۔ آج چھ سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا۔ چند دنوں میں یہ خط پورے عالمِ اسلام تک پہنچا۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی دلدوز چیخیں سن کر تو عالم اسلام میں قیامت ہو جانی چاہیے تھی۔

عافیہ صدیقی کے ساتھ کیا ہوا؟

اُس مظلومہ پر کس نے آنسو بہائے؟

کیا کسی آزادیِ نسواں کی نام نہاد تنظیم نے دکھاوے کیلئے ہی سہی کوئی احتجاج کیا؟

کیا ان مظلوم مسلمان دوشیزاؤں کیلئے کسی ریجنٹ پلازہ یا کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں کوئی کانفرنس منعقد ہوئی؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔؟

کیا یہ مظلوم دوشیزائیں عورتوں کی صنف میں شامل نہیں؟

کیا ان کے زخموں کی تکلیف اور ٹیس میں فرق ہے؟

سوچو بناتِ اسلام! سوچو؟

آزادیٔ نسواں اور ورکنگ ویمن

عزیزانِ گرامی!

ان آزادیِ نسواں کے علم برداروں کا مقصد کیا ہے؟

عورتوں کو برابری دلانا۔۔۔۔ عورتوں کو مردوں کے مساوی لانے میں یہ کس حد تک سنجیدہ ہیں؟

حافظ شفیق الرحمن اپنے مقالے "ورکنگ ویمن" صیہونی ادارے "گھسیٹی بیگمات" کے تحت لکھتے ہیں:۔

"عورتوں کو مردوں کے مساوی کھڑا کرنے کے معاملہ میں یہ کس حد تک سنجیدہ ہیں؟ سات کروڑ عورتوں کو مردوں کے برابر لا کھڑا کر دینے کی دعویدار یہ رہنما خواتین عورتوں کو برابری دینے کے کارِ خیر کا آغاز اپنے گھر سے کیوں نہیں کرتیں؟ پہلے اپنے گھر کی عورتوں کو تو اپنے برابر لا کھڑا کریں پھر میدان میں آ کر بھڑک بازی کریں۔۔۔۔

اپنے باورچی خانے میں کھانا پکانے والی کک (Cook)، صفائی کرنے والی مہترانی، برتن مانجھنے والی ماسی، کپڑے دھونے والی مائی اور گھنٹی کی آواز پر گیٹ کی طرف دوڑی جانے والی بلاوی کو کھانے کے اوقات میں اپنے ڈائننگ روم میں، ڈائننگ ٹیبل پر ساتھ بٹھا کر امپورٹڈ کراکری میں اپنے ہاتھوں سے کھانا پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کبھی تصور میں بھی خود کو آمادہ پاتی ہیں؟ بالائی طبقے کی یہ "پنڈتانیاں" شودر طبقے کی ان ملیچھوں کو تو اپنے بنگلہ "وِلا" کوٹھی اور محل میں اپنا باتھ روم بھی استعمال کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔

ملک بھر کی خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق دینے کی بات کرنے والی امریکن سنڈیوں کا اپنی گھریلو خادماؤں کے ساتھ سلوک آج بھی اتنا ہی ظالمانہ، حاکمانہ اور فرعونی ہے جتنا زمانہ قبل از تاریخ کے مطلق العنان رومی، مصری اور عراقی فرماں رواؤں کا اپنی کنیزوں کے ساتھ ہوتا تھا۔

پرائیوٹ سکول، دفاتر اور اِداروں کے بیگار کیمپوں میں محبوس "ورکنگ ویمن" کے مسئلہ پر آج تک کسی نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ نجی اداروں میں کام کرنے والی یہ مظلوم و مجبور عورتیں، عرصہٗ دراز سے استحصال اور جبر کی چکی میں گھن چکر کی طرح پس رہی ہیں، عورتوں کے نام پر قائم ادارے جنہیں چند کھاتے پیتے اور خوش حال گھرانوں کی "وِہلی" خواتین نے مصروفیت اور سستی شہرت کے حصول کیلئے پارٹ ٹائم جاب اور مشغلے کے طور قائم کر رکھا ہے، وہ اِس کا اِدراک نہیں کر سکتیں۔ وہ جنہوں نے کبھی کانٹے کی چبھن بھی محسوس نہیں کی انہیں کیا معلوم کہ تلوار کی دھار پر چلنے والوں پر کیا گزرتی ہے؟ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ کانٹوں سے کوسوں دور پھولوں کی بستیوں میں کئی کئی کنالوں پر پھیلے ہوئے محلات میں رہنے والی گلبدن شہزادیوں نے تہہ تیغ مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپنے والی عورتوں کے حقوق کی نمائندگی کا ناٹک رچا رکھا ہے، وگرنہ مہینہ بھر خون پسینہ ایک کر کے محنت کش

عورت جتنا کماتی ہے وہ تو ان "رہنما خواتین" کے ایک دن کے پٹرول اور ایک وقت کے کھانے کا بل ہے جو وہ فائیو سٹار ہوٹلوں میں اکثر ادا کرتی رہتی ہیں۔

وہ عورتیں جن کے گھروں کی دیواریں بھی اطلس و حریر میں ملبوس ہوتی ہیں۔۔۔ رہنمائی کی دعویدار ہیں، اس عورت کی۔۔۔ اس حوا کی بیٹی کی۔۔۔ جس کے تن پر لباس تو کجا مکمل دھجیاں بھی نہیں ہوتیں۔۔۔ وہ عورت جو اپنے سر پر بائیس اینٹیں اٹھا کر دس منزلہ پلازوں کی سیڑھیاں چڑھتی ہے، جو سڑکیں بنانے اور نہریں کھودنے پر مجبور ہے۔ ان عورتوں کے مسائل پر انہی کے طبقے کی مسائل گزیدہ عورت روشنی ڈال سکتی ہے لیکن ابھی وہ خود اندھیرے میں ہے۔۔۔ اسے تو کبھی پرل کانٹی نینٹل ہوٹل کے ان سیمیناروں میں دعوت نہیں دی گئی جہاں ہائی کلاس کی عورتیں عورت کے مسائل پر گفتگو کی چاکلیٹ، مباحثوں کی کافی، تقریروں کے سوپ اور مقالوں کے کاک ٹیل سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ جتنی خطیر رقم یہ ان فضول، لچر اور بے کار قسم کے سیمیناروں اور مباحثوں پر ضائع کر دیتی ہیں اس رقم کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو اس سے محنت کش خواتین کی بچیوں کے ہاتھ پیلے کیے جاسکتے ہیں۔ عورت کے نام پر، تنظیم سازی کے نام پر دام بنانے والی ان نامدار، دام ساز اور دام دار خواتین کی تنظیموں کے مرکزی عہدیداروں کی فہرست ملاحظہ کرلیں، آپ کو محنت کش طبقہ کی ایک بھی خاتون نہ دکھائی دے گی، یہ تنظیمیں ہائی کلاس کی وہلی (بیکار) رتوں کی چوپالیں ہیں۔۔۔ کچھ ایسے باپوں کی بیٹیاں ہیں جن کی گھوڑی پال اراضی ہی سینکڑوں مربع تھی۔۔۔ چند کروڑپتی کارخانے داروں کی "بے مصرف بیویاں" ہیں۔۔۔

درآمد شدہ فرانسیسی منرل واٹر پینے والی ان رہنماؤں کے نازک گلوں سے نیچے تو شہروں کا صاف ستھرا آیوڈین ملا پانی بھی نہیں اترتا۔ گلبرک سے پی سی تک کا بھی سفر کرنا ہو تو فریش منرل واٹر کی بوتلوں کی ٹوکری نوکرانیوں کے سروں پر لاد دیتی ہیں۔ یہ عورت مہینے میں جتنی رقم سے صرف اپنی پیاس بجھاتی ہے وہ تو آپریٹر، استانی، ماسی، نرس اور بلاوی کے طور پر کام کرنے والی ورکنگ وومن کی سالانہ تنخواہ کے برابر ہوتی ہے۔" (حقوقِ انسانی کی آڑ میں، مضمون از حافظ شفیق الرحمان صفحہ ۲۸۴،۲۸۵)

بناتِ اسلام!

آزادیِ نسواں کا نعرہ صرف خوشنما الفاظ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کے پیچھے بربادی کا وہ طوفان چھپا بیٹھا ہے جس نے یورپ کے معاشرے کو تباہی کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ جہاں نہ ماں بیٹے کا تقدس ہے۔۔۔ نہ بہن بھائی کے رشتے کا۔۔۔ جہاں صرف ہوس ہی ہوس ہے۔

ہیلری کلنٹن اور آزادیِ نسواں

"امریکی خاتونِ اوّل مسز ہیلری کلنٹن (اپنے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران) اسلام آباد کالج فار گرلز کی اساتذہ اور طالبات کے ساتھ گھل مل گئیں اور اُن سے ایک گھنٹے سے زیادہ دیر تک بے تکلفانہ گفتگو کی۔ ہیلری کلنٹن نے طالبات سے اُن کے مسائل دریافت کیے۔ طالبات نے دوستانہ انداز میں کلنٹن کی اہلیہ کو سب مسائل بتائے۔ فورتھ ائیر کی طالبہ نائلہ خالد نے امریکی خاتونِ اوّل سے پوچھا کہ امریکی طالبات کا بنیادی مسئلہ کیا ہے ؟ اس پر امریکہ کی خاتونِ اوّل نے کھل کر گفتگو شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی طالبات کا مسئلہ تعلیم کی مناسب سہولیات کا فقدان ہے۔ تعلیمی اداروں میں فنڈز کی کمی کا مسئلہ ہے مگر امریکہ میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں بغیر شادی کیے طالبات اور لڑکیاں حاملہ بن جاتی ہیں۔ اس طرح بے چاری لڑکی ساری عمر بچے کو پالنے کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔ ایک دوسری طالبہ وجیہ جاوید نے کہا کہ اس مسئلے کا کیا حل ہے ؟ اس پر ہیلری کلنٹن نے کہا کہ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان اپنے مذہب اور معاشرتی اقدار سے بغاوت نہیں کرنی چاہیے، مذہبی اور سماجی روایات اور اصولوں کے مطابق شادی کے بندھن میں بندھنا چاہیے، اپنی اور اپنے والدین کی عزت و آبرو اور سکون کو غارت نہیں کرنا چاہیے۔ مسز ہیلری کلنٹن نے کہا کہ وہ اسلام اور عیسائیت کی شادی کے خلاف نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں مذہبی روایات کا احترام کرتے ہوئے شادی ہوتی ہے اس لئے یہاں لڑکیوں کے مسائل کم ہیں۔" (روزنامہ جنگ، لاہور ۲۸/مارچ ۱۹۹۵)

تفصیلات لکھنے کی ہمت نہیں صرف ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"۲۷/مارچ ۱۹۷۳ کی صبح سوا چھ بجے BBC لندن نے یہ خبر سنائی:۔

"آج برطانیہ کے شہر "نوٹنگھم" میں پچاس ہزار افراد نے حمل گرانے کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ ہسپتالوں سے جمع کردہ اعداد بتاتے ہیں کہ ۱۹۷۲ء میں ایک لاکھ انسٹھ ہزار دو صد پچاس حمل گرائے گئے تھے۔ یہ سب کنواری لڑکیوں کے تھے۔ روزانہ اوسط ۴ صد پچاس بنتی ہے۔ یہ ان بچوں کے علاوہ تھے جنہیں یا تو دوشیزہ ماؤں نے خود رکھ لیا تھا یا سرکاری پرورش گاہوں میں بھجوایا تھا۔

مغرب کے علماء اس جنسی عمل کو عین حیاتیاتی عمل بتاتے ہیں۔ جب خواہش پیدا ہو اسے پورا کر لینا چاہیے ورنہ طرح طرح کی نفسیاتی اُلجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ عمل بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح کسی کو پیاس لگے وہ پانی کا گلاس پی لے یا بھوک لگے تو کھانا کھالے۔

وہ ہم پر خفا ہوتے ہیں کہ تم لوگوں نے اس سادہ سے حیاتیاتی عمل میں اخلاق کو گھسیڑ دیا ہے اور اس کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ یہ ابلہی اور حماقت کیونکہ اہلِ مغرب سے سرزد ہوئی ہے اس لئے اسے ابلہی اور حماقت کہنے کی جرأت کون کر سکتا ہے۔

بے شک یہ دانائی اور خردمندی ہے۔ صرف اس میں مرد کی خود غرضی کا زہر ملا ہوا ہے۔ مرد عورت کی سادہ لوحی کا پہلے بھی استحصال کرتا رہا، اب جبکہ اس کی خودی بیدار ہو رہی ہے، اسے اچھے کپڑے پہنا کر، وسائلِ زینت سے آراستہ کر کے نائٹ کلبوں میں شب بھر گھومنے کی اسے آزادی دے کر، رقص گاہوں میں اسے مصروفِ رقص رہنے کی اجازت دے کر مرد آج بھی اس مسکینہ کے بھولے پن سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مانا کہ بے مروت مرد تو اس حیاتیاتی عمل سے فارغ ہو کر دامن جھاڑ کر چلا گیا لیکن کبھی کسی نے اس صنفِ نازک کا بھی خیال کیا کہ اس عمل سے اس کی زندگی کن کن خطرات میں گھر جاتی ہے۔ ضبطِ تولید کی دوائیں اگر موثر بھی ثابت ہوں تو ان کا خطرناک ردِ عمل بجائے خود ایک حقیقت ہے۔ اس سے اس مظلومہ کو کون بچائے گا۔ باوجود کوشش کے حمل ٹھہر گیا تو اسقاطِ حمل کا مرحلہ کتنا جاں گسل ہوتا ہے۔ اگر یہ تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور بچے نے جنم لے لیا تو اس کو شفقتِ پدری اور آغوشِ مادری کون مہیا کرے گا۔ سرکاری پرورش گاہیں مانا، سب سہولتیں فراہم کرتی ہیں لیکن ماں کا پیار تو نہیں دے سکتیں۔ نیز اس تہذیب کے اثرات تو ان ملکوں میں بھی اس تیزی سے پھیل رہے ہیں جہاں لوگوں کو بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہیں چہ جائیکہ ان سہولتوں کے بارے میں سوچا جائے۔

کوریا اور ویت نام میں امریکہ کے فوجی آوارہ بچوں کے جو لشکر ہائے جرار چھوڑ کر آئے ہیں۔ اُن کی حالتِ زار پر کبھی آپ کی آنکھ نمناک ہوئی؟ کیا یہ مسئلہ اتنا سادہ ہے جتنا پیاسے کیلئے ایک گلاس پانی یا بھوکے کیلئے ایک ڈبل روٹی؟ سنگدلی اور کند ذہنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔' (جمالِ کرم جلد ۲ ص ۱۶۳)

آزادیٔ نسواں اور نو مسلم خواتین

اسلام کا جنہوں نے غیر جانب داری کیساتھ مطالعہ کیا وہ اس گلشن کی خوشبو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔۔۔ نو مسلم خواتین جنہوں نے ماضی میں اپنے مذہب میں عورت کے ساتھ بد سلوکی کے واقعات اور اقدار کا مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ کیا تھا اسلام میں عورت کے حقوق کو کس طرح بیان کرتی ہیں۔

نو مسلم ہندو خاتون کملا داس جن کا اسلامی نام ثریا ہے، ایک انٹرویو میں اس سوال پر کہ آپ کو اسلام میں سب سے زیادہ پر کشش بات کیا لگی؟ کہا:۔

"مجھے مسلمان عورتوں کا برقعہ بہت پسند ہے، مَیں پچھلے ۲۴ برسوں سے پردے کو ترجیح دے رہی ہوں، جب کوئی عورت پردے میں ہوتی ہے تو اس کو احترام ملتا ہے، کوئی اس کو چھونے اور چھیڑنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اس سے عورت کو مکمل تحفظ ملتا ہے۔" (ہفت روزہ "نئی دنیا" نئی دہلی ۲۸/دسمبر ۱۹۹۹ء)

ثریا نے اب برقعہ کا استعمال بھی شروع کر دیا ہے۔ وہ پردے کے بغیر زندگی کو آزادی نہیں سمجھتی بلکہ ایسی آزادی کو عورت کیلئے زہر قاتل سمجھتی ہے۔ اس نے اِس سوال پر کہ کیا برقعہ آپ کی آزادی کو متاثر نہیں کرتا؟ کہا:۔

"مجھے آزادی نہیں چاہئے، اب تو آزادی میرے لئے ایک بوجھ بن گئی ہے، مجھے اپنی زندگی کو باضابطہ اور باقاعدہ بنانے کیلئے گائیڈ لائن کی ضرورت تھی، ایک خدا کی تلاش تھی جو تحفظ دے۔ پردے سے عورت کو مکمل تحفظ ملتا ہے، پردہ تو عورت کیلئے بلٹ پروف جیکٹ ہے"۔ (ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں، ص ۱۱۶)

نو مسلم عیسائی خولہ لکاتا کہتی ہیں:۔

"پہلے مجھے حیرت ہوتی تھی کہ مسلم بہنیں برقعے کے اندر کیسے آسانی سے سانس لے سکتی ہیں۔ اس کا انحصار عادت پر ہے، جب کوئی عورت اس کی عادی ہو جاتی ہے تو کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پہلی بار میں نے نقاب لگایا تو مجھے بڑا عمدہ لگا۔ انتہائی حیرت انگیز، ایسا محسوس ہوا گویا میں ایک اہم شخصیت ہوں، مجھے ایک ایسے شاہکار کی مالکہ ہونے کا احساس ہوا جو اپنی پوشیدہ مسرتوں سے لطف اندوز ہو، میرے پاس ایک خزانہ تھا جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہ تھا، جسے اجنبیوں کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔" (ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں، ص ۲۰۴)

نو مسلم دوشیزہ صوفی رولڈ کہتی ہیں:۔

"مَیں نے سر ڈھانکنا شروع کیا تو میرے باپ کا تبصرہ یہ تھا کہ "بڑھی کھوسٹ لگنے لگی ہو"۔ یہ تبصرہ آج کل عام ہے۔ لوگ سر پر اسکارف باندھنا ترک کر چکے ہیں، اس لئے شاید وہ مجھے عجوبہ سمجھتے ہیں۔ بہر حال میں تو اپنے آپ کو عجوبہ نہیں سمجھتی ہوں۔

مَیں مسلمان ہوں اور اس طرح میں ناروے میں غیر ملکی سی ہو گئی ہوں۔ میرے مسلم احباب زیادہ تر عرب یا پاکستانی ہیں۔ اس ماحول میں مجھے گرم جوشی، تدبر اور دانائی ملتی ہے۔ ایسی دانش جو ناروے کے انفرادیت پرست ماحول سے کوسوں دور ہے۔"

۲۹ سالہ اپنے صوفی رولڈ جنہوں نے اوسلو یونیورسٹی سے بی اے کیا ہے۔ اس سوال کا جواب دے رہی تھیں کہ نارویجن ہوتے ہوئے وہ ڈھیلے ڈھالے لباس پہننے اور سر پر اسکارف باندھنے پر کیسے آمادہ ہو گئیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، مسجد جانا اور رمضان کے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔

"میں ہمیشہ سے حق کی متلاشی رہی ہوں۔ ایسے نظریے کی تلاش میں رہی ہوں جو نارویجن مادیت پرستی کی سطحیت سے مختلف اور فکری گہرائیوں پر مشتمل ہو۔ میں سیاست میں فعال تھی، میرے بہت سے بوائے فرینڈ تھے، میں نشے کی عادی تھی اور سگریٹ اور شراب پیا کرتی تھی۔ میری زندگی عام لڑکیوں کی طرح بے چینی کا شکار تھی۔

یونیورسٹی میں تاریخ مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی جز وقتی ملازمت کرتی رہی۔ میں عموماً اپنے پاکستانی اور دیگر ساتھیوں سے مذہبی مباحثے کرتی اور وہ مجھے اپنے گھر اپنے اہلِ خاندان میں مدعو کیا کرتے۔

وہ مجھے کھلے دل اور گرم جوشی سے خوش آمدید کہتے، والہانہ اندازِ استقبال ہم نارویجنز کیلئے نامانوس تھا۔ اس ماحول میں، مَیں نے عربی میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور قرآن حکیم پڑھنے لگی۔ اسلام نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور خدا سے براہِ راست تعلق قائم کر دیا۔ یہ رشتہ اس رشتہ سے زیادہ قریبی اور اس تعلق سے زیادہ مستحکم تعلق تھا جو دل کے حوالہ سے ایک مرد ایک عورت سے یا ایک عورت ایک مرد سے رکھتی ہے۔ ویسے ناروے میں خواتین حامیِ مساوات نسواں ہیں، اس کی پرچارک ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد مَیں نے اس اہمیت کی بازیافت کر لی جو جنسِ نسواں سے تعلق کے باعث مجھے حاصل تھی۔ دیگر باتوں کے علاوہ خواتین کا ایک گروپ مسجد میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، اس میں دیگر نارویجن خواتین بھی شامل ہو گئیں۔"

صوفی سے پوچھا گیا کہ کیا اس کے بعد آپ ناروے کی دیگر لڑکیوں سے انتہائی مختلف ہو گئیں؟

"تو انہوں نے جواب دیا کہ سب سے نمایاں فرق لباس کا تھا۔ میں نارویجن معاشرے میں مسترد کر دیئے جانے والے لباس میں رہنے لگی، نقاب کا استعمال بھی شروع کر دیا۔ یہ دو طرح سے مجھے تحفظ فراہم کرتا ہے، اولاً یہ کہ اس کے باعث کوئی مجھے پرکشش خیال نہیں کرتا، چنانچہ مجھے احساس ہو جاتا ہے کہ یہ ظاہر کے پجاری ہیں اور ان کے نزدیک میرا عمل ہی سب سے زیادہ اہم ہے۔" (ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں، ص ۲۵۸)

امریکی نو مسلمہ امینہ سلمی کی سرگزشت

"(امینہ سلمی) یہ وہ امریکی خاتون ہیں جنہوں نے مئی ۱۹۷۷ میں اسلام قبول کیا۔ اس سے پہلے وہ متشدد عیسائی تھیں۔ وہ امریکی ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر بچوں اور سماجی بہبود سے متعلق پروگرام پیش کرتی تھیں اور ٹیلی ویژن کے بعض پروگراموں پر انہوں نے انعامات بھی حاصل کئے اور فی الحال (امینہ سلمی) بچوں کیلئے ایسے رسالے نکالنے میں مشغول ہیں جن میں اسلام کی تعلیمات کو پیش کیا جاسکے۔ برطانیہ کے اس ایک سفر کے موقع پر ان سے یہ انٹرویو لیا گیا۔

س: آپ کے خیال میں وہ کون سے حقیقی اسباب ہیں جو مغربی عورت کو اسلام میں دلچسپی لینے پر مجبور کر رہے ہیں، باوجود یہ کہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھتا ہے؟

ج: مغربی عورت کی زندگی بڑی محنت و مشقت کی زندگی ہے۔ تمام لوگ اس سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اچھی عورت بنے، اچھی ماں، اچھی آفیسر، اچھی ملازم بنے اور عورت کی آزادی کیلئے ہمارے یہاں کافی اسکول (کالجز) ہیں اور ہر کالج مختلف اُمور پر توجہ دیتا ہے اور عورت ان تمام دعووں اور مطالبوں کے درمیان حیران ہے، اس کی کوئی شخصیت نہیں اور نہ اس کی اپنی کوئی مرضی ہے۔ ایسی صورت میں مغربی عورت قرآن پڑھتی ہے اور اسلام میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں اس کو علم ہوتا ہے تو اس پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام نے عورت کو مکمل حقوق عطا کیے ہیں۔ اور یہ حقوق سینکڑوں سال پہلے عورت کو دیئے گئے ہیں جبکہ عورت کی آزادی کا کوئی تصور نہ تھا پھر قرآن ہمیں عورت کے حقیقی معنی سے آشنا کرتا ہے۔

اسلام ان سوالوں کا جواب دیتا ہے کہ مثلاً عورت کی اپنی معاشرے میں کیا ذمہ داری ہے، خاص طور سے اپنے والدین کے بارے میں اور خود اپنے بارے میں اس کے کیا اختیارات ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی محبوب شوہر سے جو مسلمان نہیں ہوتا اسلام قبول کرلینے کی وجہ سے علیحدگی اختیار کرلیتی ہے۔

س: لیکن بعض مغرب پرست عرب ملکوں میں یہ بات کہتے ہیں کہ مغربی عورت فعلاً آزاد ہے، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

ج: مغربی عورت آزاد نہیں ہے بلکہ اس پر بہت سی پابندیاں ہیں جو آزادیِ نسواں کے نام سے اس پر لگائی گئی ہیں اور یہ مطالبے اس کو پریشانی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ اس کیلئے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے نظام میں رہے جس میں مرد کو حاکمیت حاصل ہے تاکہ وہ کامیاب ہو جائے۔ یہ ایسا مطالبہ ہے جو عورت کو عورت سے زیادہ مرد کی حیثیت سے زندگی گذارنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو یہ آزادی کہاں ہوئی؟ اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچوں کی پرورش کیلئے اس کو موقع نہیں ملتا جس کی وجہ سے وہ بچے آوارہ گھومتے گروہوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہی چیز ماں کو بے چین کر دیتی ہے اور اس کے اندر احساس پیدا کر دیتی ہے۔ اور اگر کوئی عورت اپنے آپ کو اپنے بچوں کی تربیت کیلئے فارغ کرلیتی ہے تو اس کا معاشرہ اس کو کمتر سمجھتا ہے۔

مغربی عورت انہی تصورات کی غلام ہے جس کو معاشرہ اور میڈیا مثالی عورت کیلئے پیش کرتا ہے۔ وہ تصورات عام عورت کے تصور کے منافی ہیں۔ یہی چیز اس کے اندر بے چینی پیدا کر دیتی ہے اس لئے ہر عورت چاہتی ہے کہ وہ ویسے ہی ہو جائے جیسی تصویر مثالی عورت کی میڈیا میں پیش کی جاتی ہے لیکن ہر عورت اس کی استطاعت نہیں رکھتی۔

س: عرب ملکوں میں مغربی طرز پر عورت کی آزادی کے داعیوں کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟

ج: مَیں بعض عرب ممالک کا دورہ کروں گی مثلاً کویت وغیرہ اور میرے دورے کے اسباب میں سے ایک سبب عرب اور مسلمان عورتوں کو ان مدارسِ کی تقلید سے بچانا ہے جو مغربی عورت کی آزادی کے نام سے قائم ہیں۔ مَیں اسلام قبول کرنے سے پہلے آزادی کی داعی تھی اور میں اس سلسلے کی دعوت کا مفہوم خوب اچھی طرح سمجھتی ہوں اور میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ مسلمان عورتیں اس بات سے بخوبی واقف ہو جائیں کہ مغربی عورت آزاد نہیں ہے بلکہ مغربی نظام میں مجبور ہے اور حقیقی آزادی جس کو وہ تلاش کر رہی ہے وہ اس کو صرف اور صرف اسلام عطا کرتا ہے۔ عرب ممالک میں جو لوگ عورت کی آزادی کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ مغرب میں عورت کی آزادی کے مفہوم کو جانتے نہیں اور حقیقت میں وہ اسلام سے بھی واقف نہیں ہیں۔

س: آپ نے ایک مدت تک امریکہ کے ٹیلی ویژن پر کام کیا ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ امریکی میڈیا مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے؟

ج: امریکی میڈیا موضوعی انداز رکھتا ہے لیکن مسلمانوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ اسلام کو اس انداز سے پیش نہیں کرتے جس انداز سے میڈیا چاہتا ہے۔ وہ میڈیا کے ساتھ معاملہ کرنا نہیں جانتے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ مسلمانوں کے اپنے بیانات اور تشریحات اختلاف رکھتے ہیں اور اس کا اظہار ٹیلی ویژن کے پردہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے امریکی عوام پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یعنی جو لوگ اسلام کے بارے میں کچھ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسلام سے قریب ہوتے ہیں وہ پس و پیش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور اسلام قبول کرنے میں یہ چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں) بسا اوقات امریکی عوام اسلام کے بارے میں ایسے لوگوں سے معلومات حاصل کرتے ہیں جن کا ذہن اسلام کے بارے میں صاف نہیں ہوتا مگر وہ اپنی بات ان کے ذہن کے مطابق پیش کرتے ہیں اس لئے مسئلہ امریکی میڈیا کا نہیں خود مسلمانوں کا ہے۔

س: مغربی ملکوں میں اسلام کے مستقبل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: مسلمانوں کے انتشار کے باوجود اسلام جلد ہی یورپ میں ترقی کرے گا اور اب یورپ میں ایسے مسلمان پائے جانے لگے ہیں جو اپنے ملکوں کی عادات واطوار کو چھوڑ کر حقیقی اسلام کو پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت سے مسلمان تعلیم یافتہ لوگوں سے خطاب کرنے کا طریقہ جان گئے ہیں۔ اس لئے امریکی تعلیم یافتہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے، لیکن یہاں لوگوں کے دلوں میں ایک غلط بات بیٹھ گئی ہے کہ اسلام غریب لوگ ہی قبول کرتے ہیں یا مختلف مشکلات میں گرفتار اشخاص اسلام قبول کرتے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اسلام قبول کرنے والے اکثر وہ لوگ ہیں جو قدم رکھنے والے حضرات ہیں اور یہی چیز مستقبل میں اسلام کے منظر کو اور بہتری عطا کرے گی۔

س: یورپ میں غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کا کون سا بہتر طریقہ ہے؟

ج: سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ ہم لوگوں کیلئے اسلامی تعلیمات کا آئینہ ثابت ہوں (۲) سوالوں کا جواب دینے کیلئے کافی علم ہونا چاہئے کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت دین سے ناواقف ہے اور ان کے پاس کوئی ایسی شخصیت ہے، نہ کوئی ایسا موقف جو اسلام کے سلسلے میں مددگار ثابت ہو اور یہی چیز میرے دل کو تڑپا رہی ہے کہ ہم ان کو اسلام سے کیسے واقف کرائیں۔

س: اس کانفرنس کے بارے میں جو ابھی حال میں بکین میں منعقد ہوئی تھی آپ کا موقف کیا تھا؟ اور مزید اس کانفرنس کے مقصد سے بھی مجھے آگاہ کریں؟

ج: مَیں نے کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا اور اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ بائیکاٹ اس وجہ سے نہیں کیا کہ میرے پاس دعوت نامہ نہیں آیا تھا۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے کیلئے کئی دعوت نامے مجھے موصول ہوئے تھے لیکن میں نے اس کانفرنس میں شریک ہونے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ کانفرنس نے اسلامی نقطۂ نظر کے بارے میں سننے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا اور یہی بات مجھے ناپسند تھی۔ جس کی وجہ سے میں نے بائیکاٹ کیا اور میں اس کانفرنس کے ذمہ داروں میں سے اکثر سے ملاقات کر چکی تھی اور اکثر سے میں واقف بھی تھی اور میں اکثر کو منحرف اور اخلاقی مخالف جانتی تھی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر میں کانفرنس میں شریک ہوتی تو گویا میں نے کانفرنس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کر لیا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مسلمان عورتوں نے کانفرنس میں شرکت کرنے میں فخر محسوس کیا کیونکہ وہ کانفرنس کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔ عورت کی آزادی کے غلط دعووں اور اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس کانفرنس سے متاثر ہو گئیں۔

س: آپ عورت کی آزادی کے داعیوں میں سے رہی ہیں اور اس زمانہ میں آپ کی متعدد سرگرمیاں بھی رہی ہیں۔ اپنے تجربات کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات فراہم کیجیے؟

ج: میں اپنی زندگی کے اس مرحلے میں یہ اعتقاد رکھتی تھی کہ عورت اور مرد کے درمیان مقابلہ ہے اور میرا کام یہ ہے کہ میں مرد کی طرح ہو جاؤں حتیٰ کہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت رکھ سکوں۔ جو کام مرد کرتا ہے، میں یہ سمجھتی تھی کہ میں بھی اس کے کرنے پر قادر ہوں لیکن جب وہ مجھ سے کسی چیز میں فوقیت لے جاتا تو میں یہ سمجھ لیتی کہ وہ میرا دشمن ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ عورت ہونا فخر کا باعث ہے اور ماں ہونا فخر کا باعث ہے، میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں پہلے اپنے آپ کو سب کے سامنے محصور پاتی تھی، اب ایک خاندان کے ایک باعزت اور محفوظ فرد کی حیثیت رکھتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے اور ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اور ان دونوں کی زندگی بعض کے ساتھ رحمت ہے جس کے بارے میں قرآن بیان کرتا ہے۔

"مشرقی معاشرہ میں اگر عورت حقوق سے محروم ہوتی ہے تو بعض سماجی یا انفرادی کوتاہیوں کی وجہ سے، نہ کہ اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے جو بہت واضح ہیں۔" (ہم کیوں کفر سے اسلام میں داخل ہوئیں، ص ۳۱۳)

اقوام متحدہ اور تحریکِ حقوقِ نسواں

خواتین کانفرنس کی ابتدا کب ہوئی اور اس کے کیا محرکات تھے۔۔۔؟

خواتین کانفرنس کی ابتداء

۱۹۴۶ء میں اقوام متحدہ نے خواتین کی پہلی تنظیم "کونسل برائے خواتین" قائم کی۔ جس میں ۴۵ ممبران ممالک شریک تھے جو ہر سال معاشرے میں عورت کے مقام سے متعلق سفارشات اور تجاویز پاس کرتے اور ماضی میں پیش کردہ رپورٹوں پر عمل یقینی بناتے۔

۱۹۷۵ء میں عورت، مساوات اور امن کے موضوع پر میکسیکو میں منعقد ہوئی جس میں ۱۳۳ ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں سیاسی اور معاشرتی میدانوں اور حکومتی وغیر حکومتی سطح پر، عورت کی صورت حال سے متعلق سب سے پہلا منصوبہ تیار ہوا، جس میں عورت کی ٹریننگ اور فیملی پلاننگ جیسے موضوعات شامل تھے۔ اس طرح اس کانفرنس میں مستقبل میں مساوات کے نظریئے کو فروغ دینے کیلئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔" (گلوبلائزیشن اور اسلام، ص ۳۶۳، ۳۶۴)

کانفرنس کے مقاصد

عزیزانِ گرامی!

اقوام متحدہ نے عورتوں کے حقوق کیلئے جن چیزوں پر زور دیا ان میں سے چند یہ ہیں:۔

- جنسی آزادی کی اجازت
- آغازِ جوانی میں شادی سے نفرت
- مانع حمل ذرائع اور وسائل کا فروغ
- محفوظ طریقے سے اسقاطِ حمل کی اجازت
- مرد وزن کے درمیان مخلوط تعلیم
- نوعمری ہی میں لڑکے لڑکیوں کو جنسی ثقافت کی تعلیم
- محدود اولاد
- ان مقاصد کے حصول کیلئے میڈیا کا استعمال

(واضح رہے کہ یہ مقاصد باقاعدہ طور پر ۱۹۹۵ء میں اقوام متحدہ نے خواتین سے متعلق چوتھی کانفرنس جو کہ بیجنگ میں منعقد ہوئی تھی، کھلم کھلا بیان کئے)۔

ڈاکٹر صالح الرقب لکھتے ہیں:۔

انسانی حقوق کی حفاظت اور عورت کے خلاف، ہر طرح کے امتیاز کو زائل کرنے سے متعلق عالمی معاہدے کرانا وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے مغرب نے عورت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ مسلم ممالک کو ان کے قرضے معاف کر دینے کا لالچ دے کر، اس بات کا پابند بنایا گیا کہ وہ ان معاہدوں پر دستخط کریں اور ان کو اپنے یہاں نافذ کریں، بہ صورت دیگر ان ممالک کو، حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی کرنے والا قرار دے دیا جائے گا اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق، حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک کے خلاف، سزا کے طور پر اقتصادی پابندی بھی عائد کی جا سکتی ہے۔" (گلوبلائزیشن اور اسلام، ص ۳۵۵ بحوالہ العولمہ ص ۳۴)

عزیزانِ گرامی!

غالباً ماضی میں بھی یہی حکمت عملی تھی جس کی وجہ سے حکومت پاکستان نے ۱۹۷۶ء کے اوائل میں ایک کمیٹی قائم کی جس میں ۹ خواتین اور چار مرد شامل تھے۔ اور اس کے چیئرمین پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیار تھے۔

اس کمیٹی نے جو رپورٹ تیار کی اور جو تجاویز و سفارشات مرتب کیں۔ وہ نہ صرف شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف بلکہ ایسی مہلک ہیں کہ ان کو اگر قانونی درجہ دیا گیا تو پاکستانی معاشرے کو تباہی اور بربادی سے روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور آئندہ کئی نسلیں اس طوفان کی ہلاکت خیزیوں سے دوچار ہوتی رہیں گی۔

پیر کرم شاہ الازہری اس رپورٹ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"اس رپورٹ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممبر خواتین و حضرات یا تو شریعت اسلامیہ سے بالکل ناواقف ہیں یا دانستہ طور پر انہوں نے اس سے اعراض کیا ہے اور اپنی قوم کو مغربی ممالک کی ڈگر پر چلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔" (جمالِ کرم۔ جلد دوم، صفحہ ۱۸۳)

کمیٹی کی سفارشات اور پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کا تعاقب

کمیٹی نے جو سفارشات مرتب کیں۔ اس کا علمی اور تحقیقی تعاقب پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب نے اپنے حکیمانہ انداز میں خوب کیا۔

پیر صاحب لکھتے ہیں:۔

"اب ہم چیدہ چیدہ مباحث کو بڑے اختصار کے ساتھ زیر بحث لائیں گے۔ تا کہ قارئین کو پتہ چل جائے کہ اس کمیٹی کی کون کون سی سفارشات قرآن وسنّت کے منافی ہیں اور اصلاحِ احوال کے بجائے حالات کو مزید بگاڑنے کا باعث بن سکتی ہیں۔

کمیٹی کے ارکان عورت کی معاشی حالت کو سدھارنے کیلئے بہت بے چین ہیں۔ اس کا طریقہ کار انہوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ عورت کیلئے تمام سرکاری اور نجی دفاتر، کارخانوں اور فیکٹریوں میں ملازمت کے دروازے کھول دیئے جائیں تا کہ وہ آزادی سے کسب مال کر سکے اور کسی کی دست نگر نہ رہے لیکن اسلامی قانون کے مطابق عورت کے معاشی مسئلہ کے متعلق چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ خاوند بیوی بچوں کے ہر قسم کے اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ خوراک، لباس، مکان اور علاج وغیرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا کلیۃً مرد کی ذمہ داری ہے۔ اس حالت میں بھلا عورت کیوں بیگانے مَردوں کی گھر کیاں سہے۔

پاکستان میں بے روزگاری کی شرح پہلے ہی بہت زیادہ ہے۔ لاکھوں تعلیم یافتہ مرد تلاشِ روزگار میں مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن ملازمت نہیں ملتی۔ اگر ایک مرد باروزگار ہو تو وہ سارے گھر کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ ایک مرد کو ملازمت دے کر آپ اس سے اور اس کی بیوی اور بچوں کے بارے میں مطمئن ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ مَردوں کی بجائے عورتوں کو دفتروں، کارخانوں اور کاروباری اِداروں میں ملازم رکھیں گے تو اتنے ہی مرد بیروزگار ہو جائیں گے اور بے روزگاروں کی شرح میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اس پر جو خطرناک نتائج مرتب ہوں گے کیا ہم ان کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے تیار ہیں! نیز عورت کی گھریلو ذمہ داریاں بھی کچھ کم اہم نہیں۔ بچوں کی پرورش اور تربیت، بوڑھے والدین کی دیکھ بھال، بیماروں کی تیمارداری، کھانا وغیرہ پکانے کا اہتمام۔ کیا ان خدماتِ جلیلہ کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اگر عورت آٹھ گھنٹے دفتر میں کام کرے اور صبح کی گئی ہوئی تین چار بجے شام کو واپس آئے تو کیا اس کے شکستہ اعصاب سے آپ یہ توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کر سکے گی۔ ان فرائض کو اگر بیوی انجام نہیں دے گی تو بچوں کیلئے آیا، کھانا پکانے کیلئے باورچی اور دیگر متفرق کاموں کیلئے ایک دو نوکر، نوکرانی آپ کو ضرور رکھنا پڑیگے۔ کبھی آپ نے ان اُمور پر اُٹھنے والے اخراجات کا اندازہ لگایا؟ کیا یہ آپ کی بیوی کی تنخواہ سے بڑھ نہیں جائیں گے؟ مَیں متوسط گھرانوں کی بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ زیادہ امیر ہیں تو مانا کہ آپ یہ اخراجات برداشت کر سکتے ہیں۔ آیا، باورچی اور نوکر رکھ سکتے ہیں لیکن خدارا یہ تو بتایئے کہ آپ آیا کو خواہ کتنی تنخواہ دیں وہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش، اپنی ماں کی ممتا، اپنی ماں کی توجہ دے سکتی ہے؟

اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی اور ہر گز نہیں کر سکتی تو آپ کے بچوں میں ان محرومیوں کے باعث جو خرابیاں پیدا ہوں گی۔ ان کی تلافی ڈالروں اور سٹرلنگ پونڈوں سے آپ کر سکیں گے؟ کیا آپ کا خانساماں آپ کو اس محبت سے کھانا پکا کر کھلا سکتا ہے، جس محبت اور مسرت سے آپ کی رفیقۂ حیات یہ کام انجام دے سکتی ہے؟ گرانی کے اس دور میں آپ اپنے خانساماں سے اس کفایت شعاری کی توقع رکھ سکتے ہیں، جس کی آپ کو اشد ضرورت ہے! مزید بر آں جب آپ کی عورت تلاشِ رزق کیلئے نامحرم اور اجنبی مردوں کے پاس جائے گی تو اس پر جو روح فرسا واقعات رونما ہو سکتے ہیں کبھی آپ نے ان پر بھی غور کیا۔ اسلام نے عورت کو گھر کی مملکت کی ملکہ بنایا ہے۔ رزق کمانا آپ کا فرض ہے۔ اس کی حفاظت اور سلیقہ مندی سے اس کو خرچ کرنا آپ کی بیوی کا کام ہے۔

تعلیم اور طب کے پیشے کے علاوہ کوئی ایسا پیشہ نہیں جو ایک باحمیت مسلم خاتون کیلئے موزوں ہو۔ اپنی عصمت اور زندگی کو گزند پہنچائے بغیر وہ نامحرموں کے ساتھ صبح سے شام تک کیوں کر بسر اوقات کر سکتی ہے۔ اہلِ یورپ کی خانگی زندگی ہمارے لئے اپنے اندر عبرت کے صدہا درس تو رکھتی ہے لیکن اس کے پاس ہمیں دینے کیلئے کوئی قابلِ قدر تحفہ نہیں ہے۔

عورتوں کیلئے دفتروں اور کارخانوں اور تجارتی فرموں میں ملازمت دلانے کی سکیم کو کامیاب بنانے کیلئے بعض سفارشات بھی کی گئی ہیں اور اس مقصد کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں انہیں دور کرنے کیلئے مشورے بھی دیئے گئے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی رکاوٹ ان دانشوروں کے نزدیک اولاد ہے۔ اس سے گلو خلاصی کیلئے خاندانی منصوبہ بندی کو زیادہ سے زیادہ موثر اور ہمہ گیر بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ موانع حمل ادویات اور آلات کو عام کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ ہر میڈیکل سٹور کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس سلسلہ کی تمام ادویات اور آلات ہر وقت خریداروں کیلئے موجود رکھیں ورنہ ان کے لائسنس منسوخ کر دیئے جائیں۔ یہ بھی فرمان واجب الاذعان صادر کیا گیا ہے کہ ہسپتالوں اور شفاخانوں میں ایسی ادویہ کا وافر سٹاک ہر وقت موجود رہے۔

ان احتیاطوں کے باوجود اگر حمل قرار پا جائے تو اس کمیٹی کے نزدیک ایک سو بیس دن گزرنے سے قبل یعنی چار ماہ کی مدت تک عورت کو اس کے اسقاط کی ہر طرح آزادی ہونی چاہئے۔ وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ماہر ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر سکتی ہے۔ سرکاری ہسپتال اور نجی کلینک ایسے آپریشن کیلئے اس کو خوش آمدید کہنے کے پابند ہوں گے حالانکہ ایک سو بیس دن کی مدت سے پہلے جنین میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو ساقط کرنے کا صاف مطلب ایک بے گناہ بچے کو قتل کرنا ہے۔ الٰہی! یہ کیسے سنگ دل باغبان ہیں جو غنچوں کو پھول بننے سے پہلے ہی کچل دینا اپنے باغبانی کے فرائض میں شمار کرتے ہیں؟

کمیٹی کی حسرت اسی پر پوری نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد بھی اسقاط کو مختلف حیلوں سے سندِ جواز دینا چاہتے ہیں۔ عورت کی جسمانی صحت کیلئے اگر حمل کا اسقاط ضروری ہو تو یہ پہلے ہی روا رکھا گیا تھا۔ اب یہ مزید احسان کرنے کی پیشکش کی جارہی ہے کہ جسمانی صحت کے ساتھ ذہنی صحت کو بھی اسقاطِ حمل کیلئے وجہِ جواز قرار دیا جارہا ہے۔ ذہنی صحت کا لفظ بڑی وسعتوں کا حامل ہے۔ عبارت کے اس ہیر پھیر سے مقصد اسقاطِ حمل کی کھلی چھٹی دینا ہے۔ یہ تکلفات اور تحفظات محض عوام کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کیلئے اور ان کے اسلامی جذبہ کو تھپکی دے کر سلانے کیلئے رکھے گئے ہیں۔ کمیٹی کے فاضلات اور فضلاء انہی قانونی موشگافیوں کے بل بوتے پر نوجوان مردوں اور نوجوان عورتوں کیلئے بے حیائی اور فحاشی کے دروازے کھول دینا چاہتے ہیں۔ اس پر مزید اضافہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ شادی کی عمر لڑکوں کیلئے ۱۸ سال سے بڑھا کر اکیس سال کر دینے کی سفارش کی گئی ہے جب کہ عام طور پر ہمارے گرم ملکوں میں بچے چودہ، پندرہ سال سے پہلے ہی بالغ ہو جاتے ہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جب نوجوان لڑکیاں، نوجوان لڑکوں کے ساتھ ایک دفتر کے ایک کمرے میں آمنے سامنے براجمان ہوں گے، انہیں مانع حمل ادویہ اور آلات بھی عام دستیاب ہوں گے، انہیں اسقاطِ حمل کی بھی کھلی چھٹی ہوگی تو بدکاری اور فحاشی کا جو سیلاب اُمڈ کر آئے گا کیا اس کی زد سے آپ کی نگاہ کی عفت اور دامن کی عصمت بچ جائے گی!

ہمارے قانون دان اپنے قانونی مہارت کے ہتھوڑوں سے شرم وحیا کے قلعوں کو جب توڑ پھوڑ دیں گے تو اسلام جس پاکیزہ زندگی کا ہمیں حکم دیتا ہے اس کا نام ونشان بھی باقی رہ جائے گا؟ قرآن کریم کی بیسیوں آیات ہادیٔ برحق نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدہا ارشادات موجود ہیں، جن میں مرد وزن کے اختلاط کو قطعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ کیا ان سفارشات کے منظور ہو جانے کی صورت میں ہم ان احکامِ الٰہیہ اور ارشاداتِ نبویہ کی پیروی کرسکیں گے؟

طائف الحیل سے بدکاری اور فحاشی کے دروازے کھول دینے کے بعد ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما اور غلیظ صحافت کے ذریعے جب عوام کے ذہن مسخ کر دیئے جائیں گے۔ اخلاقی قدروں کو بڑی بے دردی سے پاؤں تلے کچل دیا جائے گا تو کسی کو شادی کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی۔ شادی سے بیزاری کا رجحان یورپ، امریکہ اور سوشلسٹ ممالک بالخصوص روس میں اپنے عروج پر ہے۔ کیا ہم بھی اس مسئلہ میں انہیں کی اقتدا کرنا چاہتے ہیں؟

کمیٹی کی موجودہ سفارشات نے تو شادی اور نکاح میں جو کشش اور جاذبیت تھی، صرف اس کا قلع قمع ہی نہیں کیا بلکہ اسے اتنا تاریک اور ڈراؤنا بنا دیا ہے کہ کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اس جھنجھٹ میں پڑنے کیلئے تیار ہی نہیں ہو گا۔ سفارش کی گئی ہے کہ جو عورت کسی مرد کے نکاح میں پانچ سال تک رہے پھر کسی وجہ سے ان میں طلاق ہو جائے خواہ اس میں قصور سراسر عورت کا ہی ہو اسے اپنے طلاق دہندہ خاوند کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادسے وراثت کا حصہ ملے گا بے ساختہ غالب کا یہ شعر زبان پر آگیا

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو

یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں!

اگر اس سفارش کو شرفِ قبول بخش دیا گیا تو بگڑی ہوئی بلکہ بگاڑی ہوئی عورتیں ہر پانچویں سال طلاق حاصل کرتی جائیں گی اور اسطرح پانچ سات خاوندوں کی دولت ہتھیالیں گی۔ ان کے مَردوں نے بھی تو اسی گھاٹ سے پانی پیا ہو گا وہ بھلا کیوں پیچھے رہیں گے۔ وہ پانچ سال پورے ہی کیوں ہونے دیں گے۔ وہ نئی نویلی جوانیوں سے اپنی ہوس پوری کرنے کے بعد پانچ سال سے پہلے ہی ان کو طلاق کیوں نہ دے دیں گے۔ نیز جب انہیں معلوم ہو گا کہ رشتۂ ازدواج کی مدت جتنی طویل ہو گی، طلاق کے بعد نان و نفقہ کی ذمہ داری کی مدت اسی نسبت سے لمبی ہو گی تو وہ عورت سے جلد گلو خلاصی کرانے میں کوشاں رہیں گے۔

ازدواجی زندگی کے استحکام پر ایک اور مہلک وار بھی تجویز کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ عورت کو بھی طلاق دینے کی کھلی اجازت کی سفارش کی گئی ہے۔ اگرچہ اس کو "خلع" کے لفظ کے غلاف میں لپیٹ کر پیش کیا گیا ہے لیکن کمیٹی کے خلع کو اس خلع سے کوئی نسبت نہیں جس کی قرآن و سُنت نے اجازت دی ہے۔ کمیٹی کی تجویز یہ ہے کہ عورت کو خلع حاصل کرنے کیلئے عدالت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت بھی نہ رہے۔ وہ اپنے گھر بیٹھے بیٹھے بذریعہ نوٹس عدالت کو اپنے ارادۂ عالیہ سے مطلع فرمادے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس کسی وجہ سے رہنا نہیں چاہتی۔ عدالت اس کے خلع کی رقم متعین کر دے۔ گویا عدالت کو خلع کے منظور کرنے یا نہ منظور کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ وہ عورت سے خلع کرنے کی وجہ بھی دریافت نہیں کر سکتی۔ اس کا کام صرف "زرِ خلع" کا تعین ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے دانش ور حضرات اور خواتین کو اپنی آئندہ نسلوں سے کیا بیر ہے کہ وہ ان کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ ان کے گھروں کے تقدس اور عزت کو پامال کرنے کیلئے تلے بیٹھے ہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ رشتۂ ازدواج میں اتنا استحکام بھی ہو کہ وہ گھریلو زندگی میں اٹھنے والے معمولی سے طوفان کا بھی مقابلہ کر سکے۔ یہ حضرات و خواتین اپنی زندگیوں کا اکثر حصہ گزار چکے ہیں۔ گھر کی پر مسرت اور پر سکون ماحول سے جی بھر کر لطف اندوز ہو چکے ہیں اور اب اگلے سفر کیلئے رخت سفر باندھے اپنی باری کے منتظر ہیں۔ کہیں راہی ملک عدم ہونے سے پہلے "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" کا نعرہ مستانہ لگانے کا عزم تو نہیں فرما چکے ہیں!

انہیں خوب علم ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی میں بھی کئی اُتار چڑھاؤ آئے، کتنے ہی نشیب و فراز سے ان کا کارواں گزرا۔ اگر اسی قسم کے غیر یقینی حالات سے انہیں واسطہ پڑتا تو آج وہ اپنے مرمریں محلوں کے مزین و آراستہ ڈرائنگ روموں میں آرام سے بیٹھ کر اپنے عہدِ شباب کی رنگین اور میٹھی یادوں کو یاد کرکے اپنے بڑھاپے کو لوریاں نہ دیتے۔ مسکراتے ہوئے بچوں اور بچیوں کا یہ چمن ان کی نگاہوں کو تازگی نہ بخش رہا ہوتا بلکہ تہذیب حاضر کے پیش کردہ سرد خانوں (بوڑھے والدین کیلئے جو پناہ گاہیں یورپ میں اب عام مروج ہیں) میں بے کیف اور بے رنگ زندگی بسر کر رہے ہوتے۔

اے بزرگو! اے دانش ورو! اے قانون دانو! اپنی قوم پر رحم کرو۔ اپنی آنے والی نسلوں پر رحم کرو، ان سے ان کے گھر کا سکون تو نہ چھینو۔ اس اعتماد اور حسنِ ظن کے چراغ کو تو نہ بجھاؤ جس کے اُجالے میں گھریلو زندگی کا سفر آسانی سے طے ہوتا ہے۔ اگر مرد کا اپنی رفیقۂ حیات پر اور بیوی کو اپنے سرتاج پر بھروسہ نہیں رہے گا تو حالات کی نیرنگیوں میں یہ رشتہ کیسے برقرار رہ سکے گا اگر تم کوئی ایسی تدبیر نہیں سوچ سکتے جو باہمی مودت و رحمت کے جذبات کی پرورش کرے تو کم از کم ان میں رقابت اور حسد کے انگارے دہکا کر ان کی زندگی کو تلخ تو نہ بناؤ، آخر یہ تمہارے ہی بچے ہیں اور تمہاری ہی بچیاں ہیں۔ تمہاری مجوزہ شادی کاغذ کی کشتی ہے۔ یہ کاغذ کی کشتی جس میں آپ انہیں سوار کر رہے ہیں۔ وہ جذبات کے تند و تیز بہاؤ میں خود بھی ڈوبے گی اور انہیں بھی ساتھ لے ڈوبے گی۔ کیا آپ ساحل پر کھڑے اس روح فرسا منظر کو دیکھ کر رونہ پڑیں گے؟

جن مغربی ممالک کی تقلید میں ہمارے بزرجمہر دیوانے ہو رہے ہیں اور اپنی نجیب اور شریف قوم کو ان سانچوں میں ڈھالنے کیلئے بے تاب ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ذرا بنظرِ انصاف ان ممالک کے گھریلو حالات کا مطالعہ کرو، اُن کے تمدن نے ان کو جو تحائف پیش کیے ہیں اُن پر ہی ایک نگاہ ڈالو۔

اُن کے ہاں شادی کا رشتہ اپنا سارا تقدس اور اہمیت کھو چکا ہے۔ خاوند کا بیوی کو بدلنا اور بیوی کا خاوند کو بدلنا بالکل ایسا ہو گیا ہے جیسے آپ جوتا بدل لیتے ہیں۔ وہاں لوگ اپنی شادی کو وبالِ جان سمجھنے لگے ہیں۔ وہ آزاد محبت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاط حمل کے تمام ذرائع کو استعمال کرنے کے باوجود حرامی بچوں کی پیدائش میں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ جو شادیاں ہوتی ہیں وہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ طلاق کی بھرمار ہے۔ جنسی بیماریوں آتشک و سوزاک وغیرہ کی اتنی کثرت ہے کہ اعداد و شمار پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ان خرابیوں کے باوجود اگر ہم تہذیبِ مغرب کی دل فریبیوں پر اپنی متاعِ ہوش وخرد کے ساتھ ساتھ متاعِ دین وحمیت بھی لٹادینے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں تو پھر ہمیں ایک کام ضرور کرنا چاہئے کہ ایسا کرتے ہوئے ہم اسلام کے نام کو ملوث نہ کریں اور ایسی اصلاحات کو اسلامی اصلاحات کہنے سے باز آجائیں۔ اگر ہم یہ ہمت نہیں رکھتے کہ دین فطرت کے قوائد وضوابط کی پابندی کریں توکم ازکم اس اخلاقی گراوٹ اور بھدی منافقت کو تو ترک کردیں۔ اسلام کے چشمۂ صافی کو تو گدلا نہ کریں تاکہ بعد میں آنے والی نسل جب آپ کی جفاکاریوں اور ہماری غفلت شعاریوں سے اکتا کر اسلام کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔" (جمالِ کرم، جلد دوم، صفحہ ۱۸۳تا۱۹۱)

عزیزانِ گرامی!

آپ نے حقائق ملاحظہ فرمائے پیر کرم شاہ صاحب کے خوب صورت حکیمانہ دلائل ملاحظہ کئے، کمیٹی کی سفارشات، اقوام متحدہ کانفرنس کے مقاصد بھی ملاحظہ کیے۔ ملتِ اسلامیہ کے خلاف اس سازش کا یہ رخ کتنا بھیانک اور بھونڈا ہے۔

بناتِ اسلام!

دشمن سے تو ہمیں شکوہ نہیں کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے جب وہ ملتِ اسلامیہ کی اقدار کو تباہ وبرباد کر سکتا ہے تو وہ ایسا کیوں نہ کرے۔

جب وہ آپ کے چہروں سے نقاب کھینچ کر اپنی حرص وہوس پوری کر سکتا ہے تو وہ کیوں نہ کرے۔

ایک ایسے عالم میں جب اسے یہ خوف وخدشہ لاحق ہو کہ کہیں مسلمانوں پر ظلم وستم کرتے کرتے ان میں کوئی محمد بن قاسم یا طارق بن زیاد پیدا نہ ہو جائے۔ وہ مسلمان دوشیزاؤں کے اسلام مخالف نظریات کی نشو نما کیوں نہ کرے۔

اگر اسے یہ زرّیں موقع ہاتھ آگیا ہے کہ وہ ملتِ اسلامیہ کے سفینہ میں سوراخ کر سکتا ہے تو وہ اس سے کیوں فائدہ نہ اٹھائے۔

افسوس اور مقام عبرت تو یہ ہے کہ دشمن ہمیں جب بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتا ہے تو ہم خوشی خوشی اس کے طوقِ غلامی کو اپنے گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ جب بھی دشمن سازشوں کے جال بنتا ہے تو ہم خوشی اور فخر سے اس جال میں پھنسنے کیلئے چل پڑتے ہیں۔

اے اسلام کی غیور بیٹیو!

اس دور میں جب فرعونیت اپنے عروج پر آچکی ہے اور رقصِ ابلیس شروع ہو چکا ہے۔ تمہاری اقدار کا جنازہ نکالا جا رہا ہے۔ تمہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی مہم چلائی جا رہی ہے۔ تمہاری عزت و وقار پر حملے ہو رہے ہیں۔ تمہیں پستی و گمراہی کی عمیق گھاٹیوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔

اے بنتِ اسلام!

صد شکر اس ربِ کائنات کا جس نے ہمیں پیارے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی اُمت میں پیدا فرمایا۔

آج جب کفر ملتِ اسلامیہ کے مد مقابل کھل کر آچکا ہے۔

بناتِ ملت! دخترِ اُمتِ مسلمہ!

آج جب طاغوت نے اپنے لشکروں کے پھاٹک اسلام کے خلاف کھول دیئے ہیں۔۔۔ عسکری محاذ سے لے کر فکری محاذ تک۔۔ مسلمانوں کے خون سے لے کر عقائد و نظریات کی موت تک اُن کے عسکری و فکری سورما اسلام کو مٹانے کی مکروہ سعی میں مصروفِ عمل ہیں۔

اس فکری محاذ کی بھڑکتی ہوئی آگ کا سب سے اہم ہدف بناتِ اُمتِ مسلمہ ہیں۔

اسلامی معاشرے کا اہم ادارہ خاندان اُن کا مرکزِ نگاہ بنا ہوا ہے۔

مسلمانوں کی نئی نسل کی ضامن مسلم عورتوں کو صیہونی اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اے اُمتِ مسلمہ کی غیور بیٹیو!

تمہیں فیصلہ کرنا ہوگا۔۔۔

کہ تمہاری زندگی میں حبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شمع فروزاں رہے گی۔

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چراغ تمہارے سینوں میں روشن رہیں گے۔

تم اپنے سچے جذبوں سے عفت و عصمت کے آبگینے ٹوٹنے نہیں دو گی۔

ہاں بناتِ اُمت!

تمہاری آئیڈیل خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ، فاطمہ، خولہ ہیں۔

تمہاری منزل تمہارا ربّ کریم ہے۔

تمہارے رہبر و رہنما پیارے مصطفےٰ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔

داخلی محرکات

طاغوتی قوتوں نے وہ گھاؤ لگائے کہ نہ کسی پر کوئی زخم عیاں ہے اور نہ کسی کو اس چاک کے رفو کرنے کی پرواہ ہے۔

آج اگر یہ شکوہ ہے کہ طاغوت خواتین کی عفت و عصمت کا قاتل ہے۔

آج اگر یہ شور ہے کہ مسلم خواتین کے خلاف مغرب سازشیں کر رہا ہے۔

آج اگر یہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ جدید تحریک حقوقِ نسواں کے نام پر خواتین کا استیصال کیا جارہا ہے۔

ہاں! یہ سچ ہے..... یہ حقیقت ہے..... مگر کیا ہمارے اندر بھی ایسی کمزوری تھی کہ باطل کو نقب لگانے کا موقع ملا؟

کیا ہمارے یہاں بھی اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کا رواج ہے؟

جی ہاں! بالکل جب ہوسِ دولت کے دلدادہ شیطانی فکر و ذہن کے خالقوں نے جائیداد ہتھیانے کیلئے اپنی بہن کی شادی قرآن سے کرنے کی قبیح رسم کا اجرا کیا۔

جی ہاں! جب قرآن کریم کے احکامات و قواعد و ضوابط کو نظر انداز کر کے کاروکاری کے اندھے قانون کو رائج کیا۔

جہاں وڈیروں اور جاگیرداروں نے عورت کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا۔

جہاں مظلوم عورت پر بھوکے کتے چھوڑے گئے۔

جہاں آج بھی بیٹی کی پیدائش پر غم سے چہرہ دھواں دھواں ہو جاتا ہے۔

جہاں آج اکیسویں صدی میں جہیز نہ لانے کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔

یہ کمزوریاں تو طاغوت کیلئے کسی مالِ غنیمت سے کم نہیں۔ یہی وہ کمزور پہلو ہیں جو اسلامی تعلیمات سے دور ہونے کے سبب ملتِ اسلامیہ میں پیدا ہوئے اور طاغوتی قوتوں نے ان کمزوریوں کو اپنی جدید تحریک کا سلوگن بنایا اور ملتِ اسلامیہ کے اس اہم ادارہ "عورت" کو تباہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

ہم پوچھنا چاہیں گے جدید تحریک حقوقِ نسواں کے داعیان سے.....

کیا آپ کی تحریک کاروکاری کی رسم کا خاتمہ کر سکی؟

کیا آپ کی تحریک قرآن سے شادی کی قبیح رسم کو ملیامیٹ کر سکی؟

کیا اس تحریک نے وٹہ سٹہ کی رسموں کا قلع قمع کیا؟

اگر نہیں تو پھر وہ کیا مقاصد ہیں جن کے حصول کیلئے نو آبادیاتی نظام ہی سے اس تحریک کو چلایا جارہا ہے؟

مغرب سے مرعوبیت

مغرب سے مرعوبیت کے سبب اُمتِ مسلمہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوا یا پیدا کیا گیا جو علمی درس گاہوں میں اہم مقام تک پہنچ گیا یا پہنچا دیا گیا۔

اس طبقہ نے اسلامی عقائد و نظریات اور اسلامی زندگی کے تقریباً ہر شعبہ پر تنقید کی اور اسلامی اسکالر کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے ہر شعبہ ہائے زندگی پر شب خون مارا۔ جمال الدین افغانی کے ذریعے محمد عبدہ' پر جو جدیدیت کے اثرات پڑے اس نے نہ صرف جامعۃ الازہر بلکہ پورے مصر اور اب پورے عالم اسلام کو متاثر کیا۔

اس جدیدیت کے سیلاب کے سامنے حسن البناء کی جماعت اخوان المسلمون نے نہایت مضبوط بندھ باندھا مگر مفتی عبدہ' کے اثرات سے باہر نہ رہ سکی۔ یہ محمد عبدہ' کون تھا؟ اور جدیدیت کا فتنہ کیا تھا؟

استعماری قوتوں نے اپنے نو آبادیاتی نظام کی تعمیر اور اسلامی ممالک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی ذمّے داری جن عمائدین پر ڈالی تھی جیسے سرسید، چراغ علی، غلام احمد پرویز، ایسے ہی ایک بہت بڑا نام محمد عبدہ' کا بھی ہے۔

محمد عبدہ' نے جس طرح ملتِ اسلامیہ کی جڑوں میں مغربی تہذیب کی قلم لگانے کی کوشش کی آج اسی قلم کا تناور درخت جماعت وسطانیہ Centwrist Islamic Mainstream ہے۔

اس گروہ نے جو جدیدیت کے نام پر عالمِ اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے نہایت خطرناک ترین گروہ ہے۔ ۱۹۸۰ء میں اس گروہ نے اپنا منشور مرتب کیا اور اسے انتہائی رازداری سے دانشوروں میں تقسیم کر دیا گیا۔

یہ منشور کس نے تحریر کیا سید خالد جامعی لکھتے ہیں:۔

"اس منشور کے ابتدائی مصنف کمال عبدالمغد تھے۔ بے ریش کمال عالمی سطح کے آئینی ماہر ہیں۔ یہ جامعہ قاہرہ میں قانون کے پروفیسر ہیں۔ اس گروہ کے سرکردہ اراکین میں بے ریش صحافی فہمی ہویدا، مورخ طارق البشری، (محمد الغزالی مرحوم) قرضاوی شامل ہیں۔ اس منشور کو غزالی یا قرضاوی نے مرتب نہیں کیا بلکہ مغربی فکرِ قانون سے مرعوب پروفیسر کمال نے مرتب کیا اور قرضاوی جیسے عالم نے اس سے اتفاق کیا۔" (جریدہ ۳۴، صفحہ ۱۸۰)

یہ نام نہاد روشن خیال جدیدیت پسند مفکرین عورت کے بارے میں اور اس ادارے (عورت) کے بارے میں کیا کہتے ہیں، خالد جامعی لکھتے ہیں:۔

"وسطانیہ گروپ کے اجتہادات کا مرکزی موضوع عورت کی آزادی ہے۔ ان کے خیال میں مسلمان مرد و عورت میں تشخص، وقار اور ذمہ داری کے سلسلے میں مطلق مساوات کا اصول قانون قرآن سے ثابت ہے۔ چند اُمور میں یہ اصول استثناء کا حامل ہے جو قرآن نے طے کردیئے ہیں۔ اس کے سوا مرد و عورت میں کامل مساوات ہے۔ وسطانیہ مکتب فکر عورت کے بارے میں اسلامی معاشروں کی روایت کو درست تسلیم نہیں کرتا اور علماء کے موجودہ رویوں، روایات اور طور طریقوں کو اسلامی تعلیمات کی مسخ شدہ تشریحات سمجھتا ہے۔ وہ عصر حاضر میں مغرب میں عورت کی حیرت انگیز ترقی سے متاثر ہے۔ وہ ترقی کے مغربی نظریات کو مسترد نہیں کرتے اور عورتوں سے متعلق ترقی کے مغربی نظریات کو بالکل درست سمجھتے ہیں۔ وہ عورتوں کے متحرک سماجی کردار کے زبردست حامی ہیں۔ ان نادان فقہاء کو یہ معلوم نہیں کہ مغرب میں عورت کی مساوات کے فلسفے نے خاندانی نظام تباہ کردیا، نسلیں برباد ہوگئیں، گھروں کو سنبھالنے کیلئے اب دنیا بھر سے عورتیں درآمد کی جارہی ہیں۔ تاریخ میں کبھی عورتوں نے روزگار کیلئے اتنے بڑے پیمانے پر نقل مکانی نہیں کی، جس کے نتیجے میں مغرب اور مشرق کا خاندانی نظام تباہ ہوتا جارہا ہے۔ چین میں صنعتی ترقی کے بعد ۱۵ کروڑ سے زیادہ عورتوں مردوں نے اندرونِ ملک نقل مکانی کی جس سے گھر تہس نہس ہوگئے۔" (جریدہ ۳۴، صفحہ ۱۸۸)

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"وسطانیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ راسخ العقیدہ مکاتبِ فکر نے سُنت کی گمراہ کن تشریحات کے ذریعے عورت کا کردار محدود کردیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ راسخ العقیدہ روایتی مکاتب فکر نے قرآن کے مطالب میں تحریف کی ہے۔ وسطانیہ والے مغرب کی تاریخ، مغرب کے فلسفے، وہاں عورتوں کے بدترین استیصال سے ناواقف ہیں اسی لئے مغرب میں سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والوں میں عورتیں شامل ہیں۔ مغربی عورتیں اسلام کے حصار میں آرہی ہیں۔ وسطانیہ انھیں اسلام کے حصار سے نکالنے کے شرعی حیلے تلاش کررہے ہیں۔" (جریدہ ۳۴، صفحہ ۱۹۲)

عزیزانِ گرامی!

آج عالم اسلام میں وسطانیہ فکر سے متاثر اسکالر ٹی وی شوز میں اس قسم کے فتوے دیتے نظر آتے ہیں جن سے وہ خود کو روشن خیال جدیدیت پسند ظاہر کرسکیں۔ نت نئے مطالب کے ساتھ قرآنی آیات اور احادیث کو مغرب سے امپورٹڈ معنی پہنانے کیلئے مستعد رہتے ہیں۔

مغرب سے مرعوبیت یہ وہ محرک ہے جس نے جدید تحریک حقوقِ نسواں کو اسلامی ممالک میں فروغ دیا۔

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے نتائج

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے نتائج کیا رہے۔۔۔۔؟ دو سو سال کی سخت ترین جدوجہد کے بعد کیا عورتوں کو مردوں کے مساوی درجہ مل گیا؟

تمام شہر پر آسیب سا مسلط ہے
دھواں دھواں ہیں دریچے ہوا نہیں آتی
ہر ایک سمت سے چیخیں سنائی دیتی ہیں
صدائے ہم نفس و آشنا نہیں آتی

احبابِ من!

خواتین آج بھی وہیں موجود ہیں جہاں آج سے دو سو سال قبل تھیں۔۔۔۔ انہیں مغربی معاشرے نے وہ مقام نہیں دیا جس کی وہ متمنی تھیں۔۔۔۔ جس کی وہ حق دار تھیں یعنی ہر شعبۂ حیات میں مساوات۔

ہاں!

صرف اتنا ضرور ہوا کہ عورت گھر سے باہر ضرور آ گئی۔ وہ ہر جگہ مردوں کے ساتھ چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ اگر اس کو اہلِ ہوس نے کچھ دیا بھی تو نسوانیت کی قیمت پر۔ تمدنی کارکردگی کی بنیاد پر نہیں۔

ذرا سوچیے!

ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ!

عصبیت سے خالی ذہن کے ساتھ!

غیر جانب داری کے ساتھ!

کیا ہم نے عورت کو آزادی دے دی؟

کیا آج کی عورت کو معاشی مساوات کی بنیاد پر حق مل گیا؟

کیا دوسو سال قبل جو آزادیِ نسواں کی تحریک چلی تھی وہ کامیابی و کامرانی سے اپنی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی،

اگر نہیں تو کہاں تک سفر طے کر لیا؟

تو آپ کو ماننا پڑے گا!

آپ کو اعتراف کرنا ہوگا!

کہ یہ تحریک ناکام ہوگئی۔۔۔۔ یہ تحریک ہائی جیک ہوگئی۔۔۔۔ یہ تحریک عورتوں ہی کیلئے زہر قاتل بن گئی۔

پوچھئے!

ان خواتین سے!

ان حوا کی بیٹیوں سے!

جنہیں ہمارے دانش وروں نے گھر سے نکال کر شاپ، آفس، میڈیا کی زینت بنا دیا۔

مشرق و مغرب سے قطع نظر۔۔۔۔

کیا عورت کو آفس، میڈیا، شاپ اور دیگر معاشی مقامات جہاں وہ کام کرتی ہیں ذلیل اشاروں، جارحانہ زباں، ذاتی حملے،

جیسے حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

مشاہدہ کیجئے!

اس مخلوط سماج کا۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان بے تکلفی کا۔

اور نتائج مرتب کیجیے ایڈز جیسے ہولناک مرض کے سنگین نتائج کہ ہم اپنی نئی نسل کو سسکتی موت کے کنارے لے آئے ہیں۔۔۔۔

آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔۔۔۔ آپ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے لا محدود آزادی کے تصور نے ہمیں کہاں لا کھڑا کیا۔

اور دیکھئے مگر بصیرت کے ساتھ!

خاندانی نظام کی تباہی کو۔

بڑھتی ہوئی طلاق کی شرح کو کہ کیا نتائج سامنے آ رہے ہیں؟

بچوں کی بگڑی ہوئی تعداد۔۔۔۔ قتل وغارت گری کے پس منظر میں آپ کو خاندانی نظام کی تباہی ایک اہم عنصر نظر آئے گا۔

مسلم دنیا اب تک اس ہولناک مصیبتوں سے قدرے محفوظ ہے۔ اس کی وجہ اس کی اخلاقی برتری ہے اور یہ اخلاقی برتری اس کی خاندان سازی کی وجہ سے ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر عارفہ فرید لکھتی ہیں:۔

"مسلم ممالک نے خاندان سازی کو اسلامی نقطۂ نظر سے لازمی قرار دیا۔ مسلمان کسی ایسے معاشرے کیلئے تیار نہیں جس میں خاندان سے متعلق اداروں کی گنجائش نہ ہو۔ مغربی جنسی بے راہ روی کی اصل وجہ خاندان سازی سے انکار ہے۔ جبکہ مسلم دنیا کی اخلاقی برتری خاندان سازی کی وجہ سے قائم ہے۔" (تہذیب کے اس پار، از پروفیسر ڈاکٹر عارفہ فرید صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ کراچی یونیورسٹی پریس کراچی)

غور کیجیے!

بڑھتی ہوئی فحاشی و عریانیت پر

آج آزادی، مساوات، اور حقوق کے نام پر

عورت کا جسم بک رہا ہے۔

اور سرمایہ دار کا مال بھی مالا مال ہو رہا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

انڈیا کے اندر جنوری ۱۹۸۷ء کو ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں جدید تحریک حقوقِ نسواں کی ابتدائی لیڈروں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا عنوان تھا "نئے آغاز کی طرف" اس کانفرنس کے حوالے سے وحید الدین خان لکھتے ہیں:۔

"اس عالمی کانفرنس میں مغربی دنیا کی کئی ممتاز خواتین بھی شریک ہوئیں جو اَب بڑھاپے کی عمر میں ہیں اور انہوں نے اپنی پوری زندگی آزادئ نسواں کی تحریک چلانے میں گزاری ہے مگر اب وہ مایوسی کا شکار ہیں۔ آسٹریلیا کی جرمین گریر جو بین الاقوامی شہرت کی مالک ہیں، ان کے بارہ میں انڈین ایکسپریس (۱۴/ جنوری ۱۹۸۷ء) کے نامہ نگار کے الفاظ یہ ہیں کہ آج کل وہ بہت دُکھی نظر آتی ہیں۔ اُن کا وہ جوش جو 'فیمیل یونک' نامی کتاب لکھنے کے وقت اُن کے اندر تھا وہ حیرت انگیز طور پر غائب نظر آتا ہے۔ جرمین گریر نے مغرب کی آزادیِ نسواں کی تحریک پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نے کچھ مسائل حل کئے ہیں اور ہم کو کچھ نئے قسم کے مسائل میں مبتلا کر دیا ہے۔

جرمین گریر اپنی جوانی کی عمر میں اتنی آزاد خیال تھیں کہ وہ نکاح کے طریقہ کو ختم کرنے کی وکیل بنی ہوئی تھیں، مگر اب وہ بدل چکی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شاید مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی ماؤں کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہم نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا اور اُن کو قدامت پرست سمجھ لیا اب جب کہ ہم میں اکثر ماں بن چکی ہیں اور ہمارے ساتھ لڑکیاں ہیں تو اب ہم مسائل کو کسی قدر مختلف انداز سے سیکھ رہے ہیں۔ شاید اب ہم اپنی ماؤں کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مغرب کے پاس مرد اور عورت کے درمیان نابرابری کے مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔ مغربی عورت کا یہ خیال غلط ہے کہ پردہ دار عورتوں کو برابری حاصل نہیں ہے اور وہ عورتیں جو بناؤ سنگھار کے ساتھ اور کھلے سر ہوتی ہیں، وہ آزاد ہیں۔ اس فکر کو اب ردّ کر دینا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ نام نہاد مہذب مغرب میں بھی عورتوں کے مارنے پیٹنے کے واقعات موجود ہیں۔ مزید یہ کہ امریکہ اور انگلینڈ جیسے ملکوں میں بھی تنخواہ اور ملازمت کے معاملے میں عورتوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔ انگلینڈ میں جرائم کی چوتھائی تعداد عورتوں کے خلاف تشدد سے متعلق ہے۔ امریکہ کی ۱۵ فیصد عورتوں کو اُن کے شوہر یا بوائے فرینڈ زمارتے پیٹتے ہیں۔ (ٹیلی گراف ۱۱ /اکتوبر ۱۹۸۷ء) فرانس کی مز ہلیمی اس معاملہ میں اور بھی زیادہ کھل کر بولتی ہیں۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ خواتین نے جو کچھ چاہا تھا وہ سب انہوں نے پالیا مگر اُن کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ انہوں نے کہا کہ عورتیں بہت مخصوص قسم کی اخلاقی اقدار رکھتی ہیں۔ انسانیت کے بارے میں وہ ایک مختلف نقطۂ نظر کی حامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتوں کا نقطۂ نظر بہتر ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ عورتوں کا نقطۂ نظر مختلف ہے عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو عورت ثابت کریں نہ کہ غیر حقیقی طور پر مرد بننے کی کوشش کریں۔

مذہب کی تعلیمات کے مطابق عورت کا "رول ماڈل" یہ تھا کہ وہ گھر کو سنبھالے اور بچوں کی تربیت کرے۔ موجودہ زمانے میں عورتوں کو رول ماڈل یہ بتایا گیا کہ وہ باہر کی زندگی میں نکلیں اور ہر شعبہ میں بالکل مردوں کی طرح کام کریں۔ یہ دوسرا رول ماڈل تجربہ قابلِ عمل ثابت نہ ہو سکا۔ اپنے بڑھاپے کی عمر میں وہی مغربی خواتین پرانے رول ماڈل کی حمایت کر رہی ہیں جنھوں نے اپنی جوانی کی عمر میں نئے رول ماڈل کی پرجوش وکالت کی تھی۔" (خاتونِ اسلام، صفحہ ۱۰۰، از عبدالوحید خان، مولانا مطبوعہ دارالتذکیر لاہور بحوالہ Indian Express، ۱۴/ جنوری ۱۹۸۷ء باب دوم)

عزیزانِ گرامی!

مشاہدات، تجربات، نظریات کی روشنی میں تحریک حقوقِ نسواں کے منظر و پس منظر سے آگہی آپ نے حاصل کر لی اور یہ نتائج بھی یقیناً آپ نے اخذ کر لئے ہوں گے کہ جدید تحریک حقوقِ نسواں کے داعیان کے پاس صرف نعرہ (سلوگن) تو ہے مگر اس پر عمل درآمد کیلئے کوئی منشور نہیں ہے۔

اسلام نے 1400 سال قبل جن حقوق کی بنیاد وحیِ الٰہی کی روشنی میں رکھی تھی وہ آج بھی اپنی کرنوں سے بنی نوع انسان کو مستنیر کر رہے ہیں۔

اسلام میں عورت کے حقوق

مذاہبِ عالم اور اقوامِ عالم کے مختلف سماج میں عورت کے حقوق کا تقابلی جائزہ

حق عصمت وعفت

فکر و تفکر کے میدانِ کارزار میں فتنہ و انتشار کے ہتھیاروں سے صحت مند اقدار کو روند کر اذہان پر فتوحات کے جھنڈے گاڑنے کی رسم کوئی نئی رسم نہیں۔ اہلِ ہوس نے ان رسموں کو اپنی نفسانی خواہشات کیلئے جنم دیا اور ہر عہد کے فکری سورماؤں نے اپنے اپنے ادوار میں ان کی پرورش و نشو نما کی۔

نفسانی خواہشات کے دلدادہ عورت کو صرف ہوس و خواہشاتِ نفسانی کا ایک آلہ سمجھتے ہیں اور اپنی خواہشات کو لفظ 'آرٹ' کا لبادہ اوڑھا کر۔۔۔ تہذیب کی خوشبو سے آراستہ کر کے۔۔۔ ثقافت کی چاشنی کا شور و غوغا بلند کر کے۔۔۔ اور اسلامی اقدار کو دقیانوسیت، جہالت، بیک ورڈ کی گالی دے کر بنتِ حوا کا استیصال کرتے ہیں۔ بھولی بھالی بنتِ حوا ان کے ان پُر فریب نعروں کا شکار ہو کر اپنا حقِ عصمت وعفت اپنے ہی ہاتھوں تار تار کر ڈالتی ہے۔ ان فکری جلادوں کے بے ہودہ تخیلات کی آگ جس میں ان کا نفس ان کو جلاتا ہے اور ان کو اس بات پر آمادہ کرتا رہتا ہے کہ بنتِ حوا کے جسم سے کس طرح لطف اُٹھایا جاسکے۔ کس طرح اس کے عصمت وعفت کے نگینوں کو پامال کیا جاسکے۔ پھر یہ فکری جلاد اپنی خواہشات کو ایک نیا نام دیتے ہیں اور بنتِ حوا کے ناچ کو جسم کی شاعری، جسم کی موسیقی اور آرٹ کے نام سے مزین کر کے اس بھولی بھالی بنتِ حوا کا استیصال کرتے ہیں۔ بے حیائی کو فیشن، بے پردگی کو مساوات، بے راہ روی کو آزادی کے خوب صورت و خوش نما غلاف میں پیش کر کے عورت کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے۔

احبابِ من!

تاریخ کے اوراق ابھی اتنے بوسیدہ نہیں ہوئے کہ ماضی میں پھیلی ہوئی اخلاقی کدورتوں کو دیکھا نہ جاسکے۔

تاریکِ شب میں عامۃ الناس کو یقیناً سجھائی تو کچھ نہیں دے رہا مگر معاشرے میں پیدا ہونے والے تعفن کی بو سے دماغ پھٹے جارہے ہیں۔

بے ہنگم شور نے سماعتوں کو معطل کر کے رکھ دیا ہے۔

عہدِ حاضر میں دورِ جاہلیت کی یادیں تازہ کی جارہی ہیں۔ ماضی میں اگر حقوقِ نسواں پامال تھے تو قصور ان کی خود غرضی اور جہالت کا تھا مگر آج عہدِ جدید میں جب جہالت، جدیدیت کے لیبل کے ساتھ منصہ شہود پر جلوہ گر ہورہی ہے تو نہ جانے بے حیائی میں فیشن اور بے راہ روی میں آزادی نظر کیوں آرہی ہے؟ پردہ دقیانوسیت کی علامت اور برقعہ قید خانہ کا منظر پیش کیوں کر رہا ہے؟

ماضی کی تابندہ اقدار کے امینو!

اسلام نے جس دَور میں عورت کی عصمت وعفت کا حق اُسے دلایا تو تمھیں معلوم ہو گا کہ عورتوں کی زندگی کس سماجی پاتال کا منظر نامہ پیش کررہی تھی۔ ماضی کا سماجی پاتال اور آج حقوقِ نسواں کے نام پر عورتوں کا حال جس طرح بے حال کیا جارہا ہے وہ کسی بھی صاحبِ عقل وخرد سے پوشیدہ نہیں۔ آج جب طاقت کا توازن کفر کے پلڑے میں جاچکا ہے اور عالمِ کفر حقوقِ نسواں کے نام پر دورِ جاہلیت کی ان تمام امنگوں کو جگانے کی کوشش کررہا ہے جو کبھی اہلِ حرص وہوس کا خاصہ ہوا کرتی تھیں۔ بس تبدیلی اتنی ہے کہ کل جو باعثِ شرم وعار تھا آج وہ باعثِ فخر ہے۔

عورتوں کے حقِ عصمت وعفت عہدِ جاہلیت میں کس طرح پامال ہوتے رہے ہیں، پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"کفر اپنے ساتھ صرف عقیدے کی گمراہی نہیں لاتا بلکہ اخلاقی انحطاط اور مروّت کا فقدان بھی اپنے جلو میں لاتا ہے۔ معمولی عقل وفہم کا انسان جس کام کو کرتے ہچکچاتا ہے، جہاں کفر کی تاریکی چھاجاتی ہے وہاں بڑے بڑے حیاسوز کام کھلے بندوں کئے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے رئیس کرتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے۔ عرب کے قبائل اپنی نخوت وتکبر کی وجہ سے مشہور ہیں لیکن کفر کی گمراہی اُن کے رگ وپے میں سماگئی تھی۔ اس لئے ایسی گھناؤنی حرکتیں دن کے اُجالے میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتیں بلکہ وہ خود ان کا ارتکاب کیا کرتے اور قطعاً نہ شرماتے۔ زمانۂ جاہلیت میں لونڈیاں قحبہ گری کا پیشہ عام طور پر اختیار کرتی تھیں۔ بڑے بڑے رئیس خاندان اپنی جوان اور خوب صورت لونڈیوں کو اس مقصد کیلئے استعمال کرتے تھے۔ انھیں الگ مکان مہیا کیے جاتے جنھیں "مواخیر" کہا جاتا تھا۔ ہر ایک پر جھنڈا جھول رہا ہوتا اور اس لونڈی کا قحبہ خانہ اس کے مالک کے نام سے مشہور ہوتا۔ امام ابنِ جریر عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہر قبیلہ اور خاندان کی لونڈیاں ہوا کرتی تھیں جو اُن کی طرف منسوب ہوتیں۔ کہا جاتا: بغی اهل فلان وبغی اهل فلان۔ یہ فلاں قبیلہ کی لونڈی ہے، یہ فلاں قبیلہ کی لونڈی ہے۔ ان کے دروازوں پر جھنڈے گڑے ہوتے۔ امام ابن جریر نے ان متعدد جھنڈے والیوں میں سے نو کے نام تک لکھے ہیں اور اُن کے قبیلہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ نہ یہ بات معیوب تھی نہ اُن کے پاس کسی کا آنا جانا باعثِ عار وبدنامی تھا۔

ان کے علاوہ متعدد دوسری عورتیں بھی تھیں جو یہ پیشہ کھلے بندوں کیا کرتیں۔ کئی لوگ ان کے ساتھ شادی کرلیتے تاکہ ان کی حرام کمائی سے عیش کریں۔" (ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ الازہری جلد سوم صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"یثرب کے حالات بھی مکّہ سے کچھ مختلف نہ تھے۔ وہاں اس کا سب سے بڑا کاروبار کرنے والا خود عبد اللہ بن اُبّی تھا جسے اوس و خزرج کے قبیلے اپنا بادشاہ مقرر کرنے والے تھے اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے اس کیلئے سونے کا تاج سنار کے پاس تیار ہو رہا تھا۔ اس حیثیت کا انسان وہاں سب سے بڑا حرام کار تھا۔ اس نے اپنے چکلے میں چھ نوجوان اور خوب صورت لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں اور اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک مقررہ رقم کا کمانا ہر روز ضروری تھا۔ اگر کوئی لونڈی مقررہ رقم پیش نہ کرتی تو اُسے زدو کوب کیا جاتا اور مقررہ رقم پوری کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ یہ صاحب ان لونڈیوں سے صرف دولت ہی نہ کمایا کرتے تھے بلکہ سیاسی فائدے بھی حاصل کرتے۔ عرب قبائل کا کوئی رئیس اگر یثرب آتا تو یہ اپنی ایک لونڈی معاذہ کو شب باشی کیلئے اس کے پاس بھیج دیتا تاکہ وہ ابنِ اُبّی کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھے اور ضرورت کے وقت وہ اسے اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کیلئے استعمال کر سکے۔" (ضیاء القرآن، جلد سوم، صفحہ ۳۲۳)

عبد اللہ بن ابی کی لونڈی اس فعلِ قبیح سے جب تنگ آگئی اور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور اپنی داستانِ غم والم بیان کی۔ آپ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کی اِس داستان کو پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مظلومہ کی دادرسی فرمائی اور تب روح الامین، اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ
وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ نور آیت ۳۳)

اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تاکہ تم حاصل کرو (اس بدکاری سے) دنیوی زندگی کا کچھ سامان اور جو (کمینہ خصلت) مجبور کرتا ہے انہیں (عصمت فروشی پر) تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کی لغزشوں کو) بخشنے والا (اور ان پر) رحم فرمانے والا ہے۔

احبابِ من!

آج مغرب کی بنتِ حوا جو جدید تحریک حقوقِ نسواں کے سائے میں پروان چڑھی۔ اور مشرق میں حوا کی دختر جس پر صیہونی سامریوں نے جدید تحریک حقوقِ نسواں کا فسوں پھونک کر ماڈرن بنا دیا ہے۔

پنڈتوں، پادریوں اور سرمایہ داروں کے استیصال نے انہیں کسی پاتال میں جھونک دیا ہے۔

یہ بنتِ حوا پوچھ رہی ہے!

کیا اسلام نے صرف اپنے عہد میں جب قرآن نازل ہو رہا تھا لوگوں کو منع کر دیا کہ وہ اپنی لونڈیوں سے بدکاری نہ کروائیں؟

کیا بس اتنا کافی تھا؟

پوچھ رہی ہے دخترِ آدم!

کیا اسلام نے عورتوں کے عفت و عصمت کے حق کیلئے کسی ادارے کو بھی جنم دیا؟

سراپا سوال ہے دخترِ انسانیت!

کیا اسلام نے عورتوں کے عفت و عصمت کے حق کیلئے کچھ سماجی اقدار بھی قائم کیں؟

پوچھ رہی ہیں خواتینِ انسانیت!

کیا اسلام نے کچھ ایسے قوانین بھی وضع کیے جن پر عمل پیرا ہو کر خواتین اپنے حقِ عفت و عصمت کا سامان کر سکیں؟

ایسے قوانین جن پر عمل کرانے کیلئے حکومت کے ڈنڈے کی نہیں بلکہ کردار کی پختگی کی ضرورت ہو کیونکہ حکومتیں تو عروج و زوال کے ادوار سے گزرتی رہتی ہیں۔

پوچھ رہی ہیں اُمہات الاقوام!

کیا اسلام نے مردوں کی ہوس و شہوت سے بھری ہوئی بے باک نگاہوں سے عورتوں کو بچانے کا بھی کوئی انتظام فرمایا؟

سوالات کے جلو میں صدائیں بلند ہو رہی ہیں کہ کیا اسلام نے ماضی کے مذاہب اور حال کی بے حال جدیدیت میں عورت کے حقِ عفت و عصمت کو کوئی تحفظ دیا؟

کیا حیا اور پاک دامنی کی سنہری کرنوں سے انسان کے دل و دماغ کو منور کیا؟

ہاں اے دخترِ آدم!

اسلام نے نزولِ قرآن کے زمانے میں صرف ایک آیت کی تعلیم نہیں دی بلکہ پورا نظامِ عفت و عصمت دیا ہے۔

ہاں اے اُمہات الاقوام!

ربِّ کائنات نے صرف ایک آیت نازل نہیں کی کہ لونڈیوں سے بدکاری مت کرواؤ بلکہ آئندہ کیلئے بدکاری کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا ہے۔

ہاں اے بنتِ حوا!

اسلام تو اپنے جلو میں رحمت ورافت کا پیغام لے کر آیا بنتِ حوا کیلئے ابنِ آدم کے لئے۔

ہاں اے دخترِ اسلام!

اسلام نے اہلِ مغرب کی طرح بنتِ حوا کے سر سے چادر کو نہیں اُتارا بلکہ عفت و عصمت کی چادر عطا کی۔

اے چراغِ خانہ!

اسلام سے قبل نہ عورت کی عفت و عصمت کا کوئی حق محفوظ تھا نہ اسے انسان سمجھا جاتا تھا۔ جب پروہتوں کے زمانے میں دیوتاؤں کیلئے عریاں رقص، برہنہ پوجا اور پروہتوں کیلئے دوشیزائیں مقدس پرساد بن جاتی تھیں جن سے وہ شکم کی نہیں بلکہ خواہشِ نفس کی آگ کو ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔

جب عورت کو گندگی کا ڈھیر اور شیطان کا مدخل کہا جاتا تھا۔ جب عورت کی عفت و عصمت کو کہیں تجرد کے نام پر محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی تو کہیں تجرد کے غیر فطری بارود سے تباہ و برباد کر دی جاتی۔

ایسے دور میں یہ اسلام ہی تھا جس نے اس عورت کو حقِ عفت و عصمت دیا۔

اسلام کی عطا کردہ عفت و عصمت کی اقدار

اسلام نے عورت کے حقِ عفت و عصمت کی حفاظت کیلئے سب سے پہلے مَردوں کو حکم دیا۔۔۔ مَردوں کو پابند کیا۔

فرمایا:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (سورہ نور آیت ۳۰)

آپ حکم دیجئے مومنوں کو کہ وہ نیچے رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی

یہ (طریقہ) بہت پاکیزہ ہے ان کیلئے بے شک اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے ان کاموں پر جو وہ کیا کرتے ہیں۔

اے عقل و دانش کے مسند پر تشریف فرما دانشورو!

اس آیت پر غور کیجئے!

عورت کے حقِ عفت و عصمت کیلئے قرآن نے کیا لازوال قانون بیان کیا۔ ان تمام وسائل و ذرائع پر پابندی عائد کر دی جہاں سے عورت کے حقِ عفت و عصمت پر نقب لگ سکتی تھی۔

وہ راستے جو طبیعت میں ہیجان اور جذبات، شہوت کو بھڑکاتے ہیں، اسلام نے وہ راستے ہی بند کرا دیئے۔

آج جدیدیت کے عَلَم بردار عورت کے حقِ عفت و عصمت کو تو بہت بڑھ چڑھ کر بیان کر رہے ہیں مگر ان فحاشی و عریانیت کے راستوں کا سدِّباب نہیں کر رہے جہاں سے عورت کے حقِ عفت و عصمت پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔

تحریک حقوقِ نسواں کے نام نہاد عَلَم بردار ہر روز نت نئے قوانین کو پارلیمنٹ سے منظور کرانے کیلئے سر گرمِ عمل رہتے ہیں۔ شاید وہ ان قوانین کے پاس ہونے کے بعد یہ امید رکھتے ہیں کہ قانون کی طاقت عورت کو حقِ عفت و عصمت فراہم کر دے گی۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"شریعتِ اسلامیہ فقط گناہوں سے نہیں روکتی اور ان کے ارتکاب پر سزا نہیں دیتی بلکہ ان تمام وسائل اور ذرائع پر پابندی عائد کرتی ہے اور انھیں ممنوعہ قرار دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ تاکہ جب گناہوں کی طرف لیجانے والا راستہ ہی بند ہو گا تو گناہوں کا اِرتکاب آسان نہیں ہو گا۔ طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور جذباتِ شہوت کو مشتعل کرنے والے اسباب سے نہ روکنا اور ان کو کُھلی چھٹی دے دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ ہم اپنے قانون کی قوت سے لوگوں کو برائی سے بچا لیں گے، بڑی نادانی اور ابلہی ہے۔ اور کوئی نظام ان عوامل اور محرکات کا قلع و قمع نہیں کرتا جو انسان کو بدکاری کی طرف دھکیل کر لے جاتے ہیں۔

تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس برائی کو برائی نہیں سمجھتا اور نہ اس سے لوگوں کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ اس کی زبان پر جو کچھ ہے وہ اس کے دل کی صدا نہیں، بلکہ محض ریاکاری اور طمع سازی ہے۔

در میان قعر دریا تختہ بندم کردئی
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

کسی کو بہتے ہوئے دریا میں دھکا دے کر گرا دینا اور پھر اس کو یہ کہنا کہ خبردار! اپنے دامن کو پانی کی موجوں سے گیلا نہ ہونے دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔ (ضیاء القرآن، جلد سوم، صفحہ ۳۱۱،۳۱۲)

احبابِ من!

کیا مغرب میں قانون کی طاقت نے عورت کا حقِ عفت و عصمت اُسے لوٹا دیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف مردوں کو نظریں نیچی کرنے کا حکم دیا۔ یا عورتوں کو بھی حقِ عفت و عصمت کی حفاظت کیلئے کچھ مضبوط اقدار عطا کیں۔

عفت و عصمت اور مضبوط اخلاقی اقدار

اللہ اور رسول نے مومن عورتوں کو بھی ایسی اخلاقی اقدار کا امین بنایا جس پر اگر وہ عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا میں کہیں بھی کوئی اُن کے دامنِ عفت و عصمت کو داغدار نہیں کر سکے گا۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی بھی اخبار زنا بالجبر کی خبر رپورٹ نہیں کر سکے گا۔ کہیں بھی عورت کی عفت و عصمت پر دھبہ نظر نہیں آئے گا۔

فتنہ نظر:

وہ اخلاقی اقدار کیا ہیں، فرمایا:۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (سورہ نور آیت ۳۱)

اور آپ حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی عصمتوں کی اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی آرائش کو۔

مزید آگے حوالہ رقم فرمایا:۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (سورہ نور آیت ۳۱)

اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تاکہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگار جو وہ چھپائے ہوئے ہیں۔

اس آیت پر غور فرمائیں تو درج ذیل اشاراتِ ربانی ہمارے سامنے آ جاتے ہیں:۔

- بنتِ اسلام اپنی نگاہوں کو پست رکھیں۔
- اپنی عصمت (ستر) کی حفاظت کریں۔
- اپنی آرائش کو ظاہر نہ ہونے دیں۔
- اپنی اوڑھنیاں (چادریں، برقعہ وغیرہ) سے اپنے سینوں کو ڈھانپ لیں۔
- زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں جس سے اُن کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو۔

عورت کے حقِ عفت و عصمت کے تحفظ کیلئے قرآن مجید نے کئی قوانین بیان فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورہ نور آیت ۵۸،۵۹)

اے ایمان والو! اذن طلب کیا کریں تم سے (اپنے گھروں میں داخل ہوتے وقت) تمہارے غلام اور وہ (لڑکے) جو ابھی جوانی کو نہیں پہنچے تم میں سے تین مرتبہ نمازِ فجر سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اُتارتے ہو اپنے دوپہر کو اور نمازِ عشاء کے بعد یہ تین پردے کے وقت ہیں تمہارے لئے، نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی حرج ہے۔ان اوقات کے علاوہ کثرت سے آنا جانا رہتا ہے تمہارا ایک دوسرے کے پاس یوں صاف صاف بیان فرماتا ہے اللہ تعالٰی تمہارے لئے (اپنے) احکام اور اللہ تعالٰی علیم و حکیم ہے۔اور جب پہنچ جائیں تمہارے بچے حدِ بلوغ کو تو وہ بھی اذن طلب کیا کریں جس طرح اذن طلب کیا کرتے ہیں وہ لوگ (جن کا ذکر) پہلے ہوا یوں صاف صاف بیان فرماتا ہے اللہ تعالٰی تمہارے لئے اپنے احکام کو اور اللہ تعالٰی علیم و حکیم ہے۔

تمام مفسرین نے یہ واقعہ اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔

ایک دن انصار کی ایک خاتون بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر اوقات میں اپنے گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے خواہ وہ میرا بھائی، والد یا میرا بیٹا ہو یا میرے اہلِ خانہ میں سے کوئی اور ہو، مَیں کیا کروں؟

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ابھی اس بنتِ حوا کی فریاد مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل امین یہ آیت لے کر حاضرِ بارگاہ ہوئے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورہ نور آیت ۲۷)

اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو گھروں میں اپنے گھروں کے سوا جب تک تم اجازت نہ لے لو اور سلام کیا کرو ان گھروں میں رہنے والوں پر یہی بہتر ہے تمہارے لئے شاید تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو۔

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"آپ خود غور فرمایئے کہ انسان کا گھر اس کا خلوت خانہ ہے جہاں وہ بے تکلفی سے وقت بسر کر سکتا ہے۔ اگر یہاں بھی ہر شخص کو بلا اجازت، بے دھڑک آگھسنے کی آزادی ہو تو انسان گھر میں وہ راحت و آرام نہیں پا سکے گا جس کی تلاش میں وہ باہر سے تھکا ماندہ آتا ہے۔ نیز گھر کی مستورات ہر وقت اپنے کپڑوں کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتیں۔ کبھی اوڑھنی سر سے اتر جاتی ہے کبھی کوئی کام کرنے کیلئے آستینیں چڑھانی پڑتی ہیں۔ نہانا دھونا بھی ہوتا ہے۔ ان حالات میں اگر آنے والے پر کوئی پابندی نہ ہو تو عورتیں یا تو ہر وقت سر پر چادر ڈالے رہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہیں یا نامحرم کے سامنے بے حجاب ہونے کا اندیشہ مول لیں۔ نیز یہ ویسے بھی بڑی سخت زیادتی ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت گھس آئے۔ اسی طرح گوناگوں خرابیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ نظر بازی، کسی کی راز کی باتوں کو سننا وغیرہ قباحتیں رونما ہو جائیں گی۔ گھر کا امن و سکون برباد ہونے کے ساتھ ساتھ عصمت و آبرو بھی محفوظ نہیں رہے گی۔" (ضیاء القرآن، جلد سوم صفحہ ۳۰۸)

عورتوں کے تحفظِ حقِ عفت وعصمت کیلئے خصوصی ہدایت

اسلام نے فواحش کے انسداد اور خواتین کے عفت و عصمت کے تحفظ کیلئے مسلّم احکام بنی نوع انسان کو عطا کئے ہیں کہ طاغوتی قوتیں اُن کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ جاتی ہیں۔

اسلام بے حیائی، فواحش سے صرف رکنے کا حکم ہی نہیں دیتا بلکہ ان راستوں کے سدِّباب کیلئے مربوط و منظم احکامات بھی تعلیم کرتا ہے۔

۲۔ زیب و زینت کا اظہار (غیر محرم کے سامنے) نہ کرنے کی ہدایت

اسلام خواتین کے تحفظِ حقِ عفت و عصمت کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ سب سے بڑا نگہبان ہے۔ اسی لئے وہ ایسے احکامات عطا کرتا ہے۔ ان اسباب کا خاتمہ فرماتا ہے جہاں سے کوئی بد طینت اس گوہر انمول میں نقب لگا سکے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (سورہ احزاب آیت ۳۳)

اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا۔

احبابِ من!

زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ عورتیں بن ٹھن کر بازاروں میں بے پردہ گھوما کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال پر غیر مردوں سے دادِ بے حیائی کو سمیٹا کرتی تھیں۔ اس سے اُن کو روکا جا رہا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں تقلیدِ مغرب کے بخار نے ہمارے معاشرے کو بھی اس کینسر میں مبتلا کر رکھا ہے۔

جسٹس کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کے نزدیک عفت و عصمت کی جو قدر و منزلت ہے۔ اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جا رہے ہیں۔ ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے۔ ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جا رہا ہے جن کے ذریعہ اس متاعِ گرانمایہ کے لٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کوئی زیرک قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کیلئے نہیں کھولتا۔ جو لوگ اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین، ان کی بچیاں، بہنیں پختہ کردار کی مالک ہیں۔ وہ اگرچہ قیمتی اور بھڑکیلے ملبوسات پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں تو اُن کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں "بھولا" کہہ سکتے ہیں۔ اور اُن کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے اُن کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کر دے گی کہ اُن کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا۔ اس وقت وہ پچھتائیں گے جب چڑیاں کھیت چگ گئی ہوں گی۔ اس وقت وہ زار زار روئیں گے، لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔" (ضیاء القرآن، جلد چہارم صفحہ ۴۵)

۲۔ حجاب

عورتوں کو گمراہ کرنے کیلئے سب سے زیادہ حجاب شکنی پر زور دیا گیا اور تمام تر توانائیاں پردے کو ختم کرنے کی کوشش میں صرف کی گئی۔ کیونکہ سب سے پہلے نظر بہکتی ہے، پھر دل بہکتا ہے اور پھر نفس بہکتا ہے۔

بخارا کے اندر جب روسی کیمونسٹ داخل ہوئے تو انہوں نے بناتِ اسلام کے سروں سے چادریں کھینچی، اُن کی عزت و آبرو کے گوہر کو لوٹا اور اس کیلئے انہوں نے معاشرے میں بگاڑ کیلئے ایسے ہتھکنڈے اپنائے کہ یہ نادان لڑکیاں اُن کے جال میں پھنستی چلی گئیں۔

بخارا کی سڑکوں پر برقعوں کو جلایا گیا اور جن غیرت مند خواتین نے برقعہ اُتارنے سے انکار کیا اُن کے سروں سے زبردستی برقعے نوچ لئے گئے۔

بخارا کا انقلابی شاعر تاق ابوالقاسم لکھتا ہے:۔

عیب باشد کہ تو در پردہ وخلقے آزاد
حیف باشد کہ تو در خواب وجہانے بیدار
ترک چادر کن مکتب برو درس بخوان
شاخ جہل ندارد ثمرے جز ادبار

کتنی بری بات ہے کہ تم پردے میں ہو اور دنیا آزاد ہے افسوس کہ تم محوِ خواب ہو اور دنیا بیدار ہے۔
چادر چھوڑو مکتب جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔ جہالت کی شاخ پر پسماندگی کے سوا کوئی پھل نہیں لگتا۔

(اُف یہ پادری، ص ۳۳۷ بحوالہ عبرت نامہ بخارا)

ایک باشقرستانی یہودی کہتا ہے:۔

"پردہ مردوں کے ظلم کی نشانی ہے۔ اب عورتیں آزاد ہو گئی ہیں۔ وہ دفتر میں نوکری کر سکیں گی۔ فرغانہ کے غیور باشندے اس حقیقت کو پاچکے ہیں۔ ان کی عورتیں آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہو چکی ہیں۔ نکاح و طلاق کا جھنجھٹ اب باقی نہیں رہا۔ وہ مردوں کے ظلم سے آزاد بڑے آرام و سکون کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔" (اُف یہ پادری، ص ۳۳۷ بحوالہ سمرقند و بخارا کی خونیں سرگزشت)

بناتِ اسلام!

کیا پردہ ایک ظلم ہے؟

کیا حجاب ایک جبر ہے؟

کیا برقعہ ایک قید خانہ ہے؟

اگر یہ ظلم ہے تو ہر عورت کے ساتھ ظلم ہے۔۔۔ اگر یہ جبر ہے تو ہر عورت کے ساتھ جبر ہے۔۔۔ اگر یہ قید خانہ ہے تو ہر عورت کیلئے قید خانہ ہے۔

خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی، یہودی ہو یا مشرک۔

لیکن!

ظلم وستم، جبر وقید خانے کا پروپیگنڈہ صرف مسلم ممالک میں کیوں؟

مسلم خواتین اس پروپیگنڈے کا شکار کیوں؟

کیا عیسائیت میں ننیں اپنے سروں کو اسکارف سے ڈھانپ کر نہیں رکھتیں۔

اگر یہ جبر ہے تو یہ ایک عیسائی نن پر بھی جبر ہے؟

لیکن یہ نن خواہ برطانیہ کی ہو یا فرانس کی، اٹلی کی ہو یا جرمنی کی، جب سر پر اسکارف لیتی ہے تو پورا یورپ اسے جھک کر سسٹریا مدر کہتا ہے لیکن یہی اسکارف ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، سعودی عرب اور پاکستان کی عورت سر پر رکھ لیتی ہے تو اسے نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اسے جاہل، گنوار، غیر ترقی یافتہ اور فنڈامینٹلسٹ کہا جاتا ہے۔

(مزید تفصیل راقم کا رسالہ "حجاب اور تہذیبی وثقافتی دہشت گردی" ملاحظہ کیجئے)

بناتِ اسلام! کیا اسکارف ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ کیا پردہ روشن خیالی کیلئے خطرہ ہے؟ کیا حجاب وسعتِ فکر کیلئے زنجیر ہے؟

جاوید چوہدری لکھتے ہیں:۔

اس وقت پورے یورپ میں چھوٹے بڑے ۷ لاکھ چرچ اور مذہبی اسکول ہیں۔ امریکہ کے اندر ایک لاکھ ۲۲ ہزار چرچ ہیں۔ ان ۸ لاکھ ۲۲ ہزار چرچوں میں ۲۶ لاکھ ننیں (سسٹرز اینڈ مدرز) ہیں اور یہ تمام ننیں اپنے سروں پر اسکارف لیتی ہیں اور برقعہ نما ڈھیلاڈھالا گاؤن پہنتی ہیں۔ اگر ان کے گاؤن اور اسکارفوں کے باوجود وہاں ترقی ہوئی۔ تو کیوں مسلم دنیا ترقی نہیں کر سکتی؟

(کالم روزنامہ جنگ کراچی)

بناتِ اسلام!

مسلمان خواتین کے اسکارف پر اعتراض کیوں؟

یورپ، امریکہ میں کسی نن کے اسکارف پر اعتراض کیوں نہیں؟

ان کے سر ننگے کرنے کا مطالبہ کیوں نہیں؟

عزیزانِ گرامی! حجاب، پردہ خواتین کے تحفظ حق عفت و عصمت کا ایک ایسا تحفظ ہے جس میں عورت خود کو محفوظ تصور کرتی ہے۔ اس کی طرف اُٹھنے والی بے باک نگاہیں ناکامی کے ساتھ واپس لوٹ جاتی ہیں اور یہ حسین تحفظ بھی۔ یہ حسین و جمیل قدر بھی، اسلام ہی کی عطا کردہ ہے۔ فرمایا:۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ (سورہ احزاب آیت ۵۹)

اے نبی مکرم! آپ فرمایئے اپنی ازواجِ مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"تمام جاہلی تہذیبوں میں خواہ شرقی ہوں یا غربی، قدیم ہوں یا جدید، عورت کو ایک کھلونا ہی سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جاتا ہے۔ ہوسناک نگاہیں اس کا تعاقب کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کرتیں۔ جب تک عورت اپنے حقوق سے بے خبر اور محروم تھی اس وقت تک حکما اسے محفل رقص و سرود کی زینت بننے پر مجبور کیا جاتا رہا اور جب اُسے اپنے حقوق سے آگاہی ہوئی تو پرانے شکاریوں نے اس کو پھانسنے کیلئے نیا جال بچھا دیا انہوں نے اپنا سارا فلسفہ اور زورِ قلم اس کو یہ باور کرانے میں صرف کر دیا کہ اب تو آزاد ہے۔ تجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تو بن سنور کر سات سنگھار کر کے گھر سے نکلے۔ اس کے بعد تیرا جی چاہے تو بازاروں اور شاہراہوں پر محوِ خرام

رہے، چاہے کسی قہوہ خانے کی آرائش میں اضافہ کرے، چاہے کسی شبینہ کلب میں یا بزم عیش وطرب میں اپنے حسن کی نمائش کرے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ تیری اس آزادی میں روڑا اٹکائے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح مردوں کا خالق ہے اسی طرح عورتیں بھی اس کی مخلوق ہیں۔ وہ دونوں سے پیار کرتا ہے اور اسے دونوں کی خیر خواہی مطلوب ہے۔ وہ جس طرح مردوں کو آبرومندانہ اور باوقار زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ عورت کو بھی عفت وعصمت اور شرم وحیا کا پیکر بن کر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ (ضیاء القرآن، جلد چہارم صفحہ ۹۴)

غلام رسول سعیدی صاحب پردے سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی۔ اس پر کوئی بری نظر ڈالتا ہے نہ کوئی آواز کستا ہے، نہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور جو عورت بے پردہ، تنگ اور چست لباس پہن کر سرخی پاؤڈر سے میک اپ کرکے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کرکے خوشبوؤں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے۔ وہ تمام ہوسناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے، اوباش لوگ اس پر آوازے کستے ہیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عزت لٹ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ! ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام عورت کو پردے کی بوبو بنانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ ہے نہ کوئی حدود و قیود ہیں لڑکیاں نیم عریاں لباس میں برسرعام پھرتی ہیں اور راہ چلتے برسرعام مرد و عورت بوس و کنار کرتے ہیں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں بغیر کسی پردے اور حجاب کے حیوانوں کی طرح مرد اور عورتیں ہم آغوش ہوتے ہیں اور جنسی عمل کرتے ہیں۔ ایک لڑکی کئی کئی بوائے فرینڈز رکھتی ہے، جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی بھرمار رہتی ہے اور اس جنسی بے راہ روی سے اُن کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور وہ لوگ مالیخولیائی کیفیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ سکون اور نروان کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے تھے لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملا۔ اب وہ چرس، کوکین، ہیروئن اور راکٹ کی پناہ لیتے ہیں۔ وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کیلئے سُلا دے، بے حس کر دے اور دنیا ومافیہا سے بے خبر کر دے۔ مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندی لگا رہی ہیں۔ اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے۔ پابندیوں سے کام نہیں چلے گا، لوگ سکون چاہتے ہیں۔ ان کو سکون مہیا کیجیے۔ راکٹ اور مارفیا کا سکون ناپائیدار اور عارضی ہے، صحت کیلئے تباہ کن ہے، حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے۔ (شرح صحیح مسلم، از غلام رسول سعیدی، مولانا جلد ۵، صفحہ ۶۲۶ مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"مغربی ملکوں میں جہاں عورت پر ستر اور حجاب کی قیود نہیں ہیں۔ ان کے معاشرے اور ماحول میں ہر وقت اور ہر جگہ عورت اور مرد کا عام آزادانہ میل جول اور اختلاط ہے، ہوٹلوں، کلبوں، تفریحی گاہوں، شراب خانوں اور رقص گاہوں میں مرد نامحرم عورتوں کے ساتھ آزادانہ گھومتے ہیں، شراب پیتے ہیں، چرس اور ہیروئن کا دم لگاتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور داد عیش دیتے پھرتے ہیں، شاہراہوں اور دیگر کھلے مقامات پر مرد و عورت بر سر عام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں، ساحل سمندر پر، پارکوں اور تفریح گاہوں میں عریاں جوڑے حیوانوں کی طرح کھلے عام جنسی عمل کرتے ہیں، اور ان کی سڑکیں ناجائز بچوں سے بھری رہتی ہیں، بیویوں کی خیانت اور شوہروں کی بدکاریوں کی خبروں سے ان کے اخبارات اور رسائل کے کالم سیاہ رہتے ہیں اور بد چلنی اور بد عنوانی کے مقدمات سے عدالتیں بھری رہتی ہیں۔

آزادیٔ نسواں اور بے پردگی کی تحریک سے ہمارا معاشرہ بھی قدم بہ قدم یورپ کی شاہراہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہماری نوجوان نسل عریانی اور فحاشی کی اس منزل پر پہنچ جائے جہاں سے اس کو واپس لانا مشکل ہو جائے ہمیں بے پردگی اور آزادیٔ نسواں کو خیرباد کہہ کر ستر اور حجاب کے معاملہ میں اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنا چاہئے اسی میں ہمارے لئے دنیا اور آخرت کی عزت اور نیک نامی ہے، امن، اطمینان اور سکون ہے، یہی اسلام کا تقاضا اور ہمارے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ (شرح صحیح مسلم، از غلام رسول سعیدی، مولانا جلد ۵، صفحہ ۶۹۱ مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

مفکر پاکستان ڈاکٹر اقبال پردے سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عاید کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ بر آ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا دیا جائے جو مرد ہی انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہو گا۔ مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرہ کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش بھی ہے۔ (جدید تحریک نسواں اور اسلام، از ڈاکٹر ثریا بتول علوی صفحہ 115، بحوالہ روزگارِ فقیر صفحہ ۶۲)

وحید الدین خان طلاق کی شرح میں اضافے اور بے پردگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"قدیم زمانے میں طلاقوں کی کثرت کا یہ مسئلہ نہ تھا۔ پھر موجودہ زمانہ ہی میں یہ مسئلہ اتنے بڑے پیانے پر کیوں پیدا ہوا ہے۔ اس کا واحد سب سے بڑا سبب وہ چیز ہے جس کو آج کل کی زبان میں مخلوط سماج (Mixed Soceity) اور مذہبی زبان میں بے پردہ معاشرت کہا جاتا ہے۔ اس بے قید طرزِ معاشرت نے اس بات کو ممکن بنا دیا ہے کہ عورت اور مرد کسی بھی قسم کی رکاوٹ یا حد بندی کے بغیر سمندر کی مچھلیوں کی طرح ایک دوسرے کے درمیان رہیں۔ اس طرزِ معاشرت میں جنسی وفاداریوں کا بار بار تبدیل ہونا لازمی ہے۔ باپردہ معاشرت میں عمومی طور پر آدمی صرف اپنی بیوی کو دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ انتشارِ وفاداری کے فتنہ سے بچا رہتا ہے۔ اس کے برعکس بے پردہ معاشرت میں بار بار دوسرے چہرے اس کے سامنے آتے ہیں۔ اب اس کو نظر آتا ہے کہ نیا چہرہ قدیم چہرہ سے زیادہ اچھا ہے۔ یہ تقابلی مشاہدہ اس کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ پرانے جوڑے سے اکتا کر نئے جوڑے کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ چنانچہ مغربی کہانیوں میں اکثر یہ بتایا جاتا ہے کہ مرد و عورت شادی کر کے کچھ دن ایک ساتھ رہے۔ اس کے بعد ان کے سامنے کوئی اور چہرہ آیا اور وہ ان کو پسند آ گیا۔ انہوں نے سابقہ تعلق کو ختم کر کے نیا تعلق قائم کر لیا۔" (خاتونِ اسلام، وحید الدین خان، مولانا صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ دار التذکیر، لاہور)

مغربی سماج میں بڑھتی ہوئی طلاق کی شرح اور معاشرتی مسائل کو جنم دیتا ہوا سونامی اسی بے پردگی کی وجہ سے ہے۔

مغرب میں طلاق کی شرح کے حوالے سے روزنامہ 'جنگ' کی یہ خبر ملاحظہ فرمایئے:۔

"شادی شدہ گھرانوں میں بھی طلاقوں کی بھرمار ہے اور ان طلاقوں کے حوالے سے حکومت جو اخراجات برداشت کرتی ہے وہ ۳۵ ملین پاؤنڈ سالانہ ہیں۔ ان حالات میں سب سے زیادہ معصوم بچے متاثر ہوتے ہیں جن کی تعداد فی الحال ڈیڑھ لاکھ سالانہ ہے لیکن ایک اندازے کے مطابق چند برسوں میں تین ملین مرد و زن طلاق کے تجربے سے گزریں گے جس کے نتیجے میں ڈیڑھ ملین (یعنی پندرہ لاکھ) بچے متاثر ہوں گے۔" (۶/جون ۱۹۹۲ء)

طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کن سانحات کو جنم دیتی ہے برطانیہ کی فیملی پالیسی اسٹڈیز کی یہ خبر ملاحظہ کیجئے:۔

"لاہور (جنگ فارن ڈیسک) برطانیہ میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اور بن بیاہی ماؤں کی وجہ سے خاندانی زندگی کو خطرات لاحق ہیں۔ برطانیہ کی فیملی پالیسی اسٹڈیز سنٹر نے کہا ہے کہ خاندانی زندگی میں وقوع پذیر تبدیلی کی وجہ سے نوجوانوں میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے اور بچوں کے روشن مستقبل کے خواب چکنا چور ہو رہے ہیں۔ اس ادارے کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر موجودہ صورتحال برقرار رہی تو جلد ہی ۲۸ فیصد برطانوی بچوں کے والدین میں ان کے سولہ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی طلاق ہو جایا کرے گی۔" (روزنامہ جنگ ۹/نومبر ۱۹۹۷ء)

جنگ کی ایک اور رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"واشنگٹن (رپورٹ) امریکہ میں شادی کا بندھن بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اس ملک میں ہر تیسرا یا تو رشتۂ ازدواج سے الگ ہو چکا ہے یا طلاق یافتہ ہے۔ وائس آف امریکہ نے اپنی ایک خصوصی رپورٹ میں ایک واقعے کے حوالے سے کہا کہ شادی بہرحال کوئی کھیل نہیں ہے۔ فریقین میں باہمی محبت کے بغیر کوئی شادی پروان نہیں چڑھ سکتی۔ وائس آف امریکہ کے مطابق جب کوئی شخص شہرت حاصل کرتا ہے تو چند دنوں کے اندر اس کا ماضی بھی دنیا کے سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے بہت سے لوگ سیاسی عہدوں کیلئے کھڑے ہونے اور خفیہ شادی کرنے سے گھبراتے ہیں۔" (روزنامہ جنگ ۶/مارچ ۲۰۰۰ء)

عزیزانِ گرامی!

ان کا یہ انجام کیوں ہو رہا ہے؟

آخر جو لوگ سورج کی کرنوں سے آتی حرارت کو مقید کر لیتے ہوں اُن سے اپنا خاندانی نظام کیوں نہیں سنبھل رہا؟

صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنے یہاں عفت و عصمت کے آبگینوں کو پامال کر ڈالا۔ چادرِ حیا کو تار تار کر ڈالا۔ چادر و چار دیواری کے تقدس کو ترقی و جدیدیت کی تیز رفتاری سے روند ڈالا۔

غالباً اسی لئے وحید الدین خان لکھتے ہیں:۔

"مخلوط معاشرت یا بے پردہ معاشرت کا بہت گہرا رشتہ ازدواجی زندگی کی عدم استواری سے ہے۔ باپردہ معاشرت کا ماحول ازدواجی زندگی میں استواری پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس بے پردہ معاشرت کا ماحول ازدواجی زندگی میں عدم استواری کا موجب بنتا ہے اور اس طرح طلاق کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

بے پردہ معاشرت کا یہ انجام باپردہ معاشرہ کے درست ہونے کی ایک تجرباتی تصدیق ہے۔ باپردہ معاشرت طلاق کے خلاف گویا ایک مانع عامل (Deterrent Factor) کی حیثیت رکھتی ہے۔ بالفاظِ دیگر، بے پردہ معاشرت خاندانی نظام کو غیر مستحکم کر کے طرح طرح کی سماجی خرابیاں پیدا کرتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں باپردہ معاشرت خاندانی نظام کو مستحکم بناتی ہے جو کہ نسلِ انسانی کیلئے مختلف قسم کے عظیم فوائد کی ضامن ہے۔" (خاتونِ اسلام، صفحہ ۲۵۹،۲۶۰)

احبابِ من!

ہمارے اسلام نے ہمیں اپنے معاشرے میں استحکام کیلئے بلکہ اسلام نے معاشرے کو مستحکم کرنے کیلئے صحت مند اقدار کو فروغ دیا۔

سنن ابوداؤد شریف میں ہے:۔

"عبدالخیر بن ثابت بن قیس کے والد ماجد سے اُن کے والد محترم نے فرمایا۔ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جس کو اُمّ خلاد کہا جاتا ہے اور اس نے نقاب ڈالی ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھنے آئی ہو اور تم نے نقاب ڈالی ہوئی ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا، میری حیا تو نہیں گئی۔" (سنن ابوداؤد شریف (مترجم)، جلد دوم، کتاب الجہاد، صفحہ ۲۷۰ از امام ابوداؤد سلمان بن اشعث ترجمہ عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری مطبوعہ فرید بکسٹال، لاہور)

بناتِ اسلام!

یہ خواتینِ اُمت کی شرم وحیا اور پردے داری ہی تھی جس نے اُمتِ مسلمہ کو پروان چڑھایا۔

یہ قوم کی مائیں تھیں جنہوں نے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد جیسے فرزندانِ اسلام کو جنم دیا۔

یہ اُمتِ مسلمہ کی نگہبان وہ خواتین تھیں جنہوں نے خواجہ غریب نواز، داتا گنج بخش، نظام الدین اولیاء جیسے کاملین کی پرورش کی۔

جنہوں نے خود سمٹ کر قوم کو پھیلا دیا۔

بنتِ حوا کی عفت کی محافظ مسلم بہنو!

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ان کی سازشوں سے آگاہ کروں جنہوں نے جدیدیت اور روشن خیالی کے نام پر تمہارے سروں سے چادریں چھین لیں، صرف اس لئے کہ بنتِ مسلم کو بھی چراغِ خانہ کے بجائے شمعِ محفل بنادیا جائے۔ ان کے معاشرے بھی طلاق کی بھرمار سے تعفن زدہ ہوجائیں۔ ان کے نوجوان بھی فحاشی و عریانیت کے طوفان میں ڈوب کر ہلاک ہوجائیں۔ ان کا سکون وچین بھی مغرب کی عورت کی طرح ہوس کے پجاریوں کے ہاتھوں برباد ہوجائے۔

ماں قبل از اسلام

ابنِ آدم کا اس دنیا میں عورت کے ساتھ اولین رشتہ ماں کا ہے۔ یہ ماں ہی ہے جو اسے عدم سے وجود میں لاتی ہے، اپنے جسم میں نو ماہ اس کی پرورش کرتی ہے۔ اس دوران طرح طرح کی مشکلات پھر عرصہ دراز تک اس کی پرورش، اس کی معمولی تکالیف پر بے چین و بے کل ہو جانا۔ جب تک نورِ نظر، نظر نہ آجائے آنکھوں کی رونق اور دل و دماغ کو تر و تازگی نہیں ملتی۔

ماں زندگی کا حسین رشتہ ۔۔۔۔ماں مصائب کے طوفانوں میں سکون کا آسرا۔۔۔۔لفظ ماں کہنا کتنا خوب صورت ہے۔۔۔۔ کتنا حسین ہے۔۔۔کیسی چاہت اس لفظ میں ہے۔۔۔کیسی مہک ہے اس لفظ ماں میں۔۔۔

اور یہ سب مہک و سرور، رنگ و بو ماں کے وجود کے سبب سے ہیں۔

لیکن ذرا سوچئے!

کیا یہ ماں کا مقام و مرتبہ۔۔۔یہ ماں کی حسین و جمیل چاہت۔۔۔یہ ماں کا ادب و احترام۔۔۔یہ ماں کا مقام و درجہ شروع ہی سے ایسے چلا آرہا ہے؟

کیا عورت بحیثیت ماں ہر قوم، ہر ملت، ہر مذہب میں اسی احترام و عقیدت کی حامل رہی ہے جو اسلام آج بنتِ حوا کو بحیثیت ماں دے رہا ہے؟

افلاطون جس کی علمیت اور حکمت کا ڈنکا عرصہ دراز تک بجتا رہا ہے ماں کی ممتا کو کس شقاوت سے قتل کرتا ہے۔

لبنان یونی ورسٹی کے ڈاکٹر البیر نصری نادر لکھتے ہیں:۔

"یہ چنے ہوئے مرد صحت و جمال میں ہر طرح ممتاز عورتوں کے ساتھ وقتی طور پر رشتہ ازدواج قائم کر سکیں۔ اور اس کا مقصد صرف حکومت کیلئے بہترین بچوں کا پیدا کرنا ہو۔ جب وہ عورتیں بچے جنیں تو ان بچوں کو ان سے لے لیا جائے اور تمام بچوں کو ایک مکان میں رکھا جائے۔ وہ عورتیں آکر انہیں دودھ پلائیں اور کوئی عورت یہ امتیاز نہ کرے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور نہ اُن کو پہچان سکے۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۱ بحوالہ کتاب الجمع بین رائی الحکیمین صفحہ ۱۷، ۱۸)

افلاطون کے ان خیالات کو دیکھ کر انسانی عقل انگشت بدنداں رہ جاتی ہے کہ ماں کی ممتا۔۔۔۔اولاد کیلئے اس ماں کی تڑپ کو کس قدر بے رحمی کے ساتھ کچل ڈالا۔

ہندوستان میں اس عورت کے ساتھ بحیثیت ماں کیا سلوک ہوتا تھا، پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"عورت ہر حالت میں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی۔ بچی تھی تو باپ کے حکم کی پابند، بیاہی گئی تو خاوند کے حکم کی پابند، با اولاد ہو گئی تو بچوں کا ہر حکم ماننا اس پر واجب۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۵)

عبدالمجید سالک 'سوامی دیانند' کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"ایک خاص موقع "بھیرویں چکر" پر شراب خوری اور زناکاری مذہباً فرض قرار دے دی گئی۔ اس موقع پر مرد و عورت سب ایک جگہ جمع ہوتے۔ مرد ایک ایک عورت کو مادر زاد برہنہ کر کے پوجا کرتے اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتیں۔ اس موقع پر شراب پی جاتی اور بدمست ہو کر کوئی کسی کی عورت کو، کوئی اپنی یا کسی دوسرے کی لڑکی کو، کوئی کسی اور کی یا اپنی ماں، بہن، بہو وغیرہ کو جو وہاں ہوتی پکڑ لیتا اور جس کے ساتھ چاہتا بد فعلی کر سکتا تھا۔

اس مذہبی تقریب کے علاوہ عام طور پر زناکاری کیلئے ایک خاص فقرہ مقرر کیا گیا تھا جس کو پڑھ کر ہر مرد و عورت "سماگم" (ہم بستری) کرتے تھے اور ایسی بدکاری میں کسی رشتہ کے لحاظ کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷

بحوالہ مسلم ثقافت از عبدالمجید سالک صفحہ ۴۱ مطبوعہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۷)

بائبل اور ماں

بائبل نے ماں کو کیا مقام دیا؟

اس کی عظمتوں کا اعتراف کیا یا نہیں؟

بائبل تحریفات کی وجہ سے تضادات کا مجموعہ بن چکی ہے۔

بائبل میں ماں کے حوالے سے چند مقامات پر ماں کا اگر تذکرہ ملتا ہے تو وہ باپ سے کم ہے۔

نیز عہد نامہ جدید میں تو ماں کے بارے میں ہمیں یہ کلمات ملتے ہیں:۔

"جب بہت سے لوگ اس کے ساتھ جا رہے تھے تو اُس نے پھر کر اُن سے کہا اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔" (لوقا، باب ۱۴ آیت ۲۶،۲۵)

مرقس کی انجیل میں ہے:۔

"پھر اس کی ماں اور اس کے بھائی آئے اور باہر کھڑے ہو کر اُسے بلوا بھیجا۔ بھیڑ اس کے آس پاس بیٹھی تھی اور انہوں نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے پوچھتے ہیں۔ اس نے ان کو یہ جواب دیا میری ماں اور میرے بھائی کون ہیں؟ اور ان پر جو اس کے گرد بیٹھے تھے نظر کر کے کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔" (مرقس، باب ۳ آیت ۳۱تا۳۵)

پادری میتھیو اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اس موقع پر مسیح نے اپنے روحانی قرابتیوں کو عزت دی۔ کئی اور موقعوں کی طرح اس موقع پر بھی مسیح نے اپنی ماں کو نسبتاً نظر انداز کیا۔" (تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ ۳۶۶)

لوقا کی ہی ایک اور عبارت ملاحظہ کیجئے:۔

"جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو ایسا ہوا کہ بھیڑ میں سے ایک عورت نے پکار کر اس سے کہا مبارک ہے وہ رحم جس میں تو رہا اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں۔ اس نے کہا، ہاں! مگر زیادہ مبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" (لوقا، باب ۱۱، آیت ۲۷،۲۸)

پادری میتھیو یوں رقم طراز ہیں اس کی تشریح میں:۔

"اس موقع پر مسیح نے ان لوگوں کو زیادہ مبارک باد قرار دیا جو اس کے وفادار اور فرماں بردار پیروکار ہیں۔ بہ نسبت اس عورت کے جس نے اسے "یسوع" کو جنم دیا اور دودھ پلایا۔ مگر زیادہ مبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" (تفسیر الکتاب، جلد سوم، صفحہ ۵۴۶)

الامان والحفیظ حضرت مسیح پر یہ الزام۔ یہ تہمت کہ انہوں نے اپنی ماں کو نظر انداز کیا ہوگا۔

قرآن کریم نے اس تحریف کی بھی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا:۔

وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ ۡ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا (سورہ مریم، آیت ۳۲)

اور مجھے اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے جابر اور بد بخت نہیں بنایا۔

احبابِ من! ماں کے ساتھ یہ سلوک بائبل کے مصنفین نے تخلیق کیا جس کے نتیجے میں عیسائی ماں کا حال کیا ہوا؟
اس کی ممتا کی شبنم و ٹھنڈک کو کس طرح ٹھیس پہنچائی گئی۔
اس کی شفقت اور ممتا کو جدائی اور قطع رحمی کی کس آگ میں جھونکا گیا؟

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"عیسائی اولیاء کے تذکروں میں ایسے ایسے دلدوز واقعات ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کیلئے ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک راہب ایواگریوس Evagrius سالہا سال سے صحرا میں ریاضتیں کر رہا تھا۔ ایک روز یکایک اُس کے پاس اُس کی ماں اور اُس کے باپ کے خطوط پہنچے جو برسوں سے اُس کی جدائی میں تڑپ رہے تھے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں اُن کے خطوط کو پڑھ کر اس کے دل میں انسانی محبت کے جذبات نہ جاگ اُٹھیں۔ اس نے ان کو کھولے بغیر فوراً آگ میں جھونک دیا۔ سینٹ تھیوڈورس کی ماں اور بہن بہت سے پادریوں کے سفارشی خطوط لے کر اس خانقاہ میں پہنچیں جہاں وہ مقیم تھا اور خواہش کی کہ وہ صرف ایک نظر بیٹے اور بھائی کو دیکھ لیں مگر اس نے اُن کے سامنے آنے تک سے انکار کر دیا۔ سینٹ مارکس (St.Marcus) کی ماں اس سے ملنے کیلئے اس کی خانقاہ میں گئی۔ خانقاہ کے شیخ Abbot کی خوشامدیں کر کے اس کو راضی کیا کہ وہ بیٹے کو ماں کے سامنے آنے کا حکم دے۔ مگر بیٹا کسی طرح ماں سے نہ ملنا چاہتا تھا۔ آخر کار اس نے شیخ کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ بھیس بدل کر ماں کے سامنے آ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس طرح نہ ماں نے بیٹے کو پہچانا نہ بیٹے نے ماں کی شکل دیکھی۔ ایک اور ولی سینٹ پوئمن (S.t Poemen) اور اس کے چھ بھائی مصر کی ایک صحرائی خانقاہ میں رہتے تھے۔ برسوں بعد اُن کی بوڑھی ماں کو ان کا پتہ معلوم ہوا اور وہ ان سے ملنے کیلئے وہاں پہنچی۔ بیٹے ماں کو دور سے دیکھتے ہی بھاگ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ ماں باہر بیٹھ کر رونے لگی اور اس نے

چیخ چیخ کر کہا کہ میں اس بڑھاپے میں اتنی دور سے چل کر صرف تمہیں دیکھنے آئی ہوں تمہارا کیا نقصان ہو گا، اگر میں تمہاری شکلیں دیکھ لوں؟ کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں؟ مگر ان ولیوں نے دروازہ نہ کھولا اور ماں سے کہہ دیا کہ ہم تجھ سے خدا کے ہاں ملیں گے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک قصہ سینٹ سیمیون سٹائیلائٹس (S.t Simeon Stylites) کا ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کرے ۲ سال غائب رہا۔ باپ اس کے غم میں مر گیا۔ ماں زندہ تھی۔ بیٹے کی ولایت کے چرچے جب دور و نزدیک پھیل گئے تو اس کو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے۔ بے چاری اس سے ملنے کیلئے اس کی خانقاہ میں پہنچی مگر وہاں کسی عورت کو داخلے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے لاکھ منت سماجت کی کہ بیٹا یا تو اسے اندر بلا لے یا باہر نکل کر اُسے اپنی صورت دکھا دے۔ مگر اس ولی اللہ نے صاف انکار کر دیا۔ تین دن اور تین رات وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہی اور آخر کار وہیں لیٹ کر اُس نے جان دے دی۔ تب ولی صاحب نکل کر آئے۔ ماں کی لاش پر آنسو بہائے اور اس کی مغفرت کیلئے دعا کی۔" (پادریوں کے کرتوت مضمون ظہورِ رہبانیت کے اسباب از ابو اعلیٰ مودودی، مولانا صفحہ ۲۰۲)

مزید آگے عیسائی رہبانیت کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عیسائی رہبانیت کا نقطۂ نظر ان معاملات میں یہ تھا کہ جو شخص خدا کی محبت چاہتا ہو اسے انسانی محبت کی وہ ساری زنجیریں کاٹ دینی چاہئیں جو دنیا میں اس کو اپنے والدین، بھائی بہنوں اور بال بچوں کے ساتھ باندھتی ہیں۔ سینٹ جیروم کہتا ہے کہ اگرچہ تیرا بھتیجا تیرے گلے میں بانہیں ڈال کر تجھ سے لپٹے، اگرچہ تیری ماں اپنے دودھ کا واسطہ دے کر تجھے روکے، اگرچہ تیرا باپ تجھے روکنے کیلئے تیرے آگے لیٹ جائے پھر بھی تو سب کو چھوڑ کر اور باپ کے جسم کو روند کر ایک آنسو بہائے بغیر صلیب کے جھنڈے کی طرف لوٹ جا۔ اس معاملہ میں بے رحمی ہی تقویٰ ہے۔" (ایضاً، صفحہ ۲۰۳)

اور جو عیسائی ولی ماں باپ کی محبت کی ذرا سی چنگاری بھی اپنے سینے میں رکھتا اُس کا انجام کیا ہوتا تھا اور اس طرح کے من گھڑت قصے اُن میں رائج تھے۔

ابو اعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سینٹ گریگوری لکھتا ہے کہ ایک نوجوان راہب ماں باپ کی محبت دل سے نہ نکال سکا اور ایک رات چپکے سے بھاگ کر اُن سے مل آیا۔ خدا نے اس قصور کی سزا اُسے یہ دی کہ خانقاہ پہنچتے ہی وہ مر گیا۔ اس کی لاش زمین میں دفن کی گئی تو زمین نے اُسے قبول نہ کیا۔ بار بار قبر میں ڈالا جاتا اور زمین اسے نکال کر پھینک دیتی۔ اخر کار بینیڈکٹ نے اُس کے سینے پر تبرک رکھا، تب قبر نے اُسے قبول کیا۔" (ایضاً)

اس طرح کے واقعات بیان کر کے ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی پر اُبھارا جاتا تھا۔

ماں اور جدید معاشرہ

مغرب میں جدیدیت پسندی نے ماں باپ اور اولاد کو جیتے جی یتیم اور بے سہارا کر دیا ہے۔ مادّیت نے شفقت و احترام کے جذبوں کو کچل ڈالا ہے۔ مذہب بیزاری نے حق و فرائض کی روحانی اقدار کو روند کر رکھ دیا ہے۔ جدیدیت کے عشرت کدہ یعنی مغرب میں بوڑھے ماں باپ کیلئے اولڈ ہاؤس موجود ہیں جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے پر سکون گھروں کے بجائے اذیت کدوں میں کاٹ رہے ہیں۔ جنھیں اپنی اولاد، اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کے ساتھ زندگی کے آخری ایام مسرت و شادمانی کی کیفیت میں گزارنے چاہئے تھے وہ ان اولڈ ہاؤس میں شدید کرب اور ذہنی اذیت کی حالت میں اپنی موت کے انتظار میں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔

روزنامہ جنگ لاہور لکھتا ہے:۔

"(برطانیہ میں) بوڑھوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ بڑھاپے میں کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہوتا اور وہ ترستے رہتے ہیں کہ کوئی بیٹا یا بیٹی انہیں اپنے گھر کے برآمدے ہی میں بستر جمانے کی اجازت دے دے، جہاں وہ اپنے پوتوں یا نواسوں سے دل بہلا لیا کریں، مگر وہ اس نعمت سے محروم اولڈ ایج ہومز میں انتہائی کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں جہاں ان کا کوئی عزیز ان سے ملنے نہیں آتا اور کبھی کبھار کرسمس کے موقع پر ہی انہیں اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کی شکل دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔" (روزنامہ جنگ، لاہور ۱۹/ جولائی ۱۹۹۵ء)

روزنامہ نوائے وقت کی یہ رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"اسلام آباد (اے این این) ایک سروے کے مطابق امریکی معاشرے میں نوعمروں کی دہشت گردی پھیل گئی ہے۔ امریکہ کے تقریباً اسی لاکھ والدین کو اپنے بچوں کے ہاتھوں مار کھانا پڑتی ہے اور چالیس لاکھ سے زائد والدین بچوں کے ناپسندیدہ مطالبات پورے نہ کرنے پر اُن کے ہاتھوں پٹتے ہیں۔ اولاد کی اس خرابی کا ذمہ دار ٹیلی ویژن کے پروگراموں کو ٹھہرایا جارہا ہے۔ امریکہ میں جس قدر قتل ہو رہے ہیں اُن کا دو فیصد ایسے والدین ہیں جو اپنی اولاد کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں۔ ہوائی یونی ورسٹی کے دماغی علاج کے ماہر ڈاکٹر ڈانیو نے بتایا ہے کہ والدین کی پٹائی سنگین مسئلہ بن گئی ہے۔ بیشتر والدین شرم کے باعث رپورٹ نہیں کرتے۔ بیس فیصد نوعمر بچوں نے گھروں کو والدین کیلئے جہنم یا جنگی قیدی کیمپ میں تبدیل کر رکھا ہے۔ مائیں ابتدا میں اپنے بچوں کی غلطیاں باپ سے پوشیدہ رکھتی ہیں جن کے باعث بچے خراب ہو جاتے ہیں۔ نشہ آور دوائیں بھی اس کا ایک حصہ ہیں۔ رپورٹ میں بعض مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ مثلاً ایک بچہ دیر سے گھر آیا تو نشے کی حالت میں تھا۔ ماں نے سرزنش کی تو بیٹے نے پستول نکال کر دھمکی دی کہ آئندہ ایسی بات کی تو قتل کر دی جاؤ گی۔ ماں نے ہمسائیوں کے ہاں بھاگ کر پناہ لے لی۔" (نوائے وقت ۹۷/۶/۱۶)

جدیدیت کے بخار میں مبتلا مریضو!

نام نہاد روشن خیالی کی چکا چوند سے مفلوج مفکرو!

نام نہاد حقوقِ نسواں کے عَلم بردارو!

کیا تمہاری آنکھ ان مناظر کو دیکھ کر نمناک نہیں ہوتی ۔۔۔۔ کیا تمہارے سینوں میں صدمات کے طوفان نہیں اُٹھتے ۔۔۔۔ کیا تمہارے قلب و جگر میں ہمدردی اور خدا ترسی کے جذبات پیدا نہیں ہوتے؟

اگر تمہارے سینوں میں کسی انسان ہی کا دل ہے تو یقیناً تمہارے سینوں میں ایک تڑپ، ایک بے چینی، ایک بے کلی کی کیفیت ضرور پیدا ہوتی ہوگی۔ تمہارے اذہان ضرور اس درد کا درماں ڈھونڈتے ہوں گے۔ تمہاری آنکھیں اشکوں کا ماتم بھی کرتی ہوں گی۔

پھر بھی تم چاہتے ہو کہ مسلم معاشرہ اپنی مذہبی اقدار کو مغرب کی تقلید میں روند ڈالے؟

ملتِ اسلامیہ کی مہذب اقدار کے امینو!

اسلام نے اپنی روشن اقدار تم تک پہنچا دی ہیں۔ قرآن کریم نے واضح بیان کر دیا ہے کہ عورت کا بحیثیتِ ماں کیا حق ہے۔

اسلام میں عورت کا حق بحیثیت ماں

کائنات کا حسین رشتہ ماں جسے اسلام نے سب سے زیادہ لائق احترام ٹھہرایا۔ جس کی عظمت اور حق کو سب رشتوں پر مقدم ٹھہرایا۔

۱۔ تکریم ماں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (سورہ انعام آیت ۱۵۱)

آپ فرمایئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے ربّ نے تم پر (وہ یہ) کہ
نہ شریک بناؤ اُس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

۲۔ والدہ کا خصوصی احترام

والدہ کے خصوصی احترام کا حکم دیتے ہوئے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ
فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (سورہ لقمان آیت ۱۴)

اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے شکم میں اُٹھائے رکھا ہے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے (اس لئے ہم نے حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے۔

ایک اور جگہ والدہ کے احترام کی خصوصی تاکید فرمائی:۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ
وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (سورہ احقاف آیت ۱۵)

اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے (اپنے شکم میں) اٹھائے رکھا اس کو اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اور جنا اس کو بڑی تکلیف سے اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا۔

آج مغرب میں ماں اور اولاد ایک ایسا رشتہ بن چکا ہے جس میں نہ ماں، ماں رہی اور نہ اولاد، اولاد رہی۔ ماں کیلئے زندگی کی معاشی دوڑ دھوپ کے سبب اولاد کیلئے ٹائم ہی نہیں اور پھر جوانی میں اولاد کے پاس اسی معاشی دوڑ دھوپ اور تفریح کے سبب اُن کے پاس اپنے ماں باپ کیلئے ٹائم نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:۔

"حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! مَیں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں۔ مَیں آپ سے مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا، کیا تمہاری ماں ہیں؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا، جاؤ اُن کی خدمت کرو کہ جنت اُن کے قدموں کے نیچے ہے۔" (سنن نسائی کتاب الجہاد باب الرحقه فی التخلف لمن له والدان جلد دوم صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

ایک اور جگہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ! میں اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا، تمہاری ماں باحیات ہیں؟ میں نے عرض کی ہاں۔ ارشاد فرمایا، اپنی والدہ کے قدموں میں رہو، جنت وہیں ہے۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم صفحہ ۱۹۷)

عورت کے حق ماں کی یوں تاکید فرمائی:۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ! سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں؟ فرمایا، تیری ماں۔ عرض کی پھر؟ فرمایا، تیری ماں۔ عرض کی پھر؟ فرمایا، تیری ماں، عرض کی: پھر؟ فرمایا: تیرا باپ۔" (ایضاً، صفحہ ۱۹۸ بحوالہ بخاری شریف باب من احق الناس الصحبة)

"حضرت ابوسلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، میں وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، میں وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، میں وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔" اور پھر باپ اور غلام کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہیں اس سے تکلیف پہنچے۔ (سنن ابن ماجہ جلد دوم ۳۹۴ باب بر والدین مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"خدمت دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے، مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے اور ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلیٰ ہذا القیاس۔" (جامع الاحادیث، مرتبہ محمد حنیف خاں رضوی، مولانا جلد چہارم، صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

"ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرمادیا ہے ماؤں کو ایذا دینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور یہ کہ آپ نہ دو اور دوسروں سے مانگو۔ اور ناپسند فرماتا ہے تمہارے لئے فضول حکایات اور کثرتِ سوالات اور مال کا ضائع کرنا۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم، صفحہ ۲۰۰ بحوالہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴ صفحہ ۳۰۹)

کنز العمال میں ہے:۔

"حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! ایک راہ میں ایسے پتھر ہیں کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا تو کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تیرے پیدا ہونے میں جس قدر جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم، صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

ماں باپ کا احترام

قرآن کریم نے بڑی شدت کے ساتھ ماں باپ کے احترام کا حکم دیا ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اُف تک مت کہو اور انہیں مت جھڑکو اور جب اُن سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو اور جھکادو ان کیلئے تواضع وانکسار کے پر رحمت (ومحبت) سے۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳،۲۴)

مسلم مفسرین نے ان آیات پر بہت خوبصورت کلام کیا ہے۔ صاحب ضیاء القران لکھتے ہیں:۔

"(اس آیت میں) ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے کے متعلق ہے جب ماں باپ جوان ہوں اور اپنی ضروریات کے خود کفیل ہوں اس وقت تو بچے عموماً اُن کے فرمانبردار ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے دست نگر ہوتے ہیں۔ لیکن جب بڑھاپا آجاتا ہے، صحت بگڑنے لگتی ہے، وہ خود روزی کمانے سے قاصر ہوجاتے ہیں اور اولاد کے سہارے کے محتاج ہوجاتے ہیں اُس وقت سعادت مند اولاد کا فرض ہے کہ اُن کی خدمت گزاری اور دل جوئی کیلئے اپنی کوششیں وقف کردے۔ اگر مرض طول پکڑ جائے اور ان کا مزاج چڑچڑا ہو جائے اور وہ بات بات پر خفا ہونے لگیں تو ان حالات میں بھی ان کی نازبرداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ اور خبردار! کہیں اکتا کر یا ان کی خفگی سے آشفتہ خاطر تیری زبان سے اُف نکلے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کا موقع دیا ہے تو اسے غنیمت سمجھ۔ ان کے علاج معالجہ میں، ان کو آسائش اور راحت پہنچانے میں ذرا سستی سے کام نہ لے۔ ان سے سخت کلامی مت کر۔ جب تو ان سے گفتگو کرے تو ایسے محبت بھرے انداز میں گفتگو کر کہ ان کے دل کا کنول کھل جائے اور اپنے لختِ جگر کی اس احسان شناسی کو دیکھ کر ان کا دل مسرور اور آنکھیں روشن ہوجائیں۔ اور وہ بے ساختہ تجھے دعائیں دینے لگیں۔" (ضیاء القرآن، جلد دوم صفحہ ۶۵۰،۶۵۱)

احبابِ من!

کیا یہ مناظر جدیدیت کی تعلیم اور معاشرے میں عملی طور پر رائج ہیں۔

مشرک ماں باپ سے بھی حسنِ سلوک کا حکم

مشرک ماں باپ سے دنیاوی معاملات میں حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا

اور اگر وہ (مشرک والدین) دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں تو ان کا یہ کہنا نہ مان البتہ گزران کروان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے۔ (سورہ لقمان آیت ۱۵)

منبع نعمت، مصدرِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت اسماء بنت امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے کہ

"میری ماں کہ مشرکہ تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا، ہاں، اپنی ماں سے نیک سلوک کرو۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم صفحہ ۲۱۴ بحوالہ بخاری شریف باب الھدیۃ المشرکین)

ماں باپ سے حسنِ سلوک اور اطاعتِ والدین کی حدود

قرآن کریم نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا مگر اُن کی اطاعت کی حدود بھی بتادی کہ جب یہ تمہیں اللہ و رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے کا حکم دیں تو اس معاملے میں اُن کی اطاعت نہ کی جائے، فرمایا:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ

اور ہم نے حکم دیا انسان کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنائے کسی کو میرا جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں تو (اس بات میں) ان کی اطاعت نہ کر۔ (سورہ عنکبوت آیت ۸)

ماں باپ کے حق میں دعا کا حکم

ماں باپ سے حسنِ سلوک کے ساتھ ساتھ قرآن نے اُن کے حق میں دعا کرنے کا بھی حکم دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

اور جھکا دو ان کیلئے تواضع وانکسار کے پر رحمت (ومحبت) سے اور عرض کرو اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بڑی محبت وپیار سے مجھے پالا تھا، جب میں بچہ تھا۔

صاحب ضیاء القرآن اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

"یعنی انتہائی تواضع اور انکسار سے اُن کے ساتھ پیش آ۔ ایسی تواضع جس میں رحمت ومحبت کی خوشبو بسی ہوئی ہو۔ کیونکہ ایسی تواضع جس میں رحمت وشفقت کی مہک نہ ہو وہ کسی اور مقام پر مناسب ہو تو ہو، والدین کی بارگاہ میں وہ قطعاً پسندیدہ نہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان یہ سب کچھ بھی اگر بجالائے تب بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ جو ماں باپ نے اپنی اولاد پر کئے ہوتے ہیں ان سے عہدہ برآ ہونے اور ان کا حقِ سپاس ادا کرنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہ کہ تو بارگاہِ خداوندی میں عجز ونیاز سے ان کی مغفرت اور بخشش کیلئے دعائیں مانگتا رہے اور عرض کرتا رہے کہ اے مولائے کریم! انہوں نے مجھے پالا، میری پرورش کی، میرے لئے تکلیفیں برداشت کیں، میں اُن کا صلہ دینے سے قاصر ہوں۔ تو ان پر اپنا درِ رحمت کشادہ فرما۔ جس طرح انہوں نے میری بے بسی کی حالت میں مجھ پر اپنی شفقتوں اور محبتوں کی انتہا کر دی اسی طرح تو بھی ان پر اپنی عنایاتِ بے پایاں اور رحمتِ بے اندازہ کے پھول برسا۔ اِس لئے قُل رب ارحمهما الخ سے ان کیلئے دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا۔" (ضیاء القرآن، جلد دوم صفحہ ۶۵۱)

ایک اور جگہ ماں باپ کیلئے دعا کی تعلیم یوں فرمائی:۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورہ ابراہیم آیت ۴۱)

اے ہمارے ربّ! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔

فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

"آدمی جب ماں باپ کیلئے دعا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔" (کنز العمال، ۴۵۰۰۶ جلد ۱۶ صفحہ ۴۷۲)

ماں باپ کی نافرمانی پر عتاب

ماں اور باپ قدرتِ خداوندی کا وہ تحفہ ہے، وہ نعمت ہے جس کی ناشکری پر شدید عتاب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے، اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا، دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم صفحہ ۱۹۲ بحوالہ مستدرک للحاکم جلد ۱ صفحہ ۷۲)

ماں باپ کو جس نے ایذا دی اللہ تعالیٰ نہ اُس کا نفل قبول فرماتا ہے اور نہ فرض۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ اُن کے نفل قبول کرے اور نہ فرض۔ ماں باپ کو ایذا دینے والا، اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان کرنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

والدین کے نافرمان کو حدیث شریف میں ملعون بھی کہا گیا۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم صفحہ ۱۹۳ بحوالہ مجمع الزوائد للہیثمی)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کیلئے اُٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو ستانا کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے۔" (جامع الاحادیث، جلد چہارم صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴ بحوالہ مستدرک للحاکم)

احبابِ من!

یہ اسلام ہی تھا جس نے عورت کو بحیثیت ماں عظیم رتبے پر فائز کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انسان کی دنیاوی و اُخروی کامیابی بھی اس کی ماں کے طفیل میں رکھ دی اور اس میں بھی کسی قسم کی عصبیت کو پیشِ نظر نہیں رکھا بلکہ اگر والدین مشرک بھی ہیں تب بھی اُن سے حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا، کیا یہ حسین معاشرتی کرنیں کسی جدید سماج میں بھی پائی جاتی ہیں؟

کیا یہ سماجی خوشبوئیں اقوام عالم کی مذہبی کتب یا اُن کی خود ساختہ اقدار سے کشید ہو سکتی ہیں؟

کیا خاندانی پھولوں کی یہ رنگت عہدِ جدید یا جدیدیت کے خارزار سے بھی چنی جا سکتی ہے؟

اگر نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ اسلام ہے جس نے معاشرتی شمع کو روشن کیا۔ یہ اسلام ہے جس نے سماجی گلشن کو پروان چڑھایا، اسلام نے جن خاندانی خوشبوؤں کو انسان کیلئے مقید کیا۔

اسی میں مرد و خواتین کیلئے بہتری ہے۔

اسی میں انسانیت کی بقا ہے۔

اسی میں بنتِ حوا کیلئے سکون ہے۔

اسی کینوس میں رہتے ہوئے دخترِ حوا کائنات میں رنگ بکھیر سکتی ہے۔

ماں اور حرمتِ نکاح

قبل از اسلام عرب اور یونان میں یہ دستور تھا کہ خاوند کی موت کے بعد اُس کا لڑکا اپنے باپ کی جائیداد کی طرح اپنے شوہر کی منکوحہ (سوتیلی ماں) کا بھی وارث قرار پاتا۔ چاہتا تو اپنے نکاح میں لے آتا اور چاہتا تو اپنی مرضی سے کسی دوسرے سے شادی کر دیتا اور اس کا حقِ مہر فوراً ہتھیا لیتا یا پھر اس کو تا عمر بیوگی کی آگ میں جلنے کیلئے چھوڑ دیتا اور اُس کی موت کے بعد اس کی جائیداد کا وارث بن جاتا۔ اسلام نے اس قبیح رسم کا خاتمہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اے ایمان والو! نہیں حلال تمہارے لئے کہ وارث بن جاؤ عورتوں کے زبردستی اور نہ روکے رکھو انہیں

تاکہ لے جاؤ کچھ حصہ اس (مہر وغیرہ) کا جو تم نے دیا ہے انہیں۔ (سورہ النساء آیت ۱۹)

خواتین کے عائلی حقوق بحیثیتِ بیٹی

بیٹی کائناتِ زندگی کا حسن ہے۔۔۔ میاں بیوی کے صحن کی چہکار۔۔۔ گلشنِ والدین کی مہکار۔۔۔ تمام رونقیں اسی کے دم قدم سے ہیں۔

مگر کیا اسے یہ اعزاز ہمیشہ سے حاصل تھا؟

کیا اسے ہمیشہ رحمت سمجھا گیا؟

کیا واقعی یہ بنتِ حوا ہمیشہ سے اسی طرح خوش نصیب تھی؟

کیا واقعی اسے ہمیشہ پارسائی کی مورت سمجھا گیا یا گناہ کی پوٹلی؟

منحوس یہ تھی یا اسے منحوس کہنے والے منحوس تھے؟

اقوام عالم کی تاریخ سے آگاہ مورخو!

تقابلِ ادیان کا مطالعہ کرنے والے دانشورو!

تقابلِ سماجیات کے ماہرو!

یقیناً تم نے ماضی میں بیٹی کے باپ کے ساتھ اور باپ کے بیٹی کے ساتھ سلوک کے ان گنت سیاہ واقعات کا مطالعہ کیا ہو گا۔

اذیتوں کے المناک سچے قصے بھی پڑھے ہوں گے۔

بہیمیت اور سفاکیت کے خون آشام شاموں کی سرخی بھی تمہاری نگاہ سے اوجھل نہ ہوئی ہو گی۔

احبابِ من! عہدِ جاہلیت میں باپ بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کرتا تھا قرآن کریم نے اُسے کھل کر بیان کیا۔

بیٹی کی پیدائش ذلت کا سبب

قرآن کریم ان کے مکروفریب اور جہالت کے پردے کو یوں چاک فرماتا ہے:۔

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (سورہ نحل آیت ۵۸)

اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی کو بیٹی (کی پیدائش) کی تو (غم سے) اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ (رنج واندوہ) سے بھر جاتا ہے۔

پھر یہ عہدِ جاہلیت کا باپ کیا کرتا؟ ۔۔۔ یہ سوگ کس طرح مناتا؟ ۔۔۔ اس کے منحوس احساسات کیا ہوتے؟ ۔۔۔ اور اپنے جاہلانہ اور سفاکانہ فیصلوں پر کس طرح عمل پیرا ہوتے تھے؟

مزید آگے قرآن ارشاد فرماتا ہے:۔

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (سورہ نحل آیت ۵۹)

چھپتا پھرتا ہے لوگوں (کی نظروں) سے اس بری خبر کے باعث جو دی گئی ہے اسے (اب یہ سوچتا ہے کہ کیا وہ بچی کو اپنے پاس رکھے) ذلت کے ساتھ یا گاڑدے اسے مٹی میں آہ کتنا بُرا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔

احبابِ من! یہ تھا عہدِ جاہلیت میں بنتِ حوا کے ساتھ سلوک کہ جب اس کی پیدائش عمل میں آتی تو باپ کا چہرہ خجالت و فرطِ غم کے سبب سیاہ پڑ جاتا۔ اسے اپنی بیٹی کی پیدائش پر اتنی شرم محسوس ہوتی کہ وہ مارے شرم کے لوگوں کے سامنے نہیں جاتا۔

عہدِ جاہلیت میں اس بنتِ حوا کے ساتھ بحیثیتِ بیٹی کیا سلوک کیا جاتا رہا، تاریخ کے صفحات اسے اپنے سینے سے اُنڈیل کر عہدِ حاضر میں یوں پیش کرتے ہیں:۔

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر ایمان لایا وہاں ہی رہنے سہنے لگا مگر ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ ایک دن حضور انور نے اس سے اس غمگینی کی وجہ پوچھی، وہ بولا کہ اپنی سنگدلی اور بے گناہ بچی کی یاد سے غمگین رہتا ہوں۔ فرمایا کیا واقعہ ہے؟ وہ بولا کہ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا۔ میں نے اپنی کئی لڑکیاں زندہ گاڑی تھیں۔ ایک لڑکی کے متعلق میری بیوی نے سفارش کی کہ اسے زندہ رہنے دے۔ میں مان گیا۔ وہ جوان ہو گئی پیغام نکاح آنے لگے۔ مجھ پر جھوٹی عزت و غیرت کا بھوت سوار ہوا کہ اب کوئی میرا داماد بنے گا۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں اس لڑکی کو اپنے قرابت داروں سے ملاقات کیلئے فلاں جگہ لے جانا چاہتا ہوں۔ وہ خوش ہوئی، اسے کپڑے زیور پہنا کر میرے حوالے کیا اور کہا کہ یہ میری امانت ہے، اس میں خیانت نہ کرنا۔ میں اسے جنگل میں ایک اندھے کنویں کے کنارے پر لے گیا۔ لڑکی سمجھ گئی مجھ سے

لپٹ کر رونے لگی کہ ابا جان میرا قصور کیا ہے؟ ارے میں اپنی ماں کی امانت ہوں۔ وہ بہت روتی زاری کرتی رہی مگر میں نے اسے کنوئیں میں دھکیل دیا۔ وہ کنوئیں میں گر کر بھی مجھے پکارتی رہی کہ ابا جان مجھے نکالو۔ میں نے اُوپر سے پتھر مارے حتیٰ کہ اس کی آواز بند ہو گئی۔ جب مجھے اس کی موت کا یقین ہو گیا تب میں وہاں سے لوٹا۔ یہ واقعہ سن کر سارا مجمع بلکہ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت روئے۔ یہ تھا عرب کا پرانا حال۔" (تفسیر نعیمی، از احمد یار خان نعیمی، مفتی جلد ۸ صفحہ ۱۵۸ بحوالہ روح البیان)

"مفسرین نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی شخص کی بیوی کی زچگی کا زمانہ قریب آتا تو جب تک بچہ نہ ہو جاتا وہ اپنی قوم سے چھپا رہتا پھر اگر اُسے معلوم ہوتا کہ بیٹا ہوا ہے تو وہ خوش ہو جاتا اور اس کا چہرہ دمکنے لگتا اور جب اس کو پتا چلتا کہ اس کے ہاں بیٹی ہوئی ہے تو وہ کئی دنوں تک لوگوں کے سامنے نہ آتا اور اس پر غور کرتا رہتا کہ وہ اس معاملہ میں کیا کرے، آیا وہ ذلت برداشت کرکے اس بیٹی کی پرورش کرے یا عار سے بچنے کیلئے اس بیٹی کو زندہ در گور کر دے۔" (تبیان القرآن از غلام رسول سعیدی، علامہ جلد ششم صفحہ ۴۶۸ مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور، فروری ۲۰۰۴)

امام رازی لکھتے ہیں:۔

"کہ جو لوگ بیٹیوں کو قتل کرتے تھے اُن کفار کا طریقہ کار مختلف تھا۔ اُن میں سے بعض گڑھا کھود کر بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا مٹی سے بند کر دیتے حتیٰ کہ وہ مر جاتی اور بعض اس کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے تھے، بعض اس کو غرق کر دیتے تھے اور بعض اس کو ذبح کر دیتے تھے۔ اُن کا یہ اقدام بعض اوقات غیرت وحمیت کی بناء پر ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر وفاقہ کے خوف کی وجہ سے وہ ایسا کرتے تھے۔" (ایضاً)

اس مظلومی کی موت جو اس کے والدین کے ہاتھوں ہوئی۔۔۔۔ اس پر ظلم اس کے ماں باپ نے ہی کیا۔۔۔۔ اس کی مظلومیت پر کسی نے آنسو بھی نہیں بہائے۔۔۔۔ کہیں سے کوئی احتجاج کی صدا بھی بلند نہیں ہوئی۔۔۔۔ اس کی الم ناک اور بہیت سے زیادہ کرب ناک موت پر کوئی آنکھ اشک بار نہ ہوئی بلکہ اس کے باپ پر اس بہیت وسفاکی کے سبب تحسین وآفرین کے پھول برسائے گئے۔۔۔۔ اس کی موت پر خاندان کے لوگوں نے سکون واطمینان کا سانس لیا۔۔۔۔ اس کو غیرت مند اور ناموسِ خاندان کے القاب سے نوازا گیا۔

لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں اس قبیح رسم کا خاتمہ فرمایا وہیں اُن کے رب نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۙ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر آیت ۸،۹)

اور جب زندہ در گور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی۔

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کے ایک نکتہ کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

"یہ نہیں فرمایا کہ اس کے سنگ دل باپ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنی بچی کو زندہ در گور کیا بلکہ فرمایا کہ اس بچی سے پوچھا جائے گا کیونکہ یہ باپ جس نے اپنی بے گناہ بچی پر ایسا ظلم کیا ہے نگاہِ خداوندی میں اس قابل ہی نہیں کہ اس کو خطاب کیا جائے، اسے منہ لگایا جائے۔" (ضیاء القرآن، جلد پنجم، صفحہ ۵۰۲)

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواتین کو بحیثیتِ بیٹی بہت سے حقوق سے نوازا۔

مسلم شریف میں بیٹیوں پر احسان اور فضل کے نام سے پورا ایک باب موجود ہے:۔

"حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں، میرے پاس ایک عورت آئی اُس کے ساتھ اُس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ اُس نے مجھ سے (کھانے کا) سوال کیا۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور اس کو دے دی۔ اُس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اُس سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی اور وہ اور اُس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کے سامنے اُس عورت کا واقعہ بیان کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو وہ اس کیلئے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں۔" (شرح صحیح مسلم، جلد سابع صفحہ ۲۴۴ کتاب البر والصلۃ الادب باب فضل الاحسان إلی البنات، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

مزید اسی باب میں فرمایا:۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس نے دو بیٹیاں اُٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اُس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی پھر جس کھجور کو وہ کھانا چاہتی تھی اُس کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی ان کو کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عورت کا ایثار بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کیلئے جنت کو واجب کر دیا یا (فرمایا) اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔" (ایضاً صفحہ ۲۴۵)

آخری حدیث میں بیٹیوں کی پرورش کا اعزاز یوں عطا فرمایا:۔

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔" (ایضاً)

بیٹی دوزخ سے نجات کا ذریعہ

ابن عامر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے وجود پر صبر کرے انہیں کھلائے پلائے اور اپنی طاقت کے مطابق پہنائے تو قیامت کے دن وہ تینوں اس کیلئے دوزخ سے نجات کا ذریعہ بن جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ باب بر الولدین والاحسان جلد دوم صفحہ ۳۹۴ فرید بکسٹال لاہور)

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جن کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ انہیں جوان ہونے تک کھلاتا پلاتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں لے جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ باب بر الولدین والاحسان جلد دوم صفحہ ۳۹۵ فرید بکسٹال لاہور)

احبابِ من!

ہم نے بیٹیوں کی پرورش، اُن کا حق بحیثیتِ بیٹی کو اجمالاً آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے پیش کیا۔

آج جب جدیدیت نے یہود و نصاریٰ کی صیہونی فکر سے حقوق و فرائض کو کشید کیا تو عقل ناقص نے جس لولی لنگڑی فکر کو جنم دیا اس کے حسب ذیل نتائج آج دنیا کے سامنے ہیں:۔

"پیرس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملنے اس کے گھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی ایک جوان لڑکی زار و قطار رو رہی ہے۔ وہ شخص خاموشی سے اندر چلا گیا اور جب کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو وہ لڑکی اسی حالت میں بدستور رو رہی تھی۔ اس شخص نے رُک کر لڑکی سے رونے کی وجہ معلوم کی تو اس نے جواب دیا کہ جس شخص سے آپ مل کر آرہے ہیں وہ میرا باپ ہے۔ میں اس کے پاس اس مکان کا ایک کمرہ کرائے پر لینے آئی تھی لیکن اس نے مجھے یہ کہہ کر کمرہ کرائے پر دینے سے انکار کر دیا ہے کہ ایک دوسری جگہ سے اسے زیادہ کرایہ مل رہا ہے۔ اس لئے وہ مجھے کمرہ کرائے پر نہیں دے گا۔ لڑکی نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا، اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟" (ماہنامہ قافلہ حق، لاہور، نومبر ۹۱ ص ۳۵)

پروفیسر سید بہادر شاہ اعلیٰ تعلیم کیلئے پولینڈ گئے تھے۔ وہاں کے اپنے ایک مشاہدے کو یوں رقم کرتے ہیں:۔

"اُن کے محلے میں ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر میں آیا اور وہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر بیٹی نے انکار کر دیا اور بوڑھے کے اصرار پر اُسے ڈنڈے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔ شور سُن کر لوگ جمع ہوئے تو بیٹی نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی تو میرے باپ نے باقاعدہ شرح سود طے کر کے مجھے رقم دی اور اصل زر کے ساتھ سود بھی وصول کیا۔ پھر میں اسے اپنے گھر میں کیوں ٹھہراؤں؟" (ذکارِ معلم، فروری ۹۲، صفحہ ۲۴)

جدیدیت کی کوکھ نے ماضی کی دختر کشی کی جاہلانہ رسوم کا اعادہ اس طرح کیا۔ جنگ لاہور کی رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"بون (جرمنی) کی ایک ۲۱ سالہ لڑکی نے اپنے بچے کو پیدائش کے فوراً بعد ٹائلٹ میں بہادیا۔ وہ بچے کے جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔" (جنگ، لاہور ۱۸/جون ۱۹۹۲ء)

جدیدیت اور جہالت میں فرق صرف ٹیکنالوجی کی جدت کا ہے۔

بیٹی اور حرمتِ نکاح

جہالت کی کوکھ نے جہاں ان گنت اخلاقی جرائم کو جنم دیا اُن میں ایک نکاح کی حرمت کو پامال کرنا بھی تھا۔ اسلام سے قبل معاشروں میں بیٹی اور بہن سے نکاح کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

"ایران میں محرمات بیٹی، بہن وغیرہ کے ساتھ شادی کو مذہبی طور پر جائز سمجھا جاتا تھا اور اس قسم کی شادی خویذ وگدس کہلاتی تھی۔ ایرانیوں کے ہاں اس قسم کی شادی کی رسم بہت دیرینہ ہے۔ چنانچہ ہخامنشیوں کی تاریخ میں ہمیں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں میں اس شادی کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایسی مزاوجت (شادی) پر خدا کی رحمت کا سایہ پڑتا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے۔ نرسی برزمہر مفسر کا یہاں تک دعویٰ ہے کہ خویذ وگدس سے کبائر کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ایرانیوں کے ہاں عہدِ ساسانی میں محرمات کے ساتھ شادی کی رسم کی تصدیق نہ صرف معاصر مورخین مثلاً اگاتھیاس وغیرہ کے بیان سے ہوتی ہے بلکہ اس عہد کی تاریخ میں ایسی شادی کی کئی مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً بہرام چوبیں نے اور مہران گشنسپ نے اس قسم کی شادیاں کیں۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۸۱ بحوالہ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۲۸، ۴۲۹)

صاحب ضیاء النبی لکھتے ہیں:۔

"یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی سے شادی کی۔ کافی عرصہ اسے اپنی بیوی بنائے رکھا، پھر اس کو قتل کر دیا۔ محرمات کے ساتھ شادی کا رواج اتنا عام تھا کہ وہ ایرانی جو زرتشتی مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے منسلک تھے انہوں نے بھی اس رواج کو اپنا لیا۔ اور بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ شادیاں رچانا شروع کر دیں۔ حالانکہ ان کے مذہب کی رو سے یہ فعل قطعاً ممنوع اور حرام تھا۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۸۲)

مصر کی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عہد قدیم میں مصری بادشاہ اپنی بہن کے ساتھ شادی کر لیا کرتا اور بسا اوقات اپنی بیٹی کو اپنی بیوی بنا لیا کرتا تھا۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ شاہانی خاندان کے خون کو بیرونی عناصر کے خون کی آلودگی سے ہم پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہوں کی یہ عادت ان کے شاہی محلات تک محدود نہ تھی بلکہ اُن کی رعایا میں بھی اس قبیح فعل کو قبولِ عام حاصل ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی عیسوی میں ارسینوئی کے دو تہائی باشندے اس طریقۂ کار پر عمل پیرا تھے۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۱)

حرمتِ نکاح کی پامالی اور گھٹیا خاندانی اور اخلاقی و معاشرتی بے راہ روی کے چند نمونے آپ نے ملاحظہ کر لئے۔ یہ تھا اس بنتِ حوا کا حال اسلام سے قبل۔

اس دخترِ آدم کو کس طرح خود ساختہ مذاہب، رسم و رواج کی آڑ لیکر ذرّیتِ ابلیس نے اپنے سفلی جذبات کو تسکین پہنچائی۔

لیکن اسلام نے ان تمام رسموں کا خاتمہ فرمایا اور حکم دیا:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَرَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ٘ وَحَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ

حرام کر دی گئی تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری بہنیں رضاعت سے اور مائیں تمہاری بیویوں کی اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری گودوں میں (پرورش پا رہی) ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو اور اگر تم نے صحبت نہ کی ہو ان بیویوں سے تو کوئی حرج نہیں تم پر (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) اور (حرام کی گئیں) بیویاں تمہارے ان بیٹوں کی جو تمہاری پشتوں سے ہیں اور (یہ بھی حرام ہے) کہ جمع کرو تم دو بہنوں کو مگر جو گزر چکا (سو وہ معاف ہے) یقیناً اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔ (سورہ النساء آیت ۲۳)

بہن کی حیثیت سے حق

اسلام نے جہاں عورت کے دیگر سماجی و معاشرتی حقوق کا تعین کیا ہے، وہاں بطور بہن عورت کا حق وراثت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ (النساء آیت ۱۲)

اور اگر ہو وہ شخص جس کی میراث تقسیم کی جانے والی ہے کلالہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس کا بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کیلئے اُن میں سے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب شریک ہیں تہائی میں (یہ تقسیم) وصیت پوری کرنے کے بعد ہے جو کی گئی ہے اور قرض ادا کرنے کے بعد بشرطیکہ اس سے نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔

(سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۷۷ میں بھی اس کو بیان کیا گیا)

بیوی کی حیثیت سے حق

قبل از اسلام جب بیٹی کی پیدائش پر رنج و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے تھے تو اس معاشرے میں بیوی پر کیا بیتتی ہو گی، اس کے حقوق کا کتنا خیال رکھا جاتا ہو گا، یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ اسلام نے میاں بیوی کے حقوق میں جو مساوات رکھی ہے یہ صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

اور اُن کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ النساء آیت ۱۹)

اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے۔

تیسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)

وہ تمہارے لئے پردۂ زینت و آرام ہیں اور تم ان کیلئے پردۂ زینت و آرام ہو۔

عزیزانِ گرامی!

یہاں لباس کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

لباس کیا ہے؟

لباس پردہ ہے۔۔۔ ہر عیب، ہر نقص کو چھپالیتا ہے۔

لباس زینت ہے۔۔۔ حسن وجمال کو نکھارتا ہے۔

لباس راحت ہے۔۔۔ موسم کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

جس ملت کے ہر گھر۔۔۔۔۔ ہر خاندان میں زوجیت کا یہ بلند تصور کہ ایک اچھا شوہر اپنی بیوی کیلئے۔۔۔۔۔ ایک اچھی بیوی اپنے شوہر کیلئے پردہ، زینت، راحت ہو اُس کیلئے یہ دنیا جنت نہیں تو اور کیا ہے۔

جو لوگ اسلام پر اعتراض کرتے اور یہ کہتے نہیں شرماتے کہ اسلام نے عورت کے حقوق کو پامال کیا ہے۔ کبھی اسلام کو سمجھنے کی بھی کوشش کرتے اور اگر آیت کے اسی حصے پر نگاہ ڈالتے تو انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو جاتا۔

ہاں ہاں!

اسلام نے ملتِ اسلامیہ کی بیٹیوں کے چہروں سے شرم وحیا کا نقاب نوچنے کا حکم نہیں دیا۔

ہاں ہاں!

اسلام نے عورت کو شمع محفل نہیں بننے دیا۔

ہاں ہاں!

اسلام نے عورت کو محفلِ رقص وسرور کی زینت بن کر مردوں کا دل بہلانے کا کھلونا قرار نہیں دیا۔

ہاں ہاں!

اسلام نے عورت کو تجارت یا تجارت کا ذریعہ نہ بنایا۔

خواتین کا حقِ مساوات

تاریخ کے اوراق میں مسرتیں بھی ہیں اور اذیت و کرب کی داستانیں بھی۔ لہو لہو رُلاتی بنتِ حوا کی داستانیں تاریخ کے تقریباً تمام ہی ادوار کو سرخ کرتی رہی ہیں۔ عورت کبھی بھی ان کے یہاں کوئی مقام نہ بنا سکی۔

مغرب کا نظریۂ مساواتِ مرد و زن

مغرب میں عورت کی تاریخ بڑی بھیانک اور اپنے دامن میں کرب کے الم ناک واقعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ بنتِ حوا کو مغرب میں کبھی بھی مقام نہیں مل سکا۔ نہ کل یہ وہ مقام پا سکی اور نہ ہی اسے آج وہ مقام حاصل ہے۔ جو اسے بحیثیتِ عورت ملنا چاہیئے تھا۔

مغرب میں اس نعرۂ مساوات کی آواز سب سے پہلے برطانیہ میں اٹھارویں صدی میں اُٹھی اور اس کے بعد پورے یورپ اور امریکہ میں پھیل گئی۔

۱۷۹۲ء میں Mary Wollstonecraft نے ایک کتاب A Vindication of the Right of Women چھاپی، اس کتاب کا مرکزی خیال درجِ ذیل تھا:

Women Should receive the same treatment as men in education, work opporttunities and politics and that the same moral standards should be applied to both sexes (x733)

تعلیم، روزگار اور سیاست کے میدان میں عورتوں کو وہی مواقع ملنے چاہئیں جو مردوں کو حاصل ہیں۔ ایک ہی اخلاقی معیار ہونا چاہیئے جو دونوں صنفوں پر منطبق کیا جائے۔ (خاتونِ اسلام، صفحہ ٦)

مذہبی کتابوں میں تحریف، پادریوں کی حکومت یہ تمام محرکات ہم پہلے باب میں جدید تحریکِ نسواں کے محرکات میں قدرے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

یہاں ہم نظریۂ مساوات کی حقیقت پر کچھ معروضات پیش کریں گے۔

نظریہٗ مساوات کی حقیقت

مساوات، برابری کا نعرہ نہایت خوش نما و دل فریب ہے۔ برابری ہونی چاہیۓ۔۔۔۔ مرد و عورت برابر ہیں۔

لیکن کیا مرد و عورت برابر ہیں؟ ۔۔۔ کیا ان میں حیاتیاتی فرق نہیں؟ ۔۔۔ کیا یہ دونوں جنس ایک ہی ہیں؟

یہ بحیثیتِ انسان برابر ہیں۔ لیکن ان میں حیاتیاتی فرق موجود ہے۔

ان دونوں کی جنس یا پیدائشی بناوٹ میں فرق موجود ہے۔۔۔ اور جب حیاتیاتی اعتبار سے فرق ہے تو یقیناً ان کی سماجی حیثیت میں بھی فرق موجود رہے گا۔

عزیزانِ گرامی!

آپ اپنے گھر میں چھوٹے بچے اور بچیوں کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کریں۔ چند فرق آپ ان بچوں میں بخوبی محسوس کر لینگے۔

بچے ہمیشہ بچیوں کی نسبت جارح ہوں گے۔

فطری طور پر بچی گڑیوں سے کھیلنے کی جانب راغب ہو گی۔

بچہ ہمیشہ سپاہی والے کھلونے پسند کرے گا۔

احبابِ من!

مَردوں کے درمیان مساوات ایک تسلیم شدہ نظریہ ہے اور ایک حقیقت پر مبنی نظریہ ہے۔ لیکن اگر اس مساوات کے نظریے کو یہ الفاظ و معنی پہنا دیئے جائیں کہ ہر مرد ہر میدان میں دوسرے مرد کا مقابلہ کر سکتا ہے تو یہ نظریہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ مثلاً ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو کوئی محمد علی باکسر کے ساتھ رِنگ میں اُتار دے تو وہی شخص جس نے ایک اسلامی ملک کو ایٹمی طاقت بنایا محمد علی کے ساتھ باکسنگ کے میدان میں بالکل صفر ہو جائے گا۔

اس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ مساوات کے معنی، مساوات کا مطلب، عمل میں مساوات نہیں بلکہ حیثیت میں مساوات ہے۔

اب کیا مساواتِ انسانی کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر انسان وہی کام کرے جو دوسرا کر رہا ہے۔

یقیناً نہیں۔

اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر آدمی کو یکساں احترام ملے، یکساں نظر سے دیکھا جائے، یکساں اخلاقی سلوک کیا جائے اور تمام انسان امیر و غریب، مرد و عورت ان معاملات میں ایک ہی نگاہ سے دیکھے جائیں۔

اسلام کا نظریۂ مساواتِ مرد و زن

اسلام کا نظریۂ مساواتِ مرد و زن اپنے دامن میں اعتدال لئے ہوئے ہے۔ اسلام عورت کو جنسِ بازار قرار نہیں دیتا اور نہ ہی اسلام عورت کو مقامِ انسانیت سے گرا دیتا ہے بلکہ اسلام اس بنتِ حوا کو احترام، پیار، محبت اور عفت و عصمت عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم اور نظریۂ مساوات

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر مرد و عورت کو جو مساوات عطا کی وہ فطرت کے عین مطابق بھی ہے اور بنی نوع انسان کیلئے خیر و عافیت کا باعث بھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

اور ان کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان پر دستور کے مطابق۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (سورہ آل عمران آیت ۱۹۵)

تو قبول فرمائی اُن کی التجا اُن کے پروردگار نے (اور فرمایا) کہ میں ضائع نہیں کرتا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم سے خواہ مرد ہو یا عورت۔

سورہ نساء میں یوں ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا

اور جس نے عمل کئے اچھے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو سو وہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے تل بھر۔ (سورہ النساء آیت ۱۲۴)

سورہ نحل میں یوں ارشاد فرمایا:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورہ نحل آیت ۹۷)

جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں گے ایک پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر جو اُن کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

سورۂ توبہ میں یوں ارشاد فرمایا:۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ توبہ آیت ۷۱)

نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سورۂ نحل میں فرمایا:۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ (سورہ نحل آیت ۷۲)

اور اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائی تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں اور پیدا فرمائے تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے اور رزق عطا فرمایا تمہیں پاکیزہ تو کیا یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

سورۂ بقرہ میں یوں ارشاد فرمایا:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)

وہ تمہارے لئے پردۂ زینت و آرام ہیں تم اُن کیلئے پردۂ زینت و آرام ہو۔

سورۂ نساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد وزن کی مساوات کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (سورۃ النساء آیت ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے

سورۃ احزاب میں یوں تعلیم دی:۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ احزاب آیت ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبر دار اور فرمانبر داریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کیلئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

قوانینِ الٰہیہ اور نظریۂ مساوات

اللہ تعالیٰ نے مرد وزن دونوں کو مساوات عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ مومن آیت ۴۰)

جو بُرے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیہ کہ وہ مومن ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بے حساب۔

سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے) کہ کاٹو ان کے ہاتھ بدلہ دینے کیلئے جو انہوں نے کیا (اور) عبرتناک سزا اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ (سورہ مائدہ آیت ۳۸)

ایک اور جگہ مومن مردوں اور عورتوں کیلئے فرمایا:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورہ احزاب آیت ۳۶)

نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں اور جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔

اور سورۂ نساء میں فرمایا:۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورہ النساء آیت ۳۲)

اور نہ آرزو کرو اس چیز کی، بزرگی دی ہے اللہ نے جس سے تمہارے بعض کو بعض پر مردوں کیلئے حصہ ہے اُس سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کیلئے حصہ ہے اُس سے جو انہوں نے کمایا اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (و کرم) کو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ان آیات میں مرد و زن کی مساوات کا تذکرہ فرمایا۔

غلام رسول سعیدی صاحب نظریۂ مساوات پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ صحیح ہے کہ انسان ہونے میں مرد و عورت دونوں مساوی ہیں۔ تہذیب و تمدن کی تعمیر و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر ہیں۔ دل، دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری تقاضے دونوں رکھتے ہیں۔ سوسائٹی اور معاشرہ کی فلاح و بہبود دونوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں پر موقوف ہے۔ اس اعتبار سے مساوات کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ہر صالح معاشرے کیلئے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع دے۔ لیکن مساوات کا جو پہلو آج زیر بحث ہے کہ مرد و عورت دونوں کا ایک حلقۂ عمل ہو، دونوں ایک نوعیت کے کام کریں، دونوں معیشت کے تمام شعبوں کی ذمہ داریوں کو یکساں قبول کریں، یہ رائے اس وقت تک صحیح ثابت نہیں ہو گی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی ایک جیسے ہیں۔ دونوں پر فطرت نے ایک جیسی خدمات کا بار ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔

عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک کرنا مساوات کے خلاف ہے:۔

علم الحیات کی رو سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اپنی شکل وصورت اور ظاہری اعضا سے لے کر جسم کی ساخت کے ہر ہر مرحلہ میں مرد سے مختلف ہے اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ فطرت نے مرد اور عورت دونوں پر یکساں بار نہیں ڈالا۔ بقائے نوع کی خدمت میں مرد کے ذمہ تخم ریزی کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اس کے بعد وہ زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کیلئے آزاد ہے۔ اس کے برخلاف عورت پر اس خدمت کی مکمل ذمہ داری ڈال دی ہے۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے عورت کو اس وقت سے تیار کیا گیا ہے جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا تھی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اس کے جسم کی ساری مشینیں موزوں کی گئی۔ اسی لئے اس پر جوانی کے زمانہ میں ایام حیض کے دور آتے ہیں جو ہر مہینہ میں تین سے لیکر سات دن یا دس دن تک اس کو کسی بڑی ذمہ داری کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں رکھتے جن کی وجہ سے وہ اس دوران کوئی قابلِ ذکر جسمانی یا دماغی محنت نہیں کر پاتی، حمل اور اس کے بعد پورا ایک سال اسے سختیاں جھیلتے گذرتا ہے جس میں درحقیقت وہ نیم جاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ رضاعت کے پورے دو سال اس طرح گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خون سے کشتِ انسانیت کو سیراب کرتی ہے۔ بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس طرح محنت اور مشقت میں گذرتے ہیں کہ اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی راحت، اپنے آرام و آسائش، اپنی ہر خوشی اور ہر خواہش کو آنے والی نسل پر قربان کر دیتی ہے۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر غور کیجئے کہ عدل وانصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ان فطری ذمہ داریوں کی بجاآوری کے باوجود عورت سے معاش اور تہذیب وثقافت کی ان ذمہ داریوں کا مطالبہ بھی کیا جائے جن کو پورا کرنے کیلئے مرد کو فطرت کی تمام ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔ عورت سے یہ کہا جائے کہ تو ولادت سے متعلق ساری فطری ذمہ داریاں بھی برداشت کر اور ہمارے شانہ بشانہ روزی کمانے کی مشقت بھی اُٹھا، سیاست اور عدالت، صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، قیامِ امن اور مدافعتِ وطن کی خدمات میں بھی برابر کا حصہ لے، ریڈیو، ٹی وی، فلم، آرٹ گیلری اور ثقافتی شو کے ذریعہ ہمارے لئے تفریح کا سامان بھی مہیا کر۔ ہوٹلوں، کلبوں اور سوسائٹی کی محافل میں آکر ہمارا دل بھی بہلا اور ہمارے لئے عیش ومسرت اور لطف ولذت کے سامان بھی فراہم کر، یہ عدل نہیں ظلم ہے!! مساوات نہیں صریح نامساوات ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس پر فطرت نے کوئی بار نہیں ڈالا اس پر تمدن کی اہم اور زیادہ محنت طلب ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے اور اسی کے سپرد یہ خدمت ہو کہ وہ خاندان کی پرورش اور حفاظت کرے اور جس پر فطرت نے بہت زیادہ بوجھ رکھا ہے اس کو تمدن کے ہلکے اور سبک کام سپرد کئے جائیں اور مساوات کا یہ تقاضا اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب عورت پردے میں رہے اور اسلامی احکام کے مطابق چادر اور چار دیواری میں زندگی گزارے۔ مساوات سے بے حیائی اور فحاشی کے لاتعداد پہلو نکلتے ہیں جس کی وجہ سے اسقاطِ حمل، ناجائز اولاد اور گھناؤنی بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔" (شرح صحیح مسلم، جلد ثالث، صفحہ ۸۵۴،۸۵۵)

مغرب کے نظریۂ مساوات کے نتائج

مفادات اور صیہونی کلوننگ سے مغرب نے مغرب نے جس جدید تہذیب کو جنم دیا اس نے انسانوں کے مسائل میں ان گنت اضافہ کر دیا۔

عزیزانِ گرامی!

اسلام نے بھی چودہ سو سال قبل تحریک حقوقِ نسواں چلائی تھی اور اس کو وہ تمام حقوق عطا کیے جس نے بنتِ حوا کو گھر اور معاشرے میں ایک مقام عطا کیا۔ عزت و احترام کا ایک ایسا مقام کہ مرد (بحیثیتِ بیٹا) عورت (بحیثیتِ ماں) کے سامنے نہیں بلکہ اس کے قدموں میں اپنی جنت تلاش کر رہا ہے۔ اس مرد کی نگاہ کسی غیر عورت پر نہیں پڑنی چاہئے۔۔۔۔ اس مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔۔۔۔ اس مرد کو اپنی بیٹی کے ساتھ شفقت و رحمت کا حکم دیا۔

بناتِ اُمت!

یہ سب حقوق اسلام نے دیئے۔ اسلام کا تجربہ وحی کی روشنی میں کیا گیا اس لئے فرمودات فطرت کے عین مطابق اور حدود کے اندر رہتے۔ اس کے برعکس جدیدیت کی کوکھ سے جنم لینے والی جدید تحریک حقوقِ نسواں کا تجربہ عقل کی روشنی میں (یہ تو صرف ایک بہانہ ہے ورنہ یہ تجربہ تو جذبات کے تحت) کیا گیا۔ اسلئے یہ فطرت کے ساتھ متصادم ہو گیا اور اس ٹکراؤ نے کن سانحات کو جنم دیا اس کو ہم یہاں مختصراً بیان کریں گے۔

طلاق کی شرح میں اضافہ

جدید نظریہٗ مساوات نے عورتوں کو یہ باور کرایا کہ جو کام مرد کر سکتا ہے وہ تم بھی کر سکتی ہو، اگر وہ کما سکتا ہے تو تم بھی کما سکتی ہو۔

جدید تحریکِ نسواں کے فکری جادوگروں نے عورتوں کو گھروں سے نکال کر دفاتر، فیکٹریوں، آفس، پارلیمنٹ، شاپ کیپنگ بلکہ دنیا کے تقریباً ہر شعبے میں جہاں اُن کا بس چل سکا، لا کھڑا کیا۔

عورت کے معاشی استقلال نے کس چیز کو جنم دیا؟

کیا عورت معاشی طور پر خوش حال ہوگئی؟

یا دوہری ذمہ داری اس کے نازک کندھوں پر آن پڑی؟

عورت کے معاشی استقلال کے بطن سے جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ طلاق کی کثرت ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا نے بتایا ہے کہ

"دنیا کے صنعتی ملکوں Industrialized parts of the world میں طلاق کی شرح میں بہت اضافہ ہو گیا ہے اور اس کی وجہ عورتوں کا معاشی استقلال ہے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا Vol 3 p 586 1984)

مرد و عورت کے آزادنہ اختلاط نے جہاں بے راہ روی کو جنم دیا وہیں خاندان کے ادارے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ اگر کوئی جنسِ مخالف اپنے ساتھی سے ذرا بھی پست یا مختلف نظر آیا، جھٹ طلاق لے لی یا دے دی۔

روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ:۔

"نیویارک (این این آئی) امریکہ میں تیس فیصد طلاقیں مردوں کی بے وفائی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اگر نوجوان شادی شدہ جوڑا کسی ایسے علاقے میں مقیم ہو جہاں غیر شادی شدہ مرد و خواتین کی اکثریت رہائش پذیر ہو تو طلاق کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ امریکہ میں ہونے والی تازہ ترین تحقیق کے مطابق نوجوان جوڑوں کی اکثریت ہر وقت کسی اچھے ساتھی کی تلاش میں رہتی ہے اور جیسے ہی انہیں اپنا پسندیدہ ساتھی مل جاتا ہے، وہ شادی کے بندھن توڑ کر نیا گھر آباد کر لیتے ہیں۔ اس تحقیق کے مطابق علیحدگی کی وجہ صرف ناپسندیدگی نہیں بلکہ بعض اوقات فریقین خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں کہ انہیں اچانک کہیں اور "اپنے خوابوں کی تعبیر" دکھائی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ پندرہ فیصد جوڑوں کا کہنا ہے کہ وہ شادی کے بعد کسی دوسرے کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے انہیں علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ تیس فیصد طلاقوں میں ایک سبق یہ ہے کہ خاوند نے کسی اور حسینہ پر دل ہار دیا اور بیوی نے غصے میں علیحدگی اختیار کر لی۔" (روزنامہ نوائے وقت ۲۲/ فروری ۱۹۹۵ء)

روزنامہ جنگ لاہور کی یہ رپورٹ ملاحظہ فرمایئے:۔

”لاہور (ویمن سیل) شادی سے قبل کسی دوسرے سے محبت یا دوستی رکھنے والی خواتین کیلئے شادی کے بعد ایسی دوستی برقرار رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی ۳۰ فی صد خواتین کی شادی کچھ عرصہ بعد ٹوٹ جاتی ہے۔ اس امر کا اظہار ایک امریکی جریدے کی ریسرچ رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ امریکہ میں ۹۲ فیصد خواتین شادی سے قبل مردوں کو اپنی زندگی اور خاندان کے بارے میں مکمل معلومات نہیں دیتیں جس کی وجہ سے جب شادی کے بعد اصل حقائق کا پتہ چلتا ہے تو شادی طلاق یا علیحدگی پہ ختم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ شادی سے قبل یہی خواتین دوستی میں مثالی ہوتی ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان کے متعلق صحیح معلومات دینے والی خواتین شادی کے بجائے دوستی کو لمبے عرصے تک قائم رکھنے کی خواہش مند ہوتی ہیں۔ کچھ خواتین شادی سے بچنے کیلئے اپنی ذات اور خاندان کے متعلق خوف زدہ کرنے والی معلومات بھی مرد کو فراہم کر دیتی ہیں۔“ (روزنامہ جنگ، لاہور ۲۸/جون ۱۹۹۷ء)

اس نظریہ مساوات اور معاشی استقلال کے بطن سے پیدا ہونے والی شرح طلاق نے کسی بھی ترقی یافتہ ملک کو اپنی لپیٹ میں لئے بغیر نہیں چھوڑا۔ اس آگ نے جاپان کو بھی اسی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔

نوائے وقت کی یہ رپورٹ ملاحظہ فرمایئے:۔

”ٹوکیو (اف پ) 1998ء کے دوران جاپانی طلاقیں دینے کے معاملے میں یورپ پر بھی بازی لے گئے، گزشتہ سال جاپان میں ہر دو منٹ بعد ایک جوڑے میں طلاق ہوئی۔ جاپان میں طلاق کی شرح بعض یورپی ممالک سے بڑھ گئی ہے جبکہ بعض کے برابر پہنچ گئی ہے۔ ۱۹۹۸ء کے دوران جاپان میں دو لاکھ ۳۴ ہزار طلاقیں ہوئیں۔ ہر ایک ہزار جوڑوں میں سے ۱۹۴ میں طلاق ہوئی اور یہ شرح فرانس سے بھی زیادہ ہے۔“ (روزنامہ نوائے وقت ۲/جنوری ۱۹۹۹ء)

روزنامہ نوائے وقت کی یہ رپورٹ بھی مدنظر رکھئے:۔

”واشنگٹن (نیوز ڈیسک) ”یو ایس سینس“ کی جانب سے کرائے گئے سروے کے مطابق ۹۰ فیصد امریکی باشندے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں جن میں سے پچاس فیصد سے زائد کی شادیاں طلاق پر ختم ہو جاتی ہیں۔ سروے کرنے والی ٹیم کے سربراہ روز کریڈز نے بتایا کہ شادی شدہ امریکی جوڑوں کی دس فیصد تعداد ابتدائی پانچ برسوں کے دوران ہی طلاق کے بعد علیحدہ ہو جاتی ہے۔“ (روزنامہ نوائے وقت ۱۵/فروری ۲۰۰۲ء)

آسٹریلیا بھی بھلا کیوں اس مغربی مساوات کے ثمر سے محفوظ رہتا، وہاں بھی طلاق کے رجحان کا اوسط پچاس فیصد رہا۔

روزنامہ اُمت، کراچی کی رپورٹ کے مطابق:۔

"سڈنی (انٹرنیٹ نیوز) آسٹریلیا میں ہونے والی شادیوں میں نصف کا انجام طلاق پر ہوتا ہے جبکہ باقاعدہ شادی کی رسم ادا کرنے سے قبل چوتھائی جوڑے ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق آسٹریلوی لوگ اب زیادہ عمر میں شادیاں کر رہے ہیں۔ آسٹریلیا میں دلہن کی اوسط عمر ستائیس اور دولہے کی اٹھائیس سال ہے۔ محکمۂ اعداد و شمار نے انکشاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب آدھے سے بھی کم شادیاں گرجا گھروں میں ہوتی ہیں۔" (روزنامہ اُمت کراچی ۲۴/اگست ۲۰۰۲ء)

دخترانِ اُمت! کیا یہ دو افراد کے رشتوں کا تعلق تھا جو ختم کر دیا گیا؟۔۔۔ یا یہ ایک خاندان تھا جسے تباہ کر دیا گیا؟

ان کے بچوں پر اثرات، ان کی پرورش آج بھی ایک سوالیہ نشان ہے؟

خاندان کی تباہی نے معاشرے کو کس جہنم میں جھونک دیا ہم اس کا جائزہ آئندہ سطور میں لیں گے؟

اے پاسبانِ ملّت! اے دخترانِ اُمّت!

تم نے مغرب کی گندی تہذیب و ثقافت اور معاشرے کی اکائی خاندان کے ادارے کی تباہی کے چند ہولناک چرکوں کا مطالعہ کیا۔

یہ وہ خواتین تھیں جنہوں نے گھر کے سکون کو لات ماری تو گھر کے باہر ہزاروں ہوس ناک نگاہوں نے انہیں بھنبھوڑ ڈالا آزادانہ ملاقات اور بے باکانہ اختلاط نے شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تم بھی انہی حالات سے دوچار ہو جن سے مغرب کی یہ خواتین نبرد آزما ہو رہی ہیں؟

کیا تم خود اپنے آپ کو اور اپنی بہنوں کو اس بے راہ روی کی جہنم میں دھکیل دینا چاہتی ہو؟

کیا تم چاہتی ہو کہ سرمایہ دار تمہاری نسوانیت کو استعمال کر کے اپنی مصنوعات کو بیچتا رہے؟

کیا تمہاری صلاحیتوں کے بجائے تمہاری خوبصورتی ہی تمہارے Boss کی جنسی تسکین کا کھلونا بنی رہے؟

یقیناً تم یہ نہیں چاہتیں۔۔۔۔ یقیناً تم نے تو یہ کبھی سوچا بھی نہ ہو گا۔

مگر میری بہن! میری بیٹی!

آگ کا کام جلانا ہے اور جب یہ بھڑکتی ہے تو مشرق و مغرب میں کوئی تمیز نہیں رکھتی اور جب یہ آگ بھڑکے گی تو مشرق کا ہر گھر بھی افرنگ کے ہر قریے کی مانند راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا، جہاں شرمندگی ہے اور نہ حیا اور نہ ہی شرافت۔

بچوں کا المیہ

غیر فطری مساوات نے معاشی استقلال کو جنم دیا اور اس معاشی استقلال کے بطن سے طلاق (کی ہوشربا شرح) نے جنم لیا اور خاندان المیوں سے بھر گیا، نہیں بلکہ معاشرہ تباہی سے ہمکنار ہو گیا۔

آج مغرب کا ہر دوسرا شخص سکون کی تلاش میں ہے لیکن سکون اسے میسر نہیں۔ ٹیکنالوجی نے اس کے قدموں کو چاند تک پہنچا دیا مگر وہ اسے سکون نہ دے سکی۔

اس نظریۂ مساوات نے نہ تو عورتوں کو مرد کے برابر وہ مقام دیا جو جدید تحریک حقوقِ نسواں کا مقصد تھا۔ البتہ اس غیر فطری مساوات نے ایسے مسائل ہمارے سامنے لا کھڑے کئے جس نے ہمارے (بنی نوع انسان کے) اذہان و قلوب کو دہکتے انگاروں پر رکھ دیا۔

اے مفکرانِ ملت!

مرد اور عورت کا آزاد میل ملاپ، بے باکانہ اختلاط نے جنسی تعلقات کو جنم دیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں۔ آزادنہ اختلاط اور جنسی تعلقات کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

گو کہ ناجائز جنسی تعلقات ابتدا میں ایک سادہ سی بات معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ اپنے دامن میں پوشیدہ بھیانک معاشرتی المیوں کو جنم دیتا ہے۔

ایک مرد اور عورت کے تعلق سے جب تیسرا فرد اس دنیا میں جنم لیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے یہ سادہ سی بات نہیں تھی۔ مانع حمل ادویات کے باوجود مغرب میں ناجائز بچوں کی تعداد میں ہوش ربا اضافہ ہو رہا ہے۔

یہ ناجائز بچے اس حال میں اس دنیا میں آنکھ کھولتے ہیں کہ نہ تو انہیں اپنے باپ کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی اپنی ماں کا۔ یہ حکومت کی جانب سے قائم کردہ اداروں میں پلتے ہیں اور جانوروں کی طرح معاشرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ماں باپ کے درمیان طلاق، ناجائز بچوں کی شرح میں اضافہ، ان کی سرکاری اداروں میں پرورش ان بھولے بھالے بچوں پر کیسے سنگین اثرات مرتب کرتے ہوں گے۔

سسکتی انسانیت پر خون کے آنسو بہانے والے دانشورو!

کبھی اس چار پانچ سال کے بچے کا چہرہ تو نگاہوں کے سامنے لاؤ جسے نہ ماں کی ممتا ملی ہو اور نہ ہی باپ کی شفقت نصیب ہوئی ہو۔

اس کے سینے میں پلنے والی محرومیوں کا بھی کبھی احاطہ کرو۔۔۔۔ کبھی اس کے سپنوں کے تاج محل کی کرچیوں کو بھی چنو۔

اس کی بھولی بھالی خواہشات کے کھنڈرات پر بھی دو آنسو بہالو۔

اس کی خوب صورت آنکھوں کی ویرانی سے کچھ کانٹے ہی چن لو۔

اے مغرب کے آزاد خیال مفکرو!

تمہارے پاس تو ان کیلیے وقت بھی نہیں ہو گا۔۔۔ تم نے ان کو لباس تو عطا کر دیا مگر ان کی روح کو تار تار کر ڈالا۔۔۔

اپنے جدید اور روشن خیالات کے بارود سے ان کے خاندان کو بکھیر کر سرکاری گھر عطا کر دیا۔

اے شب دیجور کے نگہبانو! تم نے ان کی محرومیوں کو آسائش میں تولنے کی کوشش کی۔۔۔ تم نے ان کے چہروں کی شفق اور خوب صورت آنکھوں کی چمک چھین ڈالی۔

تُف ہے اس زندگی پر۔۔۔ تاسف اس طرزِ عمل پر۔۔۔ افسوس اس خود غرضی پر۔۔۔

بس ہم نے اپنی خواہشات کو پالیا۔۔۔ جو چاہا کر دکھایا۔۔۔ فکر کی خواہش کو لونڈی بنا کر۔۔۔ ابلیسی نظریات کا کیا خوب رقص ہوا۔۔۔ روشن خیالی کے ساغر میں بے راہ روی کی شراب نے کن المیات کو جنم دیا۔ ان آزاد خیال مفکروں کو اس کا احساس ابھی نہیں ہوا۔ ابھی ان کے اذہان اس شراب کے سرور سے مدہوش ہیں۔ ان کے جسموں میں ابھی تک لڑکھڑاہٹ باقی ہے۔

اور جب یہ نشہ ٹوٹے گا تو خود کو وہ معاشرتی غلاظت میں لتھڑا ہوا پائیں گے۔

اے کرۂ ارض پر اقدار کے نگہبانو! خواہشات تو پوری ہو گئیں۔ سماج انسانی رہا یا حیوانی۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ڈھول کی تھاپ نے تھمنا شروع کیا تو چیخوں کی شدت اور زخموں کے کرب کا اندازہ ہوا۔

کیچڑ کے گندے جوہڑ میں غوطے لگانے سے لعل و یاقوت حاصل نہیں ہوتے البتہ جسم ضرور گندہ اور بدبودار ہو جاتا ہے۔

وہی حال اس معاشرے کا ہوا جب انہوں نے جنسی خواہشات کے غلیظ جوہڑ میں غوطے لگائے تو ان کا پورا معاشرہ اس گندگی اور بدبو سے بھر گیا۔

طلاق کی شرح میں اضافہ اور آزادانہ جنسی تعلقات کے نتیجے میں ناجائز بچوں کی پیدائش کے سبب اور ان بچوں میں محرومیوں کے سبب جو معاشرتی المیے پیدا ہوئے وہ بہت بھیانک ہیں۔

جدید نظریہٗ مساوات کی ناکامی کے بچوں پر اثرات

نظریہٗ مساوات کی ناکامی نے معاشرے پر شدید ترین نتائج ثبت کیے ہیں۔ آج یہ سوال زور اُٹھاتا ہے کہ کیا ان خاندانی سانحات کے بعد جب ماں اور باپ دونوں ہی بچوں سے لاتعلق ہو کر اپنی دنیا میں مگن ہو جائیں تو کیا بچے کی تربیت ہو سکے گی۔ معاشی استقلال کے سبب اگر گھر نہ بھی اُجڑے تو کیا فل ٹائم جاب کے ساتھ بچوں پر توجہ مرکوز ہو سکے گی؟

آپ کے نزدیک "آیا" اس کا بہترین حل ہے۔ مانا کہ آیا اس کی نگہداشت کر لے گی مگر جس ممتا کی اس کو ضرورت ہے وہ اس بچے کو آیا دے سکے گی؟ یقیناً نہیں اور یہی وجوہات ہیں جنہوں نے مغرب میں درج ذیل سانحات کو جنم دیا۔

بچوں میں خودکشی کا رجحان

مغرب میں والدین کی ناچاقی اور گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے بچوں میں خودکشی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت کی یہ رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"واشنگٹن امریکہ کے ایک ادارے برائے کنٹرول شرح اموات نے رپورٹ دی ہے کہ گذشتہ کچھ عرصہ سے بچوں میں گھریلو ناچاقی اور ہم آہنگی نہ ہونے کی بنا پر خودکشی اور خود کو بندوق سے گولی مارنے کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ اس قسم کے واقعات زیادہ تر پندرہ سال کے بچوں سے متعلق ہیں اور یہ شرح ۱۹۵۰ء سے ۱۹۹۳ء تک چار گنا زیادہ بڑھ گئی ہے جو دوسرے کسی بھی ملک سے زیادہ ہے۔ امریکی حکام اس قسم کے واقعات کی کثرت سے شدید پریشان اور فکر مند ہیں کیونکہ اس سے دنیا میں ان کی ساکھ متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔" (روزنامہ نوائے وقت ۹/ فروری ۱۹۹۷ء)

بچے اپنے والدین کے جھگڑوں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ ان کی فکری نشو نما کو مغرب کی آزادی و روشن خیالی کی سُنڈی پروان نہیں چڑھنے دیتی۔ بلکہ اکثر اوقات اسے معاشرتی ناسور میں تبدیل کر دیتی ہے۔

لاہور (جنگ فارن ڈیسک):۔

امریکی بچے اکثر اپنے والدین کے جھگڑوں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ یہ بات امریکی مصنفہ باربرا وائٹ ہیڈ نے اپنی کتاب طلاق کا کلچر (Divorce Culture) میں لکھی ہے۔ مصنفہ لکھتی ہیں کہ امریکی معاشرے میں صرف دس سے پندرہ فی صد ایسی طلاقیں ہوتی ہیں جن کا قابلِ قبول جواز پیش کیا جا سکتا ہے۔ باقی سب طلاقیں لذت پرستی کے جذبے سے مغلوب ہو کر حاصل کی جاتی ہیں۔ امریکی شادی امریکی نوکری کی طرح ہے جو کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے۔ وائٹ ہیڈ کا کہنا ہے کہ طلاق یافتہ والدین بچوں میں ڈیپریشن، خودکشی، تباہ کن رویئے، اسکول میں ناکامی اور غربت میں رہنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ امریکہ میں بڑھتی ہوئی شرح طلاق کی وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے مصنفہ لکھتی ہیں کہ زیادہ دولت، لذت پرستی اور دروں بینی امریکی معاشرے میں شادیوں کی کامیابی کی راہ میں اکثر رکاوٹ بن جاتی ہیں۔" (روزنامہ جنگ ۳۔۳۔۱۹۹۷)

خاندانی ادارہ کی تباہی نے معاشرے کو آگ اور خون کے بیچ سمندر میں دھکیل دیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جن کو نہ ماں کی ممتا نصیب ہوئی اور نہ باپ کی شفقت احساسِ محرومیوں کے سائے میں پرورش پائی اور آہستہ آہستہ احساسِ محرومی کا یہ ناسور پورے معاشرے کیلئے بارود بن گیا۔ بھولے بھالے بچے جن کی عمر ابھی کھلونوں سے کھیلنے کی تھی، سفاک مجرم بن گئے۔

نوائے وقت کی یہ رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"روٹرڈم (ہالینڈ) یہاں ایک آٹھ سالہ لڑکے نے گن پوائنٹ پر ایک خاتون کو لوٹ لیا۔ 23 سالہ عورت ایک سرنگ سے گزر رہی تھی کہ ایک آٹھ سالہ لڑکے نے اسے ہینڈز اپ کرا دیا اور اُس کا بیگ چھین کر فرار ہو گیا۔ بیگ کے اندر کریڈٹ کارڈ تھے جن سے بعد ازاں اس لڑکے نے بنکوں سے ہزاروں ڈالر کی رقم بھی نکلوالی۔" (روزنامہ نوائے وقت ۲/نومبر ۱۹۹۷ء)

مستقبل کے معمار جنہیں عالمِ انسانیت کیلئے باغ و بہار بننا تھا جدید تحریکِ حقوقِ نسواں کے محرکات کے سبب حال کی خزاں میں تبدیل ہو گئے۔ جنہیں مستقبل کا سائبان بننا تھا خود اپنے ہی سائے سے محروم ہو گئے۔ لیکن ماضی میں دخترِ مشرق کی پیدائش پر اُس کا استقبال مٹی کا تاریک گڑھا کرتا تھا، جہاں اسے زندہ دفنا دیا جاتا تھا۔ آج کے معاشرے میں اُس کا استقبال جدیدیت کا عفریت کرتا ہے اور اس کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ دخترِ مشرق ہو یا فرزندِ مغرب زندگی بھر لمحہ بہ لمحہ اسے زندہ درگور ہی ہونا اس کا نصیب قرار پاتا ہے۔

یہ بچے کثرت سے شراب نوشی کرتے ہیں۔ قتل و غارت گری میں سکون محسوس کرتے ہیں یا پھر جنسی عمل میں جبراً یا رضامندی کے ساتھ معاشرے کو ایڈز کے تعفن سے آلودہ کرتے ہیں۔

بچے اور شراب

"روزنامہ اُمت کراچی کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں زیادہ شراب پی کر بیمار پڑ جانے والے بچوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ لیورپول میں ایک سروے کے مطابق اسی کی دہائی کے بیس بچوں کے مقابلے میں موجودہ دہائی میں تقریباً دو سو بچے سالانہ شراب کی زیادہ مقدار پی کر اس کے زہریلے اثرات کا شکار ہو رہے ہیں۔ گذشتہ برس اسپتال میں لائے جانے والے بلانوش بچوں میں سے تین نو نو برس کے جبکہ سولہ بچے دس سے گیارہ برس کے درمیان کے تھے۔ ایک پندرہ سالہ لڑکے کو نو مرتبہ اسی "خانہ خراب" کے ہاتھوں اسپتال میں داخل ہونا پڑا جبکہ تین مرتبہ تو وہ مرتے مرتے بچا۔ تحقیق کرنے والے ڈاکٹر نے بتایا کہ بعض بچے تو ایک آدھ مرتبہ "پینے" کا تجربہ کرتے ہیں جبکہ بہت سوں کیلئے یہ معمول کی بات ہے۔" (روزنامہ اُمت کراچی ۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء)

امریکی بچوں کی قتل و غارت گری

روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ کے مطابق:۔

" نیویارک (انٹر نیشنل ڈیسک) ارکنساس میں بندوق بردار "قاتل بچوں" کے ہاتھوں فائرنگ سے اسکول کے بچوں اور ٹیچروں کے قتل نے قومی حلقوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ہے کہ امریکی اسکولوں میں بچوں کی زندگیاں کس قدر محفوظ ہیں۔ اس واقعہ نے اسکولوں کو بچوں کی زندگی کے تحفظ کیلئے کیے گئے اقدامات کا جائزہ لینے پر مجبور کردیا ہے۔ نیوز ویک اور جریدہ ٹائم نے اس بارے میں فیچر شائع کیے ہیں۔ نیوز ویک نے جو اعداد و شمار شائع کیے ہیں ان کے مطابق پانچ سے چودہ سال کے بچوں میں سے کل ۴۱ فیصد حادثات، خودکشی سے ۴ فیصد، قتل کے ذریعے سات فیصد اور تشدد کے ذریعے 12 فیصد بچوں کی اموات ہوئیں۔ ان میں سے ۱۹۹۴ء میں بچوں کے قتل کی شرح سر فہرست رہی جب ایک لاکھ میں سے تیس بچے قتل ہوئے۔ اس سے قبل ۱۹۷۶ء میں چودہ سے سترہ سال عمر کے دس فیصد بچے، ۸۰ء میں بارہ فیصد، ۸۵ء میں نو فیصد اور ۹۵ء میں بیس فیصد بچے قتل ہوئے، ۱۸۸ نے اسلحہ سے خودکشی کی، ۱۵۱ بچے اتفاقیہ حادثات کے شکار ہوئے جبکہ تین بچے پولیس کی فائرنگ کی زد میں آئے۔ واقعات کے مطابق ارکنساس میں ۲۴/مارچ (منگل) کو تیرہ سالہ جانسن اور گیارہ سالہ گولڈن جو کیمو فلاج کپڑوں میں ملبوس اور رائفلوں، ہینڈ گنوں سے مسلح تھے، گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ویسٹ سائیڈ مڈل اسکول پہنچے (واضح رہے کہ ان بچوں نے یہ اسلحہ گولڈن کے دادا کے گھر سے چوری کیا تھا) ان بچوں نے گاڑی درختوں کے قریب کھڑی کی۔ گولڈن نے اسکول کا فائر الارم کھینچا، جونہی سکول کے بچے اور ٹیچر باہر نکلے، انہوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ جس سے ان کے ہم جماعت چار بچے اور ایک ٹیچر ہلاک ہوگئی جبکہ دس زخمی ہوگئے۔ پولیس اور ایمرجنسی کی گاڑیاں موقع پر پہنچیں اور انہوں نے بچوں کو فرار ہونے سے پہلے ہی قابو کرلیا۔ ان بچوں نے گرفتاری کے وقت کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس واقعہ نے اسکولوں کو اپنے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے پر مجبور کردیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ موویز، ویڈیو گیمز اور بچوں کی تنہائی کوئی بھی ایسی وجہ نہیں جو اس قتل کا سبب بنی ہو مگر اس میں ایک "وارننگ سگنل" ضرور ہے۔" (روزنامہ نوائے وقت ۲/اپریل ۱۹۹۸ء)

بچے اور جنسی تشدد

روزنامہ جنگ لاہور کی ایک اور رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"سڈنی (اے ایف پی) آسٹریلیا میں دس سال سے کم عمر کے تین ہزار لڑکے لڑکیاں اپنے لواحقین کیلئے منشیات، خوراک اور دیگر اشیائے ضرورت مہیا کرنے کی خاطر جنسی منڈی میں کام کرنے پر مجبور ہیں۔ کم عمر طوائفوں، فحاشی اور منشیات کی غیر قانونی تجارت کے خاتمہ کیلئے انٹرنیشنل لابی گروپ نے آسٹریلوی حکومت کو اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آسٹریلیا میں ہزاروں کم عمر بچوں کو ناجائز دھندہ کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ محققین ڈایان اور راس گومین کے مطابق جنسی کاروبار سے آسانی سے جس قدر دولت حاصل ہوتی ہے وہ باقاعدہ ملازمت اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کہیں زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوعمر لڑکے لڑکیاں جنسی تجارت کو اپنانے پر مجبور ہیں۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۱۴/اپریل ۱۹۹۸ء)

برطانوی بچے عادی مجرم

"لندن (اُمت نیوز) برطانیہ میں بچے عادی مجرم بنتے جارہے ہیں۔ گذشتہ برس ایک چوتھائی جرائم گیارہ تا سولہ سال کے بچوں نے کئے تھے۔ اس بات کا انکشاف یہاں ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ جس کیلئے اسکولوں کے پانچ ہزار بچوں اور نوجوان سے سروے کیا گیا۔ سروے کے دوران معلوم ہوا کہ اسکول میں زیر تعلیم ہر چار بچوں میں سے ایک بچے نے کوئی نہ کوئی جرم کیا ہے۔ اس کے علاوہ قانون شکنی بھی ان میں عام ہے۔ تقریباً دو تہائی بچوں نے اس کا اعتراف بھی کیا۔ اس سروے کے مہتمم اور یوتھ جسٹس بورڈ کے چیئرمین لارڈ وارنر کا کہنا ہے کہ اس رویے کے خلاف کاروائی نہایت ضروری ہے۔ مسلسل جرائم کے مرتکب بچوں کو پکڑا جانا چاہئے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان بچوں کو پکڑا جارہا ہے اور نہ ہی انصاف کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بعض علاقوں میں پولیس ان کمسن مجرموں کا سراغ لگانے میں کامیاب رہی ہے۔" (روزنامہ اُمت کراچی ۲۲/مئی ۲۰۰۲ء)

مساوات کے غیر عقلی نظریہ نے جو معاشرتی مسائل پیدا کیے خاندان کا ادارہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ طلاق عام ہوگئی۔ بچے احساس محرومی کا شکار ہو کر مجرموں کے نقش قدم پر جانکلے۔

سابق امریکی صدر بل کلنٹن اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:۔

"۱۴/ اپریل ۱۹۶۲ء کو گھر چھوڑنے کے پانچ دن بعد ماں نے طلاق کی درخواست دائر کردی۔ آرکنساس میں طلاق فوراً ہو جاتی ہے اور ماں کے پاس ٹھوس بنیادیں بھی تھیں لیکن معاملہ ختم نہیں ہوا۔ ڈیڈی ہمیں اور اسے واپس لے جانے کو بے قرار تھا وہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ وہ گھنٹوں ہمارے مکان کے باہر کھڑا رہتا حتی کہ ایک دو بار پورچ کے باہر سویا بھی۔ ایک روز اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ہمارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور روتے ہوئے درخواست کی کہ میں ماں سے اس بارے میں بات کروں۔ ڈیڈی نے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے اور آئندہ کبھی ماں کو ڈانٹے یا مارے گا نہیں۔ مجھے اس پر اعتبار نہیں تھا۔" (میری زندگی از بل کلنٹن صفحہ ۴۱ مترجم یاسر جواد طاہر منصور فاروقی مطبوعہ نگارشات پبلیشرز لاہور ۲۰۰۷)

مزید آگے یہی بل کلنٹن بچپن میں اپنے اوپر بیتے ہوئے کرب کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔

"والدین کی ازدواجی زندگی کی گڑبڑ، طلاق اور مصالحت نے میری بہت سی جذباتی توانائی ضائع کردی۔ ان دنوں میں جونیئر ہائی اسکول ختم کرنے کو تھا۔ ماں کام اور مَیں پڑھائی میں محو ہو گیا۔" (ایضاً صفحہ ۴۲)

سوچیے غیر فطری مساوات کے علم بردارو!

بھولے بھالے ذہنوں کو پامال کرنے والے مفکرو!

جب حالات اس نہج پر آجائیں تو قوم کے نوجوانوں کی صلاحتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور یہی دشمنانِ اسلام کا مقصد ہے کہ تمہارے نوجوانوں کی صلاحیتیں یوں ہی ضائع ہو جائیں۔

ہیلری کلنٹن اپنی ماں کی بچپن کی روداد یوں بیان کرتی ہیں:۔

"ممی نے جب اسکول سے گریجویشن کرلی تو انہوں نے کیلی فورنیا جاکر کالج میں داخلہ لینے کا پروگرام بنالیا لیکن ان کی والدہ ڈیلا نے ان سے کہا کہ وہ ان کے پاس شکاگو چلی آئیں۔ نانی نے ان دنوں دوسری شادی کر رکھی تھی۔ انہوں نے ممی سے کہا وہ اور ان کے نئے شوہر ان کا پورا خیال رکھیں گے اور ان کی تعلیم کا خرچ بھی اٹھائیں گے۔ ممی جب شکاگو پہنچیں تو انہیں اندازہ ہوا کہ امی کو محض ایک نوکرانی (ہاؤس کیپر) کی ضرورت تھی اور انہیں تعلیم کیلئے کوئی مالی مدد بھی نہیں دی جائے گی۔ ممی کا دل ٹوٹ چکا تھا چنانچہ وہ ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں منتقل ہو گئیں اور ایک دفتر میں فی ہفتہ ساڑھے پانچ روز کام کے عوض تیرہ ڈالر کی نوکری کرلی۔ میں نے ایک بار ممی سے پوچھا تھا کہ وہ شکاگو واپس کیوں گئیں؟ ممی نے جواب میں کہا کہ میرا خیال تھا کہ میری والدہ مجھ سے محبت کرتی ہیں اس لئے مجھے ان کے پاس رہنے کا موقع حاصل کرنا چاہئے مگر جب ایسا نہ ہو سکا تو میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔" (زندہ تاریخ از ہیلری کلنٹن صفحہ ۱۶ مترجم وسیم شیخ فیکٹ پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۸)

امریکہ کے موجودہ صدر بارک اوباما اپنی آپ بیتی میں کس کرب کا اظہار کر رہے ہیں:۔

"گھر میں میرے باپ کی چند ایک تصویریں ہی باقی بچیں تھیں، پرانی بلیک اینڈ وائٹ اسٹوڈیو تصاویر جو الماریوں سے کوئی چیز تلاش کرنے کے دوران سامنے آجاتیں۔ جہاں تک میری یاداشت کام کرتی ہے تو میری ماں اپنے مستقبل کے دوسرے شوہر کے ساتھ معاشقہ شروع کر چکی تھی اور میں نے کسی وضاحت کے بغیر محسوس کر لیا کہ تصاویر کو کیوں سنبھال کر رکھ دینا چاہیئے۔" (اوباما کی آپ بیتی، صفحہ ۱۶، از بارک اوباما مترجم یاسر جواد ناشر بک ہوم لاہور ۲۰۰۹)

برطانوی صحافی Yvonne Ridley اپنی کتاب In the Hands of the Taliban میں برطانوی خاندانی ادارے کے خدوخال کو یوں طشت ازبام کرتی نظر آتی ہیں:۔

"مَیں تو دوست بھی نہیں رکھ سکتی، خاوندوں اور بوائے فرینڈز کی تو ویسے کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ میں نے خود پر طنز کرتے ہوئے سوچا، میری جاب ہی ایسی ہے کہ سارا کچھ اس کی نظر کرنا پڑتا ہے۔ میں زندگی کی طرف سے ڈالی گئی آزمائشوں سے نمٹنے سے کبھی نہیں تھکتی اور ہمیشہ اس پرانی کہاوت پر یقین رکھتی ہوں کہ سچائی افسانے سے کہیں زیادہ انوکھی ہوتی ہے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ "میری زندگی" بعض اوقات افسانے سے بھی زیادہ انوکھی ہو جاتی ہے۔ جب میں لوگوں سے کہتی ہوں کہ جب میری اس سے پہلے تین بار شادیاں ہو چکی ہیں تو وہ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ انہیں بات بڑی دیر کے بعد سمجھ میں آتی ہے تاہم ڈیزی کا باپ میرے ان شوہروں میں سے نہیں ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ حرام کاری کرتے رہنا یا متعدد آشناؤں سے دوستی رکھنا، یکے بعد دیگرے متعدد شوہر نہ رکھنے سے کیوں بہتر ہے؟" (طالبان کی قید میں، صفحہ ۲۴، از یو آنے رڈلے مترجم یحییٰ خان، نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۶)

مساوات کے نام پر معاشی استقلال نے خاندانی نظام کو کس طرح نقصان پہنچایا۔

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

"میرا پہلا شوہر کم (Kim) تھا اُسے میں اُس وقت سے جانتی تھی جب میں چودہ سال کی تھی۔ وہ صحافت کو ایک گندہ پیشہ سمجھتا تھا اور اس سے شرم محسوس کرتا تھا۔ اس کی خوشی صرف ایسے کام میں تھی کہ میں کسی آفس میں صبح نو بجے سے پانچ بجے شام تک رہتی۔ جب ہماری شادی ہوئی تو میں نے فلیٹ اسٹریٹ میں ڈیلی میل کی ملازمت مسترد کر کے اس کے بجائے "نادرن ایکو" میں ایک عہدہ سنبھال لیا۔ "کم" کی ناک "ٹائن برج" کے گرد لپٹی ہوئی تھی۔ وہ اس کے "نیچے کی طرف" جا ہی نہیں سکتا تھا۔

ایک سال سے بھی کم عرصہ گزرا تھا کہ ہماری شادی خطرے میں پڑ گئی اور بالآخر ٹوٹ گئی۔ اس طرح آٹھ سال کے تعلقات ختم ہو گئے۔ دو سال بعد ۱۹۸۳ء میں، مَیں نے جم میکنٹوش سے شادی کر لی۔" (ایضاً، صفحہ ۳۲، ۳۳)

مغرب میں خاندانی ادارے کس قدر تباہی کی جانب گامزن ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہاں لوگ شادی نہیں کرنا چاہتے اور بغیر شادی کے ازدواجی تعلقات قائم ہو جاتے ہیں اور اگر شادی ہو بھی جائے تو بہت پائیدار نہیں رہتی۔ دوستی کے رشتے بھی بہت جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ مزید آگے لکھتی ہیں:۔

"۱۹۹۲ء میں میری ڈیوڈ سے ملاقات ہوئی جو کہ ڈیزی کا باپ ہے ہم ۱۹۹۶ء تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد میں نے ایک اسرائیلی رونی موش سے شادی کر لی جو دو سال تک رہ سکی۔ یہ جدائی ڈیوڈ والی جدائی سے مختلف تھی۔ یہ دوستانہ علیحدگی نہیں بلکہ بدتر انداز میں ہوئی۔ اس کے بعد سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہوا۔" (طالبان کی قید میں، صفحہ ۳۳،۳۴، از یوآنے رڈلے مترجم یحییٰ خان، نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۶)

امریکی شہری عاقل کولنز اپنی کتاب My Jihad میں اپنی ماں کے حوالے سے لکھتا ہے:۔

"مَیں جب سات سال کا ہوا تو وہ دو دو، تین تین دن کیلئے غائب ہونے لگی۔ میں گھر میں اکیلا ہوتا تو ٹھنڈی سپاگیٹی کھانا پڑتی اور میں لائٹیں جلتی اور ٹی وی چلتا چھوڑ کر سو جاتا تاکہ اندھیرے اور خاموشی کی وجہ سے ڈر نہ جاؤں۔ اس سے بھی بڑا ظلم یہ کہ وہ ایک گریگ نامی شخص کے ساتھ چلی جاتی اور گھر واپس آکر ان کے درمیان مارپٹائی ہونے لگتی۔ وہ چپ ہو کر مار کھانے والی نہیں تھی۔ اس نے گریگ کی ناک کئی بار توڑی، اس کی سونے اور پیتل کی چوڑیوں کے نشانات اس کے ماتھے اور آنکھوں پر صاف دکھائی دیتے۔ پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ خدا نے مجھے کیسا پریشان کن بچپن دے دیا تھا۔

میرا والد کبھی کبھار گھر آتا۔ میں اس سے اس لئے نفرت کرتا کہ اس نے مجھے یہ مصائب جھیلنے کیلئے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ مجھے یہ اندازہ بھی ہو گیا ہے کہ امریکی نظام، خاندانی مسائل میں مردوں کی مدد نہیں کرتا۔ جس کی بنا پر اب میں اپنے باپ کی مجبوریوں کو بہتر طور پر سمجھنے لگا ہوں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ایک بار والد مجھے ملنے آیا اور مجھے کہیں باہر لے کر جانے لگا، ماں نے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔ اس پر دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ ماں نے چاقو نکال لیا اور مجھے درمیان میں بطور ڈھال رکھ لیا لیکن جب پولیس پہنچی تو وہ میرے والد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئی۔ میں نے پولیس والوں کو بتا بھی دیا کہ زیادتی کس کی تھی۔ انہوں نے میری ایک نہ سُنی۔ یہ تھا امریکی انصاف۔" (My Jihad از Aukal Collins مترجم محمد یحییٰ خان، صفحہ ۲۰۲،۲۰۳ نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۹)

معاشی مساوات نے طلاق کو تو جنم دیا ہی مگر عورتوں کو کس جہنم میں دھکیلا۔ عاقل کولنز کا اپنی ماں کی زندگی کے حوالے سے یہ طویل اقتباس ملاحظہ کیجئے:۔

"ان برسوں میں میری زندگی ایک سخت تلاطم سے عبارت تھی، سان ڈائیگو میں بہت سی افواہیں میری ممی کے گرد گھومتی تھیں۔ اگر ساری درست نہیں تو زیادہ غلط بھی نہیں تھیں اور وہ تیزی سے اپنے برے انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ شمالی ساحل کے بدقماش لوگوں کے ساتھ گھومتی جن کے ساتھ کوئی معقول آدمی خاص طور پر مجھ جیسا لڑکا ملنا جلنا پسند نہیں کر سکتا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ڈین تھا۔ وہ لڑائی جھگڑے اور لوٹ مار کے کیسوں میں ملوث تھا، بالخصوص بنک ڈکیتیوں میں قانون کو مطلوب رہتا تھا۔ مجھے سمجھ نہ آتی کہ ماں کو ڈین اور اس کے گروہ سے کیا سروکار ہے۔ اس گروہ کا ایک مخالف گروہ بھی تھا جسے میری ممی کا، اوّل الذکر گروہ سے میل جول بہت ناپسند تھا، انہوں نے ایک دفعہ اسے اکیلی پا کر شدید زدوکوب کیا۔ جب اس کے گروہ کے آدمیوں کو اس واقعے کا پتہ چلا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا میں ان لوگوں کو ایک خالی مکان میں بلانے میں ان کی مدد کر سکتا ہوں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ میری ممی کو مارنے والوں سے کوئی بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایسے معاملات میں اُلجھنا تو نہیں چاہتا تھا مگر ان کے دباؤ کی وجہ سے تعاون کرنے پر تیار ہو گیا۔ اب میں کسی حد تک اس لائف اسٹائل کا عادی بھی ہو چکا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو ترغیب دے کر اس مکان میں لے آیا جہاں ممی کے دوست اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ جبکہ چند ایک باہر جھاڑیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا پہلی بار ہوا کہ میں نے موت اور زندگی کا کھیل کھیلنے والوں کے حلق میں سے نکلنے والی ڈراؤنی آوازیں سنیں۔" (ایضاً، صفحہ ۲۰۴،۲۰۵)

طلاق، معاشی دوڑ دھوپ نے ممی کو کس انجام سے دوچار کیا۔ مزید آگے لکھتے ہیں:۔

"جولائی ۱۹۸۲ء میں ایک رات میری ممی "سموا" کے دو مقامی لوگوں کے ساتھ سامنے والے صحن میں شراب نوشی کر رہی تھی، وہ لمبے لمبے بالوں والے دیوہیکل لوگ تھے۔ انہیں گاڑی میں سے اترتے دیکھ کر ہی میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ کچھ سنگین قسم کی گڑبڑ ہونے والی ہے۔ اُن کا رویہ بڑا انوکھا تھا جبکہ ممی جام پر جام چڑھائے جا رہی تھی اور انہوں نے آہستہ آہستہ صرف ایک ایک بوتل پی تھی۔ میں نے ممی سے کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے، اندر آ کر ذرا دیکھئے تو سہی کہ مجھے کیا تکلیف ہے۔ اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ پھر مجھ سے جب تک ہو سکا میں باہر بیٹھا رہا۔ تاکہ یہ اگر ممی کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو روک سکوں۔ چند گھنٹوں کے بعد انہوں نے ممی سے کہا کہ چلو ہم تینوں اسٹور سے مزید بیئر لے آئیں۔ میں نے کہا میں بھی ساتھ چلوں گا۔ لیکن ممی نے کہا نہیں تم اندر جا کر سو جاؤ۔ میں نے ہنگامہ کرنے کی کوشش کی مگر بے سود رہی۔ ممی نے کوئی پروا نہ کی اور کار میں جا بیٹھی۔ ان بدمعاشوں میں سے ایک اندر میرے پاس آیا اور پیار بھرے لہجے میں کہنے لگا:۔

سو جاؤ چھو کرے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک رہے گا تم ابھی چھوٹے ہو، بڑے ہو جاؤ گے تو سمجھ جاؤ گے کہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ کیوں کرتے ہیں۔ تم برے آدمی نہیں بننا چاہتے تو مت بننا۔

یہ کہہ کر وہ کار میں جا بیٹھا اور کار فراٹے بھرتی ہوئی نکل گئی۔ یہ آخری بار تھی کہ میں نے ممی کو جاتے دیکھا، دلدلی علاقے کی اس رات جب میں اپنے مکان میں دیر تک اس کا انتظار کرتا رہا وہاں سے چند سو میٹر کے فاصلے پر ممی موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ سمووا کے دو "سورماؤں" نے اکیلی عورت کا گلا گھونٹ کر اس کی آوارگی کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ میں ممی کے نڈر ہونے کے واقعات کو جانتے ہوئے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے یقیناً مزاحمت کی ہو گی مگر ایک ایک ہوتا ہے اور دو دو ہوتے ہیں وہ کب تک لڑتی۔ آخر میں اس کی لاش پانی میں پھینک دی گئی۔ اس کے ہاتھ جو کبھی بہت پیارے اور خوبصورت ہوا کرتے تھے ان کیکڑوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جنہیں میں ایک ننھے سے نیٹ کے ساتھ پکڑا کرتا تھا۔" (My Jihad از Aukal Collins مترجم محمد یحییٰ خان، صفحہ ۲۰۵،۲۰۶ نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۹)

احبابِ من!

ان جیسے بچوں کو ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت کون دے گا؟

ان کے جذبات کا احساس کون کرے گا؟

ان کے دکھ درد کا مداوا کون کرے گا؟

انسانیت کیلئے مستقبل کی یہ نئی کلی پھول بننے سے قبل ہی مسل ڈالی جائے گی؟

اس بچے کے احساسات، جذبات، دکھ درد اور دیگر مشکلات کا اندازہ کیا ان مغربی آزاد خیال سفّاک مفکروں کو ہے بھی یا نہیں؟

اسلامی ممالک کو جدید تحریک حقوقِ نسواں کے نام پر مسلم خاندان پر شب خون مارنے والے نادان مفکرو!

مغرب کے دانش کدوں میں اگر فکر کا یہ افلاس ہے تو اس کا انجام بھی تمہارے سامنے ہے۔

اُن کے پاس نہ الہامی کتب اپنی اصل حالت میں موجود ہیں اور نہ ہی اُن کا سماجی ورثہ کسی مضبوط بنیاد پر ہے۔

اے بناتِ اسلام!

اے دخترانِ مشرق!

اے اسلام کی تعلیمات سے آشنا خواتینِ اُمت!

اے اُمتِ مسلمہ کی خوش نصیب ماؤ، بہنو اور بیٹیو!

صد شکر اس نعمت کا جو ربّ کریم نے تمہیں عطا کی۔

تمہیں عفت و عصمت کا جوہر عطا کیا۔

مرد کو تمہاری معاشی کفالت کا ذمّے دار ٹھہرایا۔

تمہیں گھر کی ملکہ کا اعزاز عطا کیا۔

مرد کو تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔

تمہاری جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے باپ، بھائی اور بیٹے کی شکل میں تمہارا اقتصادی سامان کیا۔

اے چراغِ خانہ!

اسلام کی بہاروں کو سمیٹنے والی مسلمان بہنو!

تمہیں اس نعمت کا شکر ہی ادا نہیں کرنا۔ تمہیں اس نعمت کا حق بھی ادا کرنا ہے۔ تمہیں اس صیہونی فکر کی آزاد اور جدید تحریکِ حقوقِ نسواں کے مکروفریب کے جال سے خود بھی بچنا ہے اور دوسروں کو بھی بچانا ہے۔

کیونکہ تمہارے پاس وہ روشن کتاب ہے جس میں تمہارے حقوق ربِ کائنات نے روزِ روشن کی طرح بیان کر دیے ہیں۔

تمہارے پاس تمہارے نبی کے وہ حسین فرمودات موجود ہیں جن میں تمہارے حقوق تمہیں بتا دیئے گئے ہیں۔

تمہارے پاس تمہارے اسلاف کی چھوڑی ہوئی حسین اقدار اور روایات موجود ہیں جو تمہاری ذات کا حصار کئے ہوئے ہیں۔

تمہیں خود بھی جدید تحریک حقوقِ نسواں کی مادر پدر آزاد خواتین کے مکروفریب کے ہتھکنڈوں سے بچنا اور مغرب کی مظلوم عورت جو اِن دشمنانِ نسواں کی بھینٹ چڑھ چکی ہے، اُسے بھی بچانا ہے۔

تمہیں مغرب کی عورت کے زخموں پر بھی مرہم رکھنا ہے۔

اور مشرق کی عورت کو بھی زخموں سے بچانا ہے۔

آندھیوں کی شورش کے باوجود تمہیں علم کے میدان میں فکر کے نئے چراغ جلانے ہوں گے۔

جس کی روشنی میں بنتِ حوا کو بحیثیتِ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی سکون نصیب ہو سکے۔ چین اور راحت کی آشا اس کا مقدر بن سکے۔

غیر فطری مساویانہ تقسیم کا ہولناک انجام

مغرب کے عقل پرستوں کے فکری لاوے غیر فطری (مساویانہ تقسیم) نے معاشرے کی تمام اقدار، تمام روایات کو جلا کر بھسم کر ڈالا اور صورت حال اتنی بھیانک ہو گئی کہ معاملہ ایڈز جیسے مہلک مرض تک جا پہنچا۔ اور انسانیت تباہی کے دہانے پر جا پہنچی۔

احبابِ من!

مرد اور عورت بحیثیتِ انسان برابر ہیں۔

مرد و عورت ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔

نسلِ انسانی کی بقا کا دار و مدار مرد و عورت دونوں پر۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ۔

کیا یہ دو جنس (مرد و عورت) ایک ہی جنس ہیں یا علیحدہ علیحدہ؟

قابلِ غور مقام یہ ہے کہ۔

کیا ان دونوں کا مقصدِ تخلیق الگ الگ ہے یا ایک ہی ہے؟

مقام تدبر و فکر ہے کہ۔

کیا دونوں ایک ہی میدان کے شہسوار ہیں یا دونوں کا دائرۂ کار جدا جدا ہے؟

ذرا سوچئے!

قدرت نے ان کو جدا جدا ذمّے داریاں عطا کی ہیں یا ایک ہی طرح کی ذمّے داریوں سے نوازا ہے؟

دانشورانِ ملت غور فرمایئے!

مرد و عورت کے خالق ربّ العالمین نے انہیں جن مقاصد کے تحت پیدا فرمایا کیا اُن سے انحراف انسانی معاشرے کیلئے تباہ کن ہو گا؟

یقیناً قوانینِ قدرت سے بغاوت نے انسانوں کو پستی کی جانب دھکیل دیا اور انسانی معاشرہ جنسی آوارگی کا شکار ہو کر بہیمیت کی راہ پر چل نکلا۔

ذرا سوچئے!

کل ایک آواز بلند ہوئی تھی۔

عورت مرد کی غلامی سے آزاد ہو اور معاشی طور پر خود مختار بنیں۔ پھر کہا جانے لگا کہ معاشی ضرورت کے علاوہ بھی انسانی طبیعت کی کچھ اور ضروریات بھی ہیں اُن کا ان سفلی مفکرین نے ہم جنس پرستی کی شکل میں حل نکالا مگر فطرت سے بغاوت نے انہیں اس کھائی کے کنارے لا کھڑا کیا جس کے چاروں طرف دہکتا ہوا لاوا بہہ رہا ہے۔

اور پورا معاشرہ ایڈز کا شکار ہو گیا۔

یہ ہے منزل جدید تحریک حقوقِ نسواں کی۔

یہ ہے آزادی و بے راہ روی کا انجام......

امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن تھائی لینڈ کے دورے کے حوالے سے لکھتی ہیں:۔

"یہاں ایک ایسی لڑکی سے میری ملاقات کرائی گئی جس کے افیمی باپ نے اسے اس وقت فروخت کر دیا تھا جب وہ آٹھ برس کی تھی۔ چند سال بعد وہ بھاگ کر اپنے گھر واپس آ گئی۔ یہ لڑکی بارہ سال کی عمر میں ایڈز کی مریضہ بن چکی تھی۔ وہ سسک سسک کر مر رہی تھی۔ اس کی جلد ہڈیوں کا ساتھ چھوڑنے لگی تھی۔ اس نے بڑی تکلیف کے باوجود روایتی انداز میں مجھے سلام کیا۔ میں اس کے قریب موجود کرسی پر بیٹھ گئی اور مترجم کے ذریعے اس سے بات کرنے لگی۔ وہ اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کے منہ سے الفاظ بھی ٹھیک طرح ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔ میں نے اس لڑکی کا ہاتھ تھام لیا۔ میرے دورے کے کچھ عرصے کے بعد ہی اس لڑکی کا انتقال ہو گیا۔" (زندہ تاریخ، صفحہ ۱۸)

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

"آج امریکی محکمۂ خارجہ کے اندازے کے مطابق مشرقِ بعید کے اس حصے میں چالیس لاکھ افراد خطِ افلاس سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ یہی افراد اور ان کی لڑکیاں اس قبیح پیشے کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ میں نے امریکی انتظامیہ پر زور دیا کہ اس برے کام کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔" (ایضاً، صفحہ ۱۸۵)

رومانیہ کے دورے کے حوالے سے لکھتی ہیں:۔

"بخارسٹ کے ایک ہسپتال میں ایڈز زدہ بچوں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں پر قابو پایا۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ ان بیمار بچوں کے سامنے میرے آنسو نکلیں ورنہ وہ اپنی ہمت ہار بیٹھیں گے۔" (ایضاً، صفحہ ۱۶۹)

"نیویارک (انٹرنیٹ) اقوام متحدہ نے متنبّہ کیا ہے کہ آئندہ بیس برسوں کے دوران دنیا بھر میں ایڈز کے مرض سے کم از کم سات کروڑ افراد کی ہلاکت کا اندیشہ ہے جب کہ ڈھائی کروڑ افراد اب تک ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایڈز کی روک تھام کیلئے کام کرنے والے اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے "Unaids" کی جانب سے گذشتہ روز جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایڈز کا مرض تاحال اپنے ابتدائی درجے پر ہے اور اگر دولت مند اقوام نے اس پر قابو پانے کیلئے اپنی کوششیں تیز نہ کیں تو ۲۰۲۰ء تک ایڈز سات کروڑ انسانوں کو ہلاک کردے گا۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دنیا میں چار کروڑ سے زائد افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں جبکہ دو برس قبل یہ تعداد تین کروڑ چالیس لاکھ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو برس کے قلیل عرصے میں ساٹھ لاکھ سے زائد افراد ایڈز کا شکار ہوئے ہیں۔ Unaids کے ایگزیکٹیو ڈائریکٹر نے ایک انٹرویو میں کہا کہ بیس برس قبل اس مہلک اور لاعلاج مرض کے آغاز سے اب تک چھ کروڑ افراد اس کا شکار ہو چکے ہیں اور ان تمام افراد کو یہ مرض جنسی بے راہ روی، منشیات کے استعمال یا اپنی ماں سے ورثے میں ملا۔ پیٹر پایوٹ نے کہا کہ ایڈز کا مرض دیگر مہلک امراض سے تین وجوہات کے باعث مختلف ہے اور اس کے پھیلاؤ پر قابو پانا انتہائی مشکل ہے انہوں نے بتایا کہ اوّل اس مرض کا شکار ہونے والا شخص دس سے بیس برس تک صحت مند رہ سکتا ہے مگر دوسروں کو اس مرض میں مبتلا کرنے کی انتہائی صلاحیت رکھتا ہے۔ دوم یہ کہ یہ مرض زیادہ تر نوجوان افراد کو لاحق ہوتا ہے جو اگرچہ عام طور پر بیمار نہیں ہوتے مگر جنسی طور پر زیادہ فعال ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ سیاسی رہنماؤں کے نزدیک بہت زیادہ قابلِ شرم تصور کیا جاتا ہے اور سیاسی رہنما اس مرض سے متعلق بات کرنے یا سننے سے احتراز کرتے ہیں۔ پیٹر پایوٹ نے بتایا کہ امریکہ کے سابق صدر رونالڈ ریگن 8 سال اقتدار میں رہے تاہم اس پورے عرصے کے دوران انہوں نے ایڈز سے متعلق ایک جملہ بھی نہیں کہا۔" (روزنامہ اُمت، کراچی ۴/جولائی ۲۰۰۲)

فطرت سے بغاوت نے انسانی معاشرے کو ایک ایسے جہنم میں دھکیل دیا جہاں صرف سسک سکتے ہیں، اس سے نکل نہیں سکتے۔ یہ ہے جدید تحریک حقوقِ نسواں کے ثمرات کہ آج مرد و عورت دونوں قطرہ قطرہ موت کو چکھ رہے ہیں، لحہ بہ لحہ اذیتوں کی شدت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ لحظہ بہ لحظہ قبر کے قریب جارہے ہیں۔

آج نام نہاد مفکرینِ حقوقِ نسواں ناجائز جنسی تعلقات میں احتیاط کی تعلیم دیتے نظر آتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اس فتنے کا سدِّباب کرتے۔ اس ایڈز کے سونامی کے سامنے شرم وحیا کے بند باندھنے کے بجائے احتیاط کا مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے موٹاپے سے بچنے کیلئے مہنگی ادویات، ورزش کی مشین، بجائے اس کے اگر اس بات کا اشتہار چلایا جائے، اس بات کو لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کی کوشش کی جائے کہ بازاری کھانوں سے اجتناب کرو، کم کھاؤ تو ان ادویات، مشینوں کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

اگر شرم وحیا اور عفت و عصمت کو فروغ دیا جائے کہ یہ ایڈز کا سونامی جنم ہی نہ رہے گا اور معاشرہ اپنی ڈگر پر صحت مندی کے ساتھ گامزن رہے گا۔

حسنِ سلوک کا حق

چمنِ کائنات پر جب خزاؤں نے ڈیرے جما رکھے تھے۔۔۔ انسانیت مفلسی کی دہلیز پر اپنے ہی جنازے پر ماتم کناں نظر آتی تھی۔۔۔ وہیں عورت کی مفلوک الحالی اپنے عروج پر تھی۔۔۔ یہ وہ جنس تھی جسے مذہبی ادارے معاشرے میں کوئی جگہ دینے کو تیار نہیں تھے تو چوٹی کے فلسفی تو اس کو انسان ماننے سے بھی انکاری تھے اور جس معاشرے میں اس کو اگر کچھ مقام حاصل تھا بھی تو اس کی بنیاد بازارِ حسن میں نسوانیت کی نیلامی تھی جیسے کہ آج عہدِ جدید میں سرمایہ داروں نے اس کی جنس کا عیاری و مکاری کے ساتھ سفاکانہ استعمال کیا ہے

دختر کشی کی رسمیں۔۔۔ سوتیلی ماں سے نکاح کا رواج۔۔۔ عورت کے بیوپار کی رسمیں انسانیت بالخصوص بنتِ حوا کو خون کے آنسو رُلا رہی تھیں۔

اس وقت فاران کی چوٹیوں سے ایک آفتاب طلوع ہوا جس نے معاشرے کی ستائی ہوئی عورت کو پہلی مرتبہ حقوقِ نسواں سے روشناس کرایا اور اسے وہ عزت، مقام و مرتبہ ملا جو اس کا حق تھا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بنتِ حوا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین اخلاق والا سب سے کامل مومن ہے اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔ (ترمذی شریف، ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا مترجم محمد صدیق ہزاروی، مولانا جلد اوّل، صفحہ ۵۹۵)

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، وہ سیدھا کرنے سے سیدھی نہیں ہوگی، اگر تم اس سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔ (صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالنساء ۲/۹۹۹)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ نساء آیت ۱۹)

عورتوں کے ساتھ معاشرت میں نیکی اور انصاف ملحوظ رکھو۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" یعنی عورتوں کے ساتھ شائستگی کے ساتھ گفتگو کرو اور انکے ساتھ حسنِ خلق سے پیش آؤ اور حسب طاقت اپنی وضع قطع درست رکھو۔ کیونکہ جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہاری بیویاں بن سنور کے رہیں اس طرح اُن کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے۔ رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہو۔ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔ نبی کریم اپنے اہل خانہ سے انتہائی اچھا سلوک کرتے اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ان کو خوش رکھتے، نرمی کے ساتھ پیش آتے، کشادہ دلی سے اُن پر خرچ کرتے، کبھی کبھار اُن سے مزاح بھی کر لیتے حتیٰ کہ آپ نے حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ لگائی۔ آپ خود ہی روایت فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ سے آگے نکل گئی اور کچھ عرصے کے بعد ہمارے درمیان دوڑ ہوئی تو اِس بار حضور آگے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس جیت کا بدلہ ہے یعنی اس طرح آپ حضرت عائشہ کا دل بہلایا کرتے تھے اور جس زوجہ محترمہ کے پاس آپ نے رات گزارنی ہوتی وہیں آپ کی تمام ازواجِ مطہرات جمع ہو جاتیں۔ بات چیت ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ان سب کے ساتھ رات کا کھانا تناول فرماتے اور پھر یہ سب اپنے اپنے حجروں میں چلی جاتیں اور آپ وہیں آرام فرماتے۔ اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد گھر تشریف لاتے تو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سونے سے پہلے تھوڑی سی گفتگو فرماتے، اس طرح آپ اُن کو خوش رکھتے۔" (تفسیر ابن کثیر مترجم، جلد اوّل صفحہ ۶۵۸ مطبوعہ ضیاء القرآن)

یہ اسلام تھا جس نے سب سے پہلے بنتِ حوا کو اس کے حقوق عطا کئے۔

آج باطل اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ اس بنتِ حوا کو اسی گندے جوہڑ میں پھینک دینا چاہتا ہے جہاں سے اسلام نے اس کو چودہ سو سال قبل نکالا تھا۔

خواتین کے ازواجی حقوق

گردشِ لیل و نہار نے ان گنت واقعات تاریخ کے صفحات پر رقم کئے ہیں۔۔۔۔

ظلم و ستم کی داستانیں بھی انہی صفحات کو خون سرخ سے رنگین کرتی رہیں۔۔۔۔ اور آہوں، سسکیوں، آنسوؤں کے جھرنے بھی تاریخ کے صفحات کو تر اور بوسیدہ کرتے رہے۔۔۔۔

قبیلۂ آدم میں بگاڑ کا ظہور اور اصلاح کے مد و جزر کی آنکھ مچولی جاری و ساری رہی۔۔۔۔ کہیں مد و جزر کی یہ کیفیتیں ماضی میں تہذیب کے نام پر تاریکی کو جنم دیتی رہیں۔۔۔۔ خود ساختہ ثقافتیں اندھیروں کو تقسیم کرتی رہیں۔۔۔۔ حیوانی تمدن کا شور و غل کانوں کی سماعت پر دھمک ڈالتا رہا۔۔۔۔ اور رسم و رواج کے غلیظ تعفن سے بدبو کے بھبھوکے اٹھتے رہے۔

عزیزانِ گرامی! اقوام عالم میں عورت کے ازواجی حقوق کا معاملہ کتنا بھیانک ہے، ہم یہاں اس کا ایک اجمالی جائزہ لیں گے۔

ہندو مت میں عورت کے ازواجی حقوق

ہندو مت نے عورت کو ستی کیا۔ شودر نے کتے اور عورت کو ایک ساتھ رکھا، اس بنتِ حوا کو شوہر کے ساتھ زندہ جلایا گیا۔۔۔۔ تاریخ کے صفحات پر رقم ہر ستم ہر گھاؤ سے آج بھی دل اداس اور ذہن مفلوج ہو جاتے ہیں۔ جہاں اس کو سرے سے انسان مانا بھی نہ جاتا ہو وہاں اس صنف نازک کے ساتھ ازواجی حیثیت میں کیا سلوک کیا جاتا ہو گا۔

ودیا نند گری اپنے ایک مضمون میں رقم طراز ہیں:۔

"شادی ایک پاکیزہ زندگی کی علامت پائی جاتی تھی جہاں دیگر اعمال کا بول بالا ہوتا تھا۔ منو کے مطابق گھر کی عورت سماج کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا جسم کیلئے ڈھال۔ اس معاملے میں یہ قابلِ توجہ ہے کہ اگرچہ ۵۰۰ ق م تک شادی کے لزوم پر کوئی اختلاف نہیں تھا۔ پھر بھی سماج اس بات پر غیر ضروری دباؤ نہیں ڈالتا تھا کہ کسی بھی حال میں شادی ہونی ہی چاہیۓ۔ ویدک لٹریچر میں ایسی کماریوں کا ذکر ملتا ہے جو پوری زندگی غیر شادی شدہ رہ جاتی تھیں اس کا سبب یا تو جسمانی معذوری تھی یا کبھی کبھی مذہبی غور و فکر میں یکسوئی اور ہر طرح کی الجھنوں سے دور رہنے کیلئے ایسا کیا جاتا تھا۔ ۳۰۰ ق م کے بعد شادی کو سماج میں ایک طرح سے لازم کر دیا گیا تھا۔ شادی کی جن آٹھ قسموں اور طریقوں کا ذکر ملتا ہے وہ ویدک زمانے کے نہیں بلکہ بعد کے ہیں۔ اس زمانے میں طلاق کے رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا یہ رواج در حقیقت پہلی صدی عیسوی کے بعد زور پکڑنے لگا۔" (ہندو مذہب، مطالعہ اور جائزہ۔ مضمون از ودیا نند گری، صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

"بعد کے ویدک زمانے میں عورتوں کی حالت میں گراوٹ آتی گئی۔ اُن کے متعلق پست خیالات کا پرچار ہونے لگ گیا تھا۔ اب بیوی "دھرم پتنی" نہیں "بھاریہ" اور "جایا" لفظ سے مخاطب کی جانے لگی تھی۔ بعد کی سنگھتاؤں اور براہم گرنتھوں میں جہاں کہیں بھی اس کی اہمیت یا استعمال پر غور کیا گیا ہے، اکثر اس کی مذمت ہی کی گئی ہے۔ میترائنی سنگھتا میں تو اسے جھوٹ بولنے والی اور موت کے دیوتا سے تعلق رکھنے والی بتایا گیا ہے۔ شت پتھ براہمن میں اسے "انرت" جھوٹ کہا گیا ہے اور کاٹھک سنگھیتا تو اسے جذبات سے مغلوب اور جہنمی بتلاتی ہے۔ میترائنی سنگھتا تو مانو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑی ہے۔ ایک جگہ اسے بد اخلاق فاحشہ کہہ کر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ شوہر کے ذریعہ دولت سے خریدی جانے والی عورت بھی غیر مردوں کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتی ہے۔" (ایضاً، صفحہ ۲۷۱)

مزید آگے لکھتی ہیں:۔

"سب سے زیادہ تعجب خیزبات تو یہ ہے کہ شت پتھ براہمن بھی عورت کی مذمت کرنے میں کمی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ کئی عورتوں کے درمیان اگر ایک چھوٹا بچہ بھی ہو تو ان میں وہی اعلیٰ وبرتر سمجھا جانا چاہئے۔ غور طلب ہے کہ اسی طرح بیوی کو کمتر اور حقیر دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عورت کی غلامی کا اس سے واضح تر بیان شاید ہی کہیں اور ملے۔" (ہندو مذہب، مطالعہ اور جائزہ۔ مضمون از ودیا نند گری، صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲ مطبوعہ مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

عبدالرحمان صدیقی لکھتے ہیں:۔

"قرائن سے ظاہر ہے کہ آریہ قومیں شادی بیاہ کی رسم سے واقف نہ تھیں۔ یہ لوگ جس عورت کو چاہتے بلا کسی روک ٹوک اور قاعدے کے وحشی جانوروں کی طرح حاصل کر لیتے تھے کیونکہ ان کا قومی قانون تھا زن، زر، زمین کسی کی ملکیت نہیں، جو حاصل کرلے اسی کی ملکیت ہو جاتی ہے۔" (ارمغانِ وید، پرانشاستر کی روشنی میں، صفحہ ۱۳۵، از عبدالرحمان صدیقی مطبوعہ دارالتذکیر لاہور)

ویدوں میں عورت کا مقصدِ زندگی کیا ہے؟

اشلوک:۔ ۱۔ برہمن ویدک کام کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا

۲۔ پانی پاخانے، پیشاب سے ناپاک نہیں ہوتا

۳۔ آگ کسی کو جلانے سے ناپاک نہیں ہوتی

۴۔ عورت آشنا سے بھوگ (زنا) کروا کر ناپاک نہیں ہوتی

۵۔ شادی سے پہلے کنواریوں سے دیوتا بھوگ (زنا) کرتے ہیں

۶۔ پھر گندھرو (شیطان) ان سے بھوگ (زنا) کرتے ہیں

۷۔ پھر کوئی انسان ان سے شادی کر کے بھوگ کرتا ہے

۸۔ اور یہ سب کرنے سے عورتیں ناپاک نہیں ہوتیں۔ (اتری سرتی شلوک ۱۹۰، ۱۹۱، بحوالہ ارمغانِ وید صفحہ ۱۳۶)

ویدوں میں عورت کی شادی کا حق کس طرح بیان کیا گیا۔

عبدالرحمان صدیقی لکھتے ہیں:۔

"دیدہ دون پرگنہ چون سار کی پہاڑی اقوام میں کئی بھائیوں میں ایک عورت کافی سمجھی جاتی ہے۔ کہتے ہیں اس سے زمین تقسیم نہیں ہوتی اور خاندان میں ایکا رہتا ہے، یہ پولنڈری بیاہ کہلاتا ہے۔ اگر کوئی بھائی اس پر راضی نہ ہو تو اسے دوسرا مکان بنا کر دوسری عورت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

تبت بھوٹان میں بڑا بھائی شادی کرتا ہے چھوٹے بھائی باری باری اس سے کام نکالتے ہیں۔

پنجاب میں پولنڈری طریقہ پر بیاہ کرنے والے دوسرا امکان بناتے ہیں۔ اگلے حصے میں تمام بھائی رہتے ہیں اور پچھلے حصے میں ان کی اکلوتی بیوی رہتی ہے۔ ان بھائیوں میں جو وہاں جاتا ہے وہ دروازہ پر اپنا جوتا یا ٹوپی رکھ دیتا ہے واپسی پر اُسے ہٹا لیتا ہے تاکہ دوسرے بھائیوں کو موقع ملے۔ بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ اس عورت سے جو بچے ہوتے ہیں وہ بڑے بھائی کے سمجھے جاتے ہیں اور بچے اپنے زیادہ باپوں پر فخر کرتے ہیں اور سب کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

بعض خاندانوں میں پہلا لڑکا بڑے بھائی کا، دوسرا دوسرے کا اور تیسرا تیسرے کا علیٰ ھذا القیاس نامزد کیا جاتا ہے، خواہ کسی بھائی نے مباشرت نہ کی ہو مگر بچے کو اس کا نام دے دیا جاتا ہے۔" (اتری سمرتی شلوک ۱۹۰، ۱۹۱، بحوالہ ارمغانِ وید صفحہ ۱۳۷)

ایران میں عورت بحیثیت بیوی

"ایران قبل از اسلام تہذیب و تمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا حالانکہ جیسے وہاں رسم و رواج، قوانین اور اقدار رائج تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ ایران میں تعدد، ازواج پر کوئی قید نہیں تھی۔

ساری بیویوں کو یکساں درجہ نہیں دیا جاتا تھا بلکہ بعض کو بعض پر خصوصی امتیازات حاصل تھے۔ ایک بڑی بیوی ہوتی تھی جس کو "زن پادشاہی ہا" کہتے تھے، وہ دوسری بیویوں سے افضل سمجھی جاتی تھی اور اس کے خاص حقوق تھے۔ اسکے علاوہ دوسری بیویوں کا درجہ بہت کم تھا، ان کو "زن چگاری ہا" کہتے تھے یعنی خدمت گار بیوی۔ ان کے قانونی حقوق بڑی بیگم کے حقوق سے مختلف تھے۔ خاوند پر لازم تھا کہ اپنی بیاہتا بیوی کو عمر بھر نان نفقہ دے۔

خدمت گار بیوی کی صرف اولادِ نرینہ کو خاندان میں داخلہ کا حق مل سکتا تھا۔" (ضیاء النبی، جلد اوّل صفحہ ۸۰ بحوالہ ایران بعہد ساسانیاں از پروفیسر آرتھر کسٹن مترجم ڈاکٹر محمد اقبال صفحہ ۳۴۷ مطبوعہ انجمن ترقی اردو)

صاحب ضیاء النبی لکھتے ہیں، لڑکی کو خود اپنے شوہر کے انتخاب کا حق نہ تھا۔ (ایضاً)

ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر لکھتی ہیں:۔

"یوں تو ایرانی تہذیب کے کسی دور میں عورت کی ہمیں کوئی اونچی حیثیت نظر نہیں آتی۔ زرتشتی مذہب میں سگی بہنوں اور بیٹیوں سے شادی جائز تھی۔ بیویوں کی کثرت مذہباً قابلِ انعام بات تھی۔ بیویوں کے علاوہ لاتعداد لونڈیاں بھی ہوتی تھیں۔ ایرانی جنسی تعلقات کے معاملے میں اپنی مرضی کے سوا کسی قانون کے تابع نہیں تھے۔ ایران میں عورتوں کی نگرانی کیلئے خواجہ سراؤں کو ملازم رکھنے کا دستور قدیم زمانے سے چلا آرہا تھا۔ یہ دستور بذاتِ خود شرمناک اور مذموم تھا۔ اس پر مستزاد مزدک کی تعلیمات تھیں جس نے معاشرے کے اندر عورتوں کی رہی سہی عزت و تکریم پر آخری کاری ضرب لگا کر دیگر جائیدادوں کی طرح ان کو بھی حصولِ لذت و منفعت کا ایک ذریعہ بنادیا۔" (مطالعۂ تہذیب از نگار سجاد ظہیر، ڈاکٹر صفحہ ۸۸، مطبوعہ قرطاس)

قبل از اسلام ایران کے رہنما مزدک نے یہ نظریہ دیا کہ تمام انسان برابر ہیں کسی انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت حاصل نہیں ہے اور انسان کو تقسیم کرنے کا باعث دو چیزیں ہیں:۔

۱۔ جائیداد

۲۔ عورت

لہٰذا جائیداد اور عورت کسی ایک انسان کیلئے مخصوص نہ ہو بلکہ ہر شخص دوسرے شخص کی دولت اور عورت سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اس ماحول میں یہ نظریہ ضلالت کی گھاٹیوں تک جا پہنچا۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:۔

"عورتیں اس نے ہر مرد کے واسطے مباح کر دیں کہ جو مرد جس عورت سے چاہے وطی کرے۔ قباد نے عورتوں سے خود وطی کی تاکہ باقی سب لوگ اس فعل میں اس کی اقتداء کریں۔ چنانچہ عموماً عورتوں کے ساتھ یہی طریقہ عمل میں آنے لگا یہاں تک کہ جب نوشیرواں کی ماں کا نمبر آیا تو اس نے بادشاہ قباد سے کہا کہ نوشیرواں کی ماں کو میرے پاس بھیج دے۔ اگر تو انکار کرے گا اور میری شہوت پوری نہ ہونے دے گا تو تیرا ایمان درست نہ ہوگا۔ قباد نے قصد کیا کہ اس کو بھیج دے۔ جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تو اس نے مزدک کے سامنے رونا شروع کر دیا اور باپ کے سامنے مزدک کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو چومتا رہا اور درخواست کی کہ میری ماں کو مجھے بخش دے تو قباد نے مزدک سے کہا کہ آپ کا قول یہ نہیں ہے کہ مومن کو اس کی شہوت سے روکنا نہ چاہئے۔ کہاں ہے' تو قباد نے کہا کہ پھر آپ نوشیرواں کو اس کی شہوت سے کیوں روکتے ہیں؟ مزدک نے کہا کہ اچھا میں نے اس کی ماں اس کو ہبہ کر دی۔" (تلبیس ابلیس از علامہ ابن جوزی مترجم محمد عبدالحق اعظم گڑھی صفحہ ۱۱۲، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

عزیزانِ گرامی!

تہذیب وثقافت کے عَلم برداروں نے عورت کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا، نہیں نہیں بلکہ اس کو شرفِ انسانیت سے گرا کر پامال کر ڈالا۔ کہیں اس کو کئی بھائیوں کی منکوحہ قرار دیا تو کہیں اس کو ناپاک، کہیں بیوگی کی صورت میں منحوسیت کا لیبل اس پر لگا رہا تو کبھی اس کی پیدائش پر ماتم و گریہ کی فضا قائم رہی۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اقوام عالم نے بنتِ حوا کو صرف مرد کی آتش شہوت کو بجھانے کا ایک آلہ سمجھ لیا تھا۔

اس کے جذبات، احساسات، فطری تقاضے سب کو نہ صرف نظر انداز کر دیا گیا بلکہ انتہائی بہیمیت کے ساتھ روند ڈالا گیا۔

عبدالرحمان صدیقی بیواؤں کی صورتحال کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"اونچی ذات کے آریائی ھندو معاشرے میں بیوہ کو نکاحِ ثانی کا حق نہیں ہے، ہاں کوئی داشتہ کے طور پر رکھ لے تو اور بات ہے لیکن قدیم قوموں میں بیوہ کا نکاح ہو جاتا ہے۔

نوجوان بیوائیں اکثر مندروں میں جا کر پجارن بن جانے کا شوق کرتی ہیں مگر یہ شوق اسی وقت پورا ہوتا ہے کہ جب وہ قبول صورت بھی ہوں یعنی خوب صورت عورتوں کو مندر کے پجاری اور پانڈے اجازت دے دیتے ہیں کہ بھگتوں کے کپڑے پہن کر وہاں رہیں مگر وہاں بھی انہیں کام دیو سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔ وہ پجاریوں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ راضی نہ ہوں تو نکالی جائیں۔ ایسی عورتوں کو مانع حمل ادویات دی جاتیں ہیں اور حمل ٹھہر جائے تو اسقاط کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسقاط نہ ہو تو وضع حمل کے بعد ایسے حرامی بچے مندروں کے تہہ خانوں میں مار کر دفن کر دیے جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے بیوائیں وہاں جاتے ہوئے گھبراتی ہیں۔ خوب صورت اور نوجوان عورتیں عموما کوٹھے سنبھال کر طوائف بن جاتی ہیں اور عمر رسیدہ عورتیں مندروں کے سامنے یا سڑکوں پر بھیک مانگتی دکھائی دیتی ہیں۔" (ارمغانِ وید، پرانشاستر کی روشنی میں صفحہ ۱۴۶، از عبدالرحمان صدیقی مطبوعہ دارالتذکیر لاہور)

ان حالات میں جب عورت دیوداسی بن کر اپنی عفت عصمت کو عقیدت کے نام پر بھینٹ چڑھا رہی تھی اور پروہت و پنڈت نفس کے مندر میں خواہشات کی بے بلند کر رہے تھے۔

عیسائیت اور حق نکاح

عیسائیت میں عورت کا حق نکاح کس طرح ہے؟

کرنتھیوں کی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے:۔

مرد کیلئے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے لیکن حرام کاری کے اندیشہ سے ہر مرد اپنی بیوی اور ہر عورت اپنا شوہر رکھے۔ (اکرنتھیوں باب ۷ آیت ۲)

پولس مزید آگے لکھتا ہے، اگر تیری بیوی ہے تو اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کر اور اگر تیرے بیوی نہیں تو بیوی کی تلاش نہ کر لیکن تو بیاہ کرے بھی تو گناہ نہیں اور اگر کنواری بیاہی جائے تو گناہ نہیں مگر ایسے لوگ جسمانی تکلیف پائیں گے اور میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں۔ مگر اے بھائیو! میں یہ کہتا ہوں کہ وقت تنگ ہے پس آگے کو چاہئے کہ بیوی والے ایسے ہوں کہ گویا ان کی بیویاں نہیں۔ (اکرنتھیوں باب ۷ آیت ۲۷تا۲۹)

مزید آگے یوں رقمطراز ہیں۔

پس میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بے فکر رہو بے بیاہ شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح خداوند کو راضی کرے مگر بیاہا ہوا شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے۔ بیاہی اور بے بیاہی میں بھی فرق ہے بے بیاہی خداوند کی فکر میں رہتی ہے تاکہ اس کا جسم اور روح دونوں پاک ہوں مگر بیاہی ہوئے عورت دنیا کی فکر میں رہتی ہے کہ کس طرح اپنے شوہر کو راضی کرے یہ تمہارے فائدے کیلئے کہتا ہوں کہ نہ تمہارے پھنسانے کیلئے بلکہ اسلئے کہ جو زیبا ہے وہی عمل میں آئے اور تم خداوند کی خدمت میں بے وسوسہ مشغول رہو اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ میں اپنی اس کنواری لڑکی کی حق تلفی کرتا ہوں جسکی جوانی ڈھل چلی ہے اور ضرورت بھی معلوم ہو تو اختیار ہے اس میں گناہ نہیں۔ وہ اسکا بیاہ ہونے دے مگر جو اپنے دل میں پختہ ہو اور اسکی کچھ ضرورت نہ ہو بلکہ اپنے ارادے کے انجام دینے پر قادر ہو اور دل میں قصد کر لیا ہو کہ میں اپنی لڑکی کو بے نکاح رکھوں گا وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں بیاہتا وہ اور بھی اچھا کرتا ہے جب تک کہ عورت کا شوہر جیتا ہے وہ اس کی پابند ہے پر جب اس کا شوہر مر جائے تو جس سے چاہے بیاہ کر سکتی ہے مگر صرف خداوند میں لیکن جیسی ہے اگر ویسی ہی رہے تو میری رائے میں زیادہ خوش نصیب ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا روح مجھ میں بھی ہے۔ (اکرنتھیوں باب ۷ آیت ۳۲تا۴۰)

پادری میتھیوان آیات کی تشریح حسب ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

رسول کنواریوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ کیسے رہیں؟

تجرد کی حالت پسندیدہ ہے اور اسے ترجیح دینی چاہئے

انداز بیان بہت محتاط اور اعتدال پسندانہ ہے مگر رسولی اختیار کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ (تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ ۱۳۲۹)

مزید آگے لکھتے ہیں:۔

اگر اس نے لڑکی کی مرضی سے اسے کنواری رکھنے کا فیصلہ کیا تو وہ اچھا کرتا ہے۔(تفسیر الکتاب جلد سوم صفحہ ۱۳۳۰)

غالباً اسی وجہ سے عیسائیت میں نن یا راہبہ کو شادی کی اجازت نہیں ہے

افسوس! اس ستم پر

تاسف! اس مفلوج فکر پر

یہ ہے وہ علم جس پر جہل ہنس رہا ہے۔۔۔۔ انسانی نفسیات سے بے خبری ان کی علمی حیثیت کو آج عیاں کر رہی ہے

عزیزان گرامی! اس وقت شرم وحیا اور عائلی قوانین وازدواجی حقوق کی پامالی معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اُن دنوں جب عورت کو شادی کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

جب بنتِ حوا صرف اور صرف خواہشِ نفس کی تکمیل کا آلہ سمجھی جاتی تھی۔

اُس وقت جب یہ باپ کے مرنے کے بعد میراث میں تقسیم ہوتی تھی۔

اُن دنوں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے وہ حقوق عطا فرمائے جو آج تک کوئی قوم، کوئی مفکر، کوئی مصلح، کوئی رہنما، کوئی لیڈر، کوئی سیاستدان، کوئی این جی او اور کوئی تھنک ٹینک ان بناتِ آدم کو نہ دے سکا اور نہ تا قیامت دے سکے گا۔

احبابِ من! عورت کو اسلام نے جو ازدواجی حقوق عطا کیے، وہ درج ذیل ہیں:۔

شادی کا حق

قبل از اسلام عورت کو شادی کا حق شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے ورنہ اس سے قبل عورت مرد کی ملکیت ہی سمجھی جاتی تھی۔

اسلام نے عورت کو نکاح کا حق دیا اور اس عورت پر کوئی قید لگائے بغیر خواہ وہ یتیم ہو باندی ہو، مطلقہ ہو اور اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا کردہ فرمودات کے مطابق اور اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قائم کردہ اصول وضوابط کے اندر رہتے ہوئے انہیں ان کے حق نکاح سے محروم نہیں کیا جاسکتا:۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۲)

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پوری کر چکیں اپنی عدت تو نہ منع کرو انہیں کہ نکاح کرلیں اپنے خاوندوں سے جبکہ رضامند ہو جائیں آپس میں مناسب طریقہ سے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ

اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (سورہ نور، آیت ۳۲)

اور نکاح کر دیا کرو جو بے نکاح ہیں تم میں سے اور جو نیک ہیں تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے اگر وہ تنگ دست ہوں (تو فکر نہ کرو) غنی کر دے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہمہ دان ہے۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

"اسلام جو دین فطرت ہے وہ معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے اور بے حیائی سے بچانے کے متعلق صرف وعظ ہی نہیں کرتا بلکہ وہ عملی تجاویز اور مشکلات کا صحیح حل بھی پیش کرتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں جس معاشرہ میں بن بیاہی عورتیں بکثرت ہوں گی وہاں جذبات کو کب تک قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔ بڑے تحفظ اور احتیاط کے باوجود شدتِ جذبات سے مجبور ہو کر وہ غلط قدم اٹھا سکتی ہے۔ شیطان بڑی آسانی سے انہیں ورغلا کر گمراہ کر سکتا ہے۔ بدکاری کا یہ بھی ایک دروازہ تھا جس کی طرف سے اسلام اگر اغماض کرتا تو اسے حقیقت پسندی نہ سمجھا جاتا چنانچہ اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ مسلمان ایسے مردوں اور ایسی عورتوں کی طرف سے غفلت اور بے پروائی نہ کریں بلکہ اُن کا نکاح کر کے اُن کو گھروں میں بسانا اپنا اخلاقی فرض سمجھیں، اس طرح ایک تو اُن کی حالتِ زار بدل جائے گی اور ان کی حرماں نصیبیاں ختم ہو جائیں گی، وہ مایوسی کے گوشہ سے نکل کر عملی دنیا میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا نفع بخش مظاہرہ کر سکیں گی۔ دوسرا معاشرہ ان کی لغزش کے نتائج سے محفوظ ہو جائے گا۔" (ضیاء القرآن، جلد سوم، صفحہ ۳۲۰)

احبابِ من!

اسلام نے عورت کو شادی کا حق بھی دیا ہے۔۔۔ نکاح کا حکم بھی دیا اور معاشرے میں پہلی مرتبہ پیغمبر اسلام نے بنتِ حوا کو اس کے حقوق عطا فرمائے۔ حقِ نکاح پر قرآنِ کریم میں دیگر آیات بھی موجود ہیں ہم یہاں خوفِ طوالت کے سبب اس موضوع کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

مہر کا حق

قبل از اسلام کی عورت کو تو شادی کا وہ حق بھی حاصل نہ تھا جو کہ اس کا حق تھا۔

جہاں وہ اپنی مرضی سے شادی نہ کر سکتی ہو۔۔۔۔ جہاں مزدک جیسے غلیظ شہوت پرست مفکر ہوں۔۔۔۔ جہاں عورت منحوس قرار دی جاتی ہو ۔۔۔ جس معاشرے میں بیٹی کے قتل پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور ہوں وہاں پر عورت کا حق مہر کیونکر مل سکتا ہے۔

بائبل اور عورت کا حقِ مہر

الہامی مذاہب میں بھی عورت کا حقِ مہر اس طرح نہیں ہے جس طرح اسلام نے یہ حق عورت کو دیا ہے۔

"قاموس الکتاب" کا مصنف ایف ایس خیر اللہ لکھتا ہے:۔

"عبرانی اور عربی میں استعمال کا فرق غور طلب ہے۔ عربی لفظ مَہر سے وہ روپیہ یا جنس مراد ہے جو نکاح کے وقت مرد کیلئے عورت کو دینا مقرر تھا۔ عبرانی میں اس رقم کو مَہر کہا گیا جو لڑکے والے لڑکی کے والدین کو پیش کرتے ہیں۔ بعض علماء نے اسے لڑکی کی قیمت تصور کیا ہے لیکن لڑکی ایک غلام کی طرح خریدی اور بیچی نہیں جاتی تھی۔ لڑکی کے جانے سے خاندان میں کام کرنے کیلئے ایک فرد کم ہو جاتا تھا لہٰذا مہر لڑکی کے خاندان کے مالی نقصان کی تلافی تھی۔ یہ رقم اس بات کی بھی ضمانت تھی کہ مرد بغیر سوچے سمجھے لڑکی کو طلاق نہ دے۔ مہر کی رقم اوسطاً پچاس مثقال تھی لیکن اس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ لڑکی کنواری ہو۔" (قاموس الکتاب از ایف ایس خیر اللہ، صفحہ ۵۵۹، بارنہم مطبوعہ مسیحی اشاعت خانہ، لاہور)

عیسائیت میں عورت کے حقِ مہر کے تصور سے یہ چند نکات ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

- مہر کی رقم لڑکی کے والدین کو دی جاتی ہے۔
- بعض علماء نے اسے لڑکی کی قیمت بھی تصور کیا ہے۔
- مہر لڑکی کے خاندان کے مالی نقصان کی تلافی تھی۔
- مہر کی رقم اس بات کی بھی ضمانت تھی کہ مرد بغیر سوچے سمجھے لڑکی کو طلاق نہ دے۔

(یہ بات بائبل کے مطابق درست نہیں کیونکہ عہد نامہ قدیم کے مطابق عورت کو کسی معمولی سی معمولی بات پر طلاق جائز تھی اور عیسائیت میں سوچنے سمجھنے کے بعد بھی طلاق جائز نہیں۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب "فکری یلغار" میں قرآن اور بائبل میں قانونِ طلاق کا تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمایئے۔ از بدایونی)

- یہ حقِ مہر اس وقت تھا جب عورت کنواری ہو ورنہ نہیں۔

اسلام میں عورت کا حقِ مہر

اسلام نے عورت کو جو حقِ مہر دیا وہ مذاہب عالم میں۔ تمام معاشروں میں سب سے احسن اور سب سے زیادہ اعتدال پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (سورہ نساء، آیت ۲۴)

پس جو تم نے لطف اُٹھایا ہے اُن سے تو دو ان کو ان کے مہر جو مقرر ہیں۔

عورت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اپنی خوشی سے اپنے حقِ مہر میں کمی کر دے، ارشاد فرمایا:۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗئًا مَّرِيْۗئًا (سورہ نساء، آیت ۴)

اور دیا کرو (اپنی) عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوش دلی سے

تو کھاؤ اُسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوش گوار سمجھتے ہوئے۔

لیکن اگر کسی عورت سے نکاح ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی اور اگر اب طلاق ہوئی تو حقِ مہر کا کیا ہو گا؟ کیا اب بھی اس عورت کو حقِ مہر حاصل ہے یا نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْھُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَھُنَّ فَرِيْضَةً ښ وَّمَتِّعُوْھُنَّ ۚ

عَلَي الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَي الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۶)

کوئی حرج نہیں تم پر اگر تم طلاق دے دو ان عورتوں کو جن کو تم نے چھوا بھی نہیں اور نہیں مقرر کیا تم نے ان کا مہر اور خرچہ دو انہیں

مقدور والے پر اس کی حیثیت کے مطابق یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے یہ فرض ہے نیکو کاروں پر۔

مزید آگے فرمایا:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۷)

اور اگر تم طلاق دو انہیں اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور مقرر کر چکے تھے ان کیلئے مہر تو نصف مہر (ادا کرو) جو تم نے مقرر کیا ہے مگر یہ کہ وہ (اپنا حق) معاف کر دیں یا معاف کر دے وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور (اے مردو!) اگر تم معاف کر دو تو یہ بہت قریب ہے تقویٰ سے اور نہ بھلایا کرو احسان کو آپس (کے لین دین) میں، بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔

حقِ زوجیت

قبل از اسلام لوگ اپنی بیوی کو ستانے کیلئے اسے اذیت پہنچانے کیلئے یہ قسم اُٹھالیا کرتے تھے کہ وہ اُن کے قریب نہیں جائینگے اور حقِ زوجیت ادا نہیں کرینگے۔ اس طرح عورت نکاح میں رہتے ہوئے حقِ زوجیت سے محروم کر دی جاتی۔ اسلام نے اس رسم کا بھی خاتمہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۶)

ان کیلئے جو قسم اُٹھاتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کے قریب نہیں جائیں گے مہلت ہے چار ماہ کی پھر اگر رجوع کر لیں (اس مدت میں) تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے

قرآن کریم نے اس ظلم کا خاتمہ فرمایا اور یہ حکم دے دیا۔۔۔ بنتِ حوا کو یہ حق اسلام کے طفیل میسر آیا کہ اگر اس کے خاوند نے چار ماہ کے اندر قسم توڑ کر کفارہ ادا نہیں کیا تو نکاح ختم، ٹوٹ جائیگا اور عورت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ کسی اور شخص سے نکاح کرلے یا پھر اپنی خوشی سے اسی مرد سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

اسلام نے مرد کو پابند کیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم حقوقِ زوجیت بھی ادا نہ کرو اور اسے اپنے نکاح کے بندھن میں بھی باندھ کر رکھو۔

کفالت کا حق

عہد جدید میں مغربی فکر نے سماجی اداروں کو انتہائی نقصان پہنچایا۔۔۔ انہوں نے مصنوعی مسائل پیدا کیے اور ان کے حل کیلئے غیر فطری انداز اختیار کیے۔

انہوں نے عورتوں کو غیر فطری انداز میں معاشی طور پر خود کفیل بنانے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں مرد کی قوامیت متاثر ہوئی اور عورتیں مرد کے زیر اثر رہنے پر راضی نہ ہو سکیں اور معاشرتی ادارہ (خاندان) تباہ ہو کر رہ گیا۔۔۔ طلاقوں اور ہوشربا بیماریوں کی شرح میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔۔۔ اولاد جرائم کے سونامی میں بہہ گئی۔۔۔ اور ستم یہ کہ عورت بھی سرمایہ دار کے ہاتھوں استیصال کا شکار ہو گئی اور انتہائی کم اُجرت میں کام کرنے پر مجبور ہو گئی۔ (ہم اس بحث کو تفصیل کے ساتھ عورت کے معاشی حقوق میں آگے بیان کریں گے)

اور اس صنف نازک کو دہری ذمے داری اٹھانی پڑ گئی۔ پہلے وہ صرف خاندان کی پرورش گھر کے اندر رہتے ہوئے کرتی تھی، اب اُسے نہ صرف خود کمانا پڑتا ہے بلکہ بچوں کی پرورش بھی کرنا پڑتی ہے۔

اسلام نے اس دخترِ حوا کی کفالت کا ذمے دار مرد کو ٹھہرایا اور خواتین کو معاشی بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔

ارشاد فرمایا:۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (سورہ نساء، آیت ۳۴)

مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کیلئے)۔

عزیزانِ گرامی!

حسنِ انتظام کا کیا یہ منظر کہیں اور کسی معاشرے میں بھی پایا جاتا ہے؟

کیا کسی اور مذہب میں بھی اس کی چمک دمک نظر آتی ہے؟

شاید بخارِ تجدد کا کوئی مریض یہاں پر یہ کہہ اُٹھے کہ عورت کو معاشی طور پر مرد کا محتاج کر کے اس کا رتبہ کم کر دیا گیا ہے۔

لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔

یہاں تقسیم کار کے اصول پر فرائض تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ شادی سے قبل عورت کی جملہ ضروریات، اس کے اخراجات باپ کی ذمے داری اور شادی کے بعد شوہر کی ذمے داری۔

اگر تجدد پسند عورت کی اُن ذمّے داریوں جو قدرت نے اسے تفویض کی ہیں تو وہ یقیناً فطرت سے محاذ آرائی کو ترک کر کے بنی نوع انسان اور بالخصوص بنتِ حوا کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے۔

احبابِ من!

نسلِ انسانی کی امین عورت ہے۔ نو ماہ تک ایک ننھی سی جان کو اپنے بطن میں پالنا پھر اس کی پیدائش کے بعد اس کی پرورش، اُمورِ خانہ داری اسی کی ذمّے داری ہے۔ اس سے کوئی نادان یہ اخذ نہ کر لے کہ مَردوں کی حاکمیت سے عورتوں کا درجہ کم ہو گیا یا اس حاکمیت میں مرد کو کوئی منافع یا فائدہ حاصل ہے بلکہ بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو مرد کی اس قوامیت کا فائدہ بھی عورتوں ہی کو پہنچتا ہے۔

ایک اور جگہ مَردوں کے فرائضِ کفالت اور عورتوں کے حقِ کفالت کو یوں بیان فرمایا:۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۳)

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال (یہ مدت) اس کیلئے ہے جو پورا کرنا چاہتا ہے دودھ کی مدت اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ہے کھانا ان کی ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے تکلیف نہیں دی جاتی کسی شخص کو مگر اس کی حیثیت کے مطابق نہ ضرر پہنچایا جائے کسی ماں کو اس کے لڑکے کے باعث اور نہ کسی باپ کو اس کے لڑکے کے باعث اور وارث پر اسی قسم کی ذمہ داری ہے پس اگر وہ دونوں ارادہ کر لیں دودھ چھڑانے کا اپنی مرضی اور مشورہ سے تو کوئی گناہ نہیں دونوں پر اور اگر تم چاہو کہ دودھ پلواؤ (دایہ سے) اپنی اولاد کو پھر کوئی گناہ نہیں تم پر جب کہ تم ادا کرو جو دینا ٹھہرایا تھا تم نے مناسب طریقہ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اُسے دیکھنے والا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۲۴۱)

اور (اسی طرح) جن کو طلاق دی گئی اُن کو خرچ دینا چاہیے مناسب طور پر یہ واجب پرہیزگاروں پر۔

یعنی عدت کے دوران اخراجات کی ذمّے داری مرد کو سونپی گئی ہے۔

سورہ طلاق میں اس حق کو یوں بیان فرمایا:۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (سورہ طلاق، آیت ۶،۷)

انہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود سکونت پذیر ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ تا کہ تم انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جنیں پھر اگر وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو تم انہیں ان کی اجرت دو اور (اجرت کے بارے میں) آپس میں مشورہ کرلو دستور کے مطابق اور اگر تم آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے کوئی دوسری دودھ پلائے خرچ کرو وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور وہ تنگ کر دیا گیا ہے جس پر اس کا رزق تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اس قدر جتنا اسے دیا ہے عن قریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی دے دے گا۔

کیا عورتوں سے حسنِ سلوک کا یہ سماجی جھومر تجدد کے ماتھے پر بھی نظر آتا ہے؟

کیا عورتوں کا یہ حقِ کفالت کسی اور مذہب میں بھی نظر آتا ہے؟

کیا کسی اور معاشرے، اقوام اور مذہبی کتابوں میں یوں بنتِ حوا کی عزت و تکریم کی گئی؟

یہ اسلام ہی ہے جس نے بنتِ حوا کو یہ حقوق دلائے۔

خلع کا حق

زندگی کے نشیب و فراز میں ایسے لمحات بھی بسا اوقات ڈیرے ڈال لیتے ہیں جہاں مرد اور عورت کیلئے ایک ساتھ رہنا انگاروں پر لوٹنے کی مانند ہو جاتا ہے۔ ہر لمحہ ایک ان دیکھی آگ میں دونوں جھلستے رہتے ہیں۔

دنیا کی اقوام نے ان دونوں کو علیحدہ کرنے کیلئے کہیں قانونِ طلاق کا نفاذ کیا تو کہیں ایک مرد کے نام پر ہمیشہ بیٹھے رہنے کو ترجیح دی کہیں تو کسی نے ان دونوں سے طلاق کا حق بھی چھین لیا۔

کہیں چوٹی کے مذہبی دانشوروں نے طلاق کا ڈھیلا ڈھالا نظام یوں قائم کیا۔

بائبل کتاب استثناء میں درج ہے:۔

"گر مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف اس کی التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے پر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے بیاہ نہ کرنے پائے کیونکہ ایسا کام خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔" (استثناء باب ۲۴ آیت ۱تا۴)

مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب "فکری یلغار" میں قرآن اور بائبل کے قانونِ طلاق کا تقابلی جائزہ ملاحظہ کیجئے۔

اور عہد نامہ جدید میں تو اس حقِ طلاق کو بالکل ہی معطل کر دیا گیا۔

جیسا کہ عہد نامہ جدید میں درج ہے:۔

"یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے، وہ اس سے زِنا کراتا ہے اور جو اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے، وہ زنا کرتا ہے۔" (متی، باب ۵، آیت ۳۱، ۳۲)

افراط و تفریط کی انتہا پسندی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو طلاق نامہ ہاتھ میں تھماؤ اور گھر سے نکال دو، دوسری جانب معاملات خواہ کتنے ہی گھمبیر کیوں نہ ہو جائیں رہنا ناممکن ہی کیوں نہ ہو جائے طلاق نہیں دے سکتے۔

جو ایک مرتبہ اس ڈور سے بندھ گیا یہ ناطہ ٹوٹ نہیں سکتا سوائے عورت کی بدکاری کے۔

غور کیجئے اس قانون پر کہ اگر عورت بدکاری کرے تو چھوڑدی جائے اور مرد بدکاری کرے تو اُسے کیا کہا جائے؟

پھر زنا کی سزا بائبل میں تو سنگسار کرنا تھی اُسے سنگسار کیوں نہیں کیا گیا؟

بائبل کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق یافتہ جوڑا دوسری شادی نہیں کرسکتا بلکہ طلاق کے بعد دوسری شادی کرنا زناکاری ہے۔

عزیزانِ گرامی!

قرآن کریم نے جو طریقۂ طلاق تعلیم فرمایا نہ تو وہ یہودیوں کے قانون کی طرح ڈھیلا ڈھالا ہے کہ جب چاہا طلاق دے دی اور نہ ہی عیسائیوں کی طرح اتنا سخت کہ ازواجی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جائیں، طلاق نہیں دے سکتے۔ طلاق کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، اگر بات بات پر طلاق عام ہو جائے تو ان گنت سماجی مسائل جنم لیں گے اور اگر طلاق پر مکمل پابندی عائد کردی جائے تو بہت بڑے بڑے حادثات بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ جیسے قتل اور خاندانی دشمنی، خاندانوں کی باہمی چپقلش وغیرہ، جیسا کہ پادری میتھیو لکھتے ہیں:۔

"طلاق دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے بھی بدتر حرکت کی جائے بد دماغ اور پاگل، غصہ میں مجنوں اور بے ضبط آدمی کے ساتھ تھوڑی سی رضامندی اور مفاہمت بڑی شرارت سے بچالیتی ہے۔" (تفسیر الکتاب، جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

سابق رکن امریکی کانگریس Paul Findley اپنی کتاب :Silent No More میں قانونِ طلاق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عیسائیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ رومن کیتھولک چرچ نے طلاق کو صدیوں سے قانونی حمایت سے محروم رکھا ہے یہ چیز عیسائیت کی ایک سب سے بڑی خامی بن گئی ہے۔" (امریکہ کی اسلام دشمنی از پال فنڈلے مترجم محمد احسن بٹ مطبوعہ نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۸)

عزیزانِ گرامی!

جہاں طلاق کا حق ہی نہ مل رہا ہو یا معیار ایسا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ طلاق کیلئے کسی خاص اور معقول وجہ کی ضرورت نہ رہے وہاں عورت کو حقِ خلع کیونکر مل سکتا ہے؟

اگر مرد عورت پر ظلم کرتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا تو یہ عورت کیا کرے؟

کیا حل نکالیں گے اقوام عالم کے مذہبی دانشور اس ظلم وستم کا؟

کیا ان کی مذہبی کتب اس کا حل پیش کرتی ہیں؟

عورت اپنے خاوند سے اس ظلم وستم کے سبب شدید نفرت کرتی ہے۔۔۔۔ صلح کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی بلکہ اگر ساتھ رہے تو کئی نئے مصائب کے عفریت منہ پھاڑ کر ان کو نگل جائیں گے۔

لیکن یہ اسلام ہی ہے جس نے اگر مرد کو طلاق کا حق تفویض کیا ہے تو عورت کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ خلع لے سکتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (سورہ بقرۃ، آیت ۲۲۹)

پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو تو کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دیکر جان چھڑا لے۔

قرآن کریم نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ خلع لے سکے اور عورت کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر وہ نکاح کے وقت طلاقِ بائن کا حق لے لے اور شوہر نے اس پر موافقت کی ہو تو وہ اس حق کو بھی استعمال کر سکتی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (سورہ نساء، آیت ۲۰)

اور اگر تم ارادہ کر لو کہ بدلو ایک بیوی کو پہلی بیوی کی جگہ اور دے چکے ہو تم اسے ڈھیروں مال تو نہ لو اس مال سے کوئی چیز کیا تم لینا چاہتے ہو اپنا مال (زمانۂ جاہلیت کی طرح) بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے۔

مزید آگے ارشاد فرمایا:۔

وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (سورہ نساء، آیت ۲۱)

اور کیوں کر واپس لیتے ہو تم مال کو حالانکہ مل چکے ہو تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے اور وہ لے چکی ہے تم سے پختہ وعدہ۔

صاحبِ ضیاء القرآن لکھتے ہیں، اگر عورت کی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے طلاق ناگزیر ہوگئی ہو تو خاوند کو اپنا مہر واپس لینے کا حق ہے لیکن اگر عورت کا کوئی قصور نہ ہو اور پھر بھی تم اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہو تو تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ جو تم پہلے خوشی سے عورت کو دے چکے ہو خواہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہو واپس لو۔ امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ زمانہ جہالت میں ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی آدمی دوسری شادی کرنا چاہتا تو وہ پہلی بیوی پر زِنا کی تہمت لگاتا، اِس طرح اُس کو مجبور کر دیتا کہ وہ اس کو مال دے کر طلاق حاصل کرے، اس سے بھی مسلمانوں کو روکا گیا (یورپ آج وہی کر رہا ہے جو اسلام سے پہلے جاہل عرب کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت خواہ نئی ہو یا پرانی اس کا مزاج ایک ہی ہے)۔" (ضیاء القرآن، جلد اوّل، صفحہ ۳۳۱)

وہ تمام حقوق جو قبل از اسلام ہمیں کسی مذہب و معاشرے، قوم و ملت میں نظر نہیں آتے اسلام بنتِ حوا کو سب سے پہلے دیتا نظر آتا ہے۔

طلاق کے بعد خواتین کے حقوق

اقوامِ عالم کے دستوروں میں۔۔۔۔ ان کے تحریف شدہ صحائف میں۔۔۔۔ ان کی خود ساختہ اقدار اور قائم کردہ رسم ورواج میں طلاق کا تصور یا تو ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو اتنا ڈھیلا ڈھالا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ طلاق نہ ہوئی بتاشے کی دکان ہو گئی۔

جہاں یا تو سرے سے طلاق کا حق ہی نہ ہو یا ہو تو اس قدر عامیانہ کہ طلاق نامہ ہاتھ میں تھماؤ اور گھر سے باہر کھڑا کر دو۔

بائبل کی تعلیمات یہی ہیں۔

لیکن اسلام اولاً تو طلاق کو پسند ہی نہیں فرماتا اور اگر حالات اس قدر خراب ہو جائیں کہ ساتھ رہنے سے جدا ہونا بہتر ہو تو درجِ ذیل حقوق کی پاسداری کرواتا ہے:۔

طلاق کے بعد خرچ

اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب حالات اس قدر خراب ہو جائیں کہ طلاق ناگزیر ہو جائے تو طلاق کے بعد دورانِ عدت اُس کا خرچہ برداشت کیا جائے۔

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۲۴۱)

اور (اسی طرح) جن کو طلاق دی گئی اُن کو خرچ دینا چاہئے مناسب طور پر یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔

مہر کا حق

شریعتِ اسلامیہ نے عورت کو مہر کا حق بھی عطا کیا۔ہاں البتہ رخصتی سے قبل طلاق کی صورت میں آدھا مہر مقرر کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۷)

اور اگر تم طلاق دو انہیں اس سے پہلے کہ تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور مقرر کر چکے تھے ان کیلئے مہر تو نصف مہر (ادا کرو) جو تم نے مقرر کیا ہے۔

عدت اور سکونت

اسلام نے مردوں کو یہ تعلیم بھی دی کہ طلاق دینے کے فوراً بعد وہ اپنی بیوی کو رہائش گاہ سے باہر نہ نکال دیں بلکہ جب تک وہ عدت میں ہو اس کی رہائش، نان نفقہ ان کے شوہروں کے ذمے ہی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ (سورہ طلاق، آیت ۱)

نہ نکالو انہیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں۔

خواتین کے معاشی حقوق

اندھیری رات میں خاموش چراغوں کا سکوت شب دیجور کی سیاہی میں اور اضافہ کر رہا ہے۔۔۔ حقوقِ نسواں کا شور و غوغا۔۔۔ معاشی مساوات کا بے ہنگم شور ماحول کی آلودگی میں کس قدر اضافہ کر رہا ہے۔۔۔

جدید تحریک حقوقِ نسواں نے کیا معاشی حقوق اور معاشی مساوات کی فضا پیدا کی؟

اس کیلئے حقوقِ نسواں کے داعیان کے ہی درج ذیل اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

جدید تحریک حقوقِ نسواں کی پر جوش داعی زاہدہ حنا لکھتی ہیں:۔

"امریکی اور بہ طور خاص فرانسیسی سرمایہ دارنہ انقلاب کے جمہوریت آزادی، مساوات اور حقوقِ انسانی کے دل خوش کن نعروں کی حقیقت کا جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو صورتِ حال افسوس ناک ہی نہیں شرم ناک نظر آتی ہے۔ انقلابِ فرانس سے آج تک سرمایہ دارانہ نظام میں عورت مرد کی نسبت کم تنخواہ اور کم مراعات پر مرد جتنا کام کرتی نظر آتی ہے۔ ۱۸۴۰ء میں فیکٹری کی فرانسیسی کارکن پندرہ گھنٹوں کی مردانہ اُجرت سے کم ہی نہیں اس کا نصف تھی۔" (عورت زندگی کا زنداں، صفحہ ۳۸)

کالم نویس منو بھائی کے حوالے سے عورتوں کے معاشی اور جنسی استحصال کا تذکرہ یوں کرتی ہیں:۔

"ماؤزے تنگ کے الفاظ میں انقلابِ چین کے بعد "چین کی عورت نے آدھا آسمان سنبھال رکھا تھا" لیکن مارکیٹ اکانومی اپنانے کے بعد اب پورا آسمان چین کی عورت پر گر رہا ہے۔ اشتراکیت کی پابندی سے نجات پانے اور سرمایہ داری نظام کی "آزادیاں" کرنے کے عمل میں جو سماجی اور ثقافتی توڑ پھوڑ ہوئی ہے اس میں مردوں کے برابر حیثیت حاصل کرنے والی چین کی عورت جنسی غلامی کے خوفناک ترین ماضی میں چلی گئی ہے۔ چینی اشتراکیت نے جہاں سیاسی آزادیوں پر پابندی عائد کی وہیں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق بھی دیئے تھے۔ چین کی عورت نصف صدی میں حاصل ہونے والے ان حقوق سے محروم ہو چکی ہے۔ سرمایہ داری کے طبقاتی نظام میں واپس آنے کے بعد "اعلیٰ" اور امیر گھرانوں کی عورتوں کو آرام، سہولت اور عیش کے تمام ذرائع مل گئے ہیں مگر محنت کش طبقے کی عورتیں زبردست معاشی اور جنسی استیصال کی زد میں آ گئی ہیں۔" (ایضاً، صفحہ ۵۰)

عورتوں کا معاشی استیصال مغرب میں کس طرح سے ہو تا رہا، نوائے وقت کی یہ رپورٹ ملاحظہ کیجئے:۔

"انٹرنیشنل سینٹر برائے انسانی حقوق اور جمہوریت کینیڈا" کی ایشیائی ڈائریکٹر مس میکا لسیکو نے "نوائے وقت" کے طاہر ملک کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ کینیڈا میں ایک ہی ملازمت پر فائز مرد کے مقابلے میں عورت کو آدھی تنخواہ ملتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یورپ میں خواتین دوہرے دباؤ میں رہتی ہیں۔ وہ دن کے وقت صبح سے شام تک دفتروں میں کام کرتی ہیں اور شام کو واپس آ کر گھر کا بھی سارا کام نپٹاتی ہیں۔ (نوائے وقت، لاہور ۱۷/مارچ ۱۹۹۷ء)

راشد نسیم لکھتے ہیں:۔

"1995ء کے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں کل لیبر فورس کا 46 فیصد خواتین ہیں لیکن تنخواہوں کا فرق یہ ہے کہ مرد اگر 100 سینٹ یونی ایک ڈالر کماتا ہے تو اس کے مقابلے میں عورت کی اُجرت 75 سینٹ ہے۔ اسی سروے نے بتایا کہ خواتین کی فی ہفتہ اوسط آمدنی 406 ڈالر تھی جبکہ مَردوں کی ہفتہ وار اوسط آمدنی 538 ڈالر تھی۔ اسی طرح 1994ء کے ایک جائزے کے مطابق 25 سال یا اس سے زائد عمر کی اسکول گریجویٹ خواتین کی اوسط سالانہ آمدنی 20373 ڈالر تھی جب کہ اسی عمر اور اسی قابلیت کے مَردوں کی اوسط سالانہ آمدنی 22048 ڈالر بنتی تھی۔ 1994ء ہی کے ایک جائزے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امریکہ میں 18 سال یا اس سے زائد عمر کے ان تمام لوگوں میں جو غربت کی زندگی گزار رہے ہیں، خواتین کی تعداد 62 فیصد ہے۔ اسی طرح غربت کی زندگی گزارنے والوں میں وہ خاندان جو کہ مکمل ہیں (یعنی شوہر اور بیوی دونوں موجود ہیں) صرف 7.4 فیصد ہیں جبکہ وہ خاندان جس کی ذمہ دار ایک عورت ہے وہ کُل غریب خاندانوں کا 38.6 فیصد ہے یعنی مکمل خاندان کے مقابلہ میں تقریباً پانچ گنا زیادہ۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ امریکہ میں ایسے خاندان جس کی ذمہ داری صرف ایک مرد یا ایک عورت پر ہے 1994 میں ان کی تعداد 90 لاکھ تھی۔ اس تعداد میں سے وہ خاندان جن میں بچے مرد کے سپرد ہیں صرف دس لاکھ ہیں جبکہ وہ خاندان جن میں بچے تنہا عورت کے سپرد ہیں، ان کی تعداد 80 لاکھ ہے۔ گویا مَردوں کے مقابلے میں بچوں کو پالنے کا آٹھ گنا زیادہ بوجھ عورت نے اُٹھایا ہوا ہے یا یہ اس سے اٹھوایا جا رہا ہے۔ یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو کہ امریکہ کے اداروں کے مرتب کردہ ہیں۔" (فرائیڈے اسپیشل، ۲۱/نومبر ۱۹۹۷ء)

نوائے وقت جنوری 2001 کی یہ رپورٹ بھی خواتین کے معاشی استیصال سے نقاب یوں اُٹھاتی ہے:

"لندن (اے ایف پی) حقوقِ نسواں کے عَلَم بردار برطانیہ میں خواتین کو مَردوں کے مقابلے میں اوسطاً 18 فیصد کم اُجرت دی جاتی ہے۔ مساوی مواقع کے برطانوی کمیشن کی جاری کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ خواتین وہی کام کر رہی ہوتی ہیں جو مرد ملازم کرتے ہیں مگر اُن کی تنخواہ کم ہوتی ہے۔ توجہ دلانے کے باوجود کمپنیوں کے مالکان ان پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ علاوہ ازیں عمومی تصور یہ ہے کہ زیادہ تنخواہ والی ٹیکنیکل جابز مَردوں کو ہی کرنی چاہئے جبکہ خواتین کو بونس اور دیگر مراعات سے بھی کم حصہ دیا جاتا ہے۔" (نوائے وقت، ۱۰/جنوری ۲۰۰۱ء)

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے سبب خواتین کو معاشی استقلال ملا وہ نسوانیت کی بنیاد پر ملا نہ کہ تمدنی کارکردگی کی وجہ سے۔

کامریڈ اجمل خٹک لکھتے ہیں:۔

"جدید اور متمدن سوسائٹیوں میں بھی کم و بیش یہی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ یہاں اس کی ذات اور حسن و دلکشی کو مختلف مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جو اس کی رضامندی سے زیادہ اس کی مجبوری ہوتی ہے۔" (دخترِ کائنات، از سعد اللہ جان برق صفحہ ۹، مطبوعہ سانجھ پبلی کیشنز لاہور)

کامریڈ سید عظیم لکھتے ہیں:۔

"سستی اُجرت عورتیں اور بچے کر سکتے تھے۔ سرمایہ داری نے ان کو گھسیٹ کر فیکٹریوں میں ڈال دیا۔ مرد بیکار تھے اور عورتیں اور بچے سستی محنت کرتے تھے۔ (قارئین اس وقت کے انگلستان اور آج کے پاکستان کا موازنہ کرتے جائیں جہاں عورتیں بیگار کرنے اور مرد بیکار رہنے پر مجبور ہیں)۔" (تجارتی لوٹ مار کی تاریخ، از سید عظیم صفحہ ۳۸۲، دارالشعور لاہور)

زاہدہ حنا لکھتی ہیں:۔

"بحیثیت صارفین عورتوں کیلئے شائع ہونے والے بیشتر اشتہارات اپنے لب و لہجے کے اعتبار سے مشفقانہ ہوتے ہیں اور ان کا مقصد محض اپنا مال فروخت کرنا ہوتا ہے۔ مصنوعات کی تشہیری مہم میں خواتین کو شکار پھانسنے والے "چارے" کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ان کی جنسی کشش اور جسمانی نمائش کا استحصال کیا جاتا ہے۔" (عورت زندگی کا زنداں، صفحہ ۱۱۳)

جدید تحریک حقوقِ نسواں کے داعیان بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں جیسا کہ اس تحریک کے داعی سعد اللہ جان برق لکھتے ہیں:۔

"تاریک ادوار کو زمانہ جاہلیت اور دورِ وحشت کہہ کر درگزر بھی کر دیجیے تو کیا آج کا مرد سدھر گیا ہے؟ انتہائی ماڈرن سطح پر جو مقابلہ ہائے حسن منعقد ہوتے ہیں ان میں کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا۔ شوبزنس کی دنیا میں تو خیر ایسا ہوتا ہے کہ جب تک کوئی عورت متعلقہ مردوں کو خوش نہیں کر دیتی تب تک اس کا داخلہ اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہوتا۔

دورِ جدید کی ماڈرن عورت جو شوبزنس، ائیر بزنس اور دیگر میدانوں میں اپنے اعضاء کی نمائش کرتی ہے اس بے چاری کو اس غلط فہمی کا شکار بنایا گیا ہے کہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بیچنے اور لٹوانے پر تیار ہو جاتی ہے۔ آج کی کاروباری دنیا میں سکّے کے ساتھ ساتھ یہی زندہ سکّہ ہی سب سے زیادہ چلتا ہے۔ یہ ائیر ہوسٹسیں، نرسیں اور ماڈلیں آخر کس لئے رکھی جاتی ہیں۔ ان کی صلاحیت کی بنیاد پر؟ جی نہیں صرف جسم کی بنیاد پر رکھی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ نہایت شریفانہ طریقہ پر کوئی حکمران کسی ملک کا دورہ کرتا ہے تو گلدستے بھی اسے چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے ذریعے پیش کئے جاتے ہیں کیونکہ لاڈلے کو ہر قدم پر کھلونے کی ضرورت ہوتی ہے۔" (دخترِ کائنات، ص ۲۱)

ٹونی شیریڈن اور ایلن میک اپنی کتاب سوشلزم اکیسویں صدی میں لکھتے ہیں:۔

"بلاشبہ خواتین کے خلاف تعصب، نسل پرستی، فرقہ واریت اور ہم جنس پرستی کیخلاف نفرت سے کہیں زیادہ ضرر رساں اور محسوس ہونے والا ہے۔ یہ تشدد کا سبب بن سکتا ہے اور بعض اوقات بنتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ میں مرد عورتوں پر اس سے کہیں زیادہ حملے کرتے ہیں جتنے نسل پرستی یا فرقہ واریت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر حملے گھروں میں ہوتے ہیں اور بعض انتہائی صورتوں میں نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے۔ مَردوں کی طرف سے عورتوں پر اکثر تشدد آمیز حملے اس روایتی ضبط کے تحت کیے جاتے ہیں جو مَردوں کی برتری کی بابت اکیسویں صدی میں بھی موجود ہے۔"

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:۔

"عالمی سطح پر سارے کام کا ستر فیصد حصہ عورتیں کرتی ہیں۔ لیکن دنیا کی آمدنی میں سے انہیں صرف دس فیصد ملتا ہے۔ عورتوں کی تعداد دنیا کی کُل آبادی کا پچاس فیصد سے زیادہ ہے، تاہم اس وقت کُل آبادی کا ستر فیصد حصہ جو انتہائی غربت کا شکار ہے، عورتوں پر مشتمل ہے۔

حد یہ ہے کہ انتہائی ترقی یافتہ جمہوری ممالک میں بھی جہاں رسمی قانونی مساوات کو کتاب قانون میں درج کر لیا گیا ہے، وہاں بھی عورتوں کی حیثیت دوسرے درجے کے شہریوں کی سی ہے۔ اسکاٹ لینڈ میں اگرچہ اسکول کی بچیاں لڑکوں کے مقابلے میں بہتر صلاحیت اور کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، لیکن جب وہ سن بلوغ کو پہنچتی ہیں تو ان کی حیثیت گھٹا کر انہیں دوسرے درجے کے کاموں میں لگا دیا جاتا ہے۔ ان سے اکثر بہت کم تنخواہ پر اکتا دینے والے کام کرائے جاتے ہیں۔" (سوشلزم اکیسویں صدی میں از ٹونی شیریڈن اور ایلن میک مترجم مجاہد لاہوری صفحہ ۲۰۵، مطبوعہ جمہوری پبلیکیشنز لاہور)

اکیسویں صدی کی سپر وومین

"ٹاپ سانٹے (Sante) میگزین کی طرف سے جون ۲۰۰۰ء میں طرزِ زندگی کے حوالے سے کیے گئے ایک سروے نے اکیسویں صدی کی "سپر وومین" کی بابت میڈیا کے پروپیگنڈہ میں سے ہوا نکال دی جو ماں کے فرائض ادا کرنے اور خاندانی زندگی سے متعلق ذمہ داری ادا کرنے کی بظاہر زبردست کوشش کرتی ہے اور یوں ماں کی حیثیت سے اور خاندانی زندگی کے حوالے سے کامیاب کیریئر کی خواہاں ہے۔ جن پانچ ہزار خواتین سے رائے مانگی گئی اُن میں سے 75 فیصد نے شکایت کی کہ ان سے جو کام لیا جاتا ہے، اس کا پورا معاوضہ نہیں ملتا۔ ستر فیصد نے بتایا کہ انہیں ان کی بساط سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ 77 فیصد نے اس یقین کا اظہار کیا کہ انہیں کام کے باعث جو تھکن ہو جاتی ہے، اس سے اُن کی صحت خراب ہو رہی ہے۔ مجموعی طور پر 79 فیصد نے کہا کہ وہ کام کی دنیا کے بارے میں جس خوش فہمی اور فریب نظر کا شکار تھیں، اب اس سے نکل آئی ہیں۔

سروے سے ظاہر ہوا کہ اسکاٹ لینڈ میں نوے فیصد عورتیں اپنے گھریلو کام خود کرتی ہیں۔ اور بچوں کے حوالے سے ذمہ داری بھی اُٹھاتی ہیں۔ اسی صورت میں بھی جبکہ ماں باپ دونوں کُل وقتی ملازم ہوں، بچوں والی کارکن خواتین کو کسی قسم کی سماجی سہولت ملنے کی بجائے بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہیں ایسی ملازمتوں میں کُل وقتی کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جن میں بہت کم معاوضہ ملتا ہے اور آگے ترقی وغیرہ کا بھی کوئی امکان نہیں ہوتا۔ انہیں جو معاوضہ ملتا ہے وہ گھریلو بلوں کی ادائیگی میں کام آ جاتا ہے۔ دفتر یا فیکٹری سے آ کر انہیں گھر میں دوسری فل ٹائم ملازمت کے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں، اس طرح اُن کیلئے زندگی کبھی ختم نہ ہونے والی ذہن کو شل کرنے والی بیگار بن جاتی ہے، جس میں دماغ پر بہت زیادہ دباؤ پڑتا ہے اور آدمی تھک کر چور ہو جاتا ہے۔" (سوشلزم اکیسویں صدی میں از ٹومی شیریڈن اور ایلن میک مترجم مجاہد لاہور صفحہ ۲۰۶، مطبوعہ جمہوری پبلیکیشنز لاہور)

بناتِ امت! یہ حال ہے اکیسویں صدی کے تعلیم یافتہ لوگوں کا۔۔۔۔ جو آزادیِ نسواں کے پرجوش حامی ہیں۔۔۔۔

جو تحریک نسواں کے سپورٹر ہیں۔۔۔۔

بناتِ اُمت سوچو! ذرا سوچو!

یہ آزادیِ نسواں کا نعرہ مسلم خواتین ہی کیلئے کیوں؟

یہ آزادیِ نسواں کی تحریکیں مسلم ممالک ہی میں فعال کیوں؟

صرف اسلام دشمنی میں اندھے یہود و نصاریٰ آزادیِ نسواں کے نام پر بربادیٔ نسواں کیلئے کوشاں اپنی حرص و ہوس کی تسکین کیلئے مصروفِ عمل ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ عورت کو معاشی آزادی دی جائے۔۔۔

لیکن ذرا سوچیے!

تدبر اپنایئے!

غور و فکر کیجئے!

کیا یہ ممکن ہے کہ عورت اپنی طبیعت، فطرت اور قدرت کی جانب سے تفویض کی گئی ذمّے داریاں مثلاً بحیثیت ماں، ادا کر سکتی ہے؟

ملازمت کے دوران حاملہ ہو جانے والی خواتین کو کیا کوئی سرمایہ دار تین یا چار ماہ کی رخصت دے دے گا؟

یا اسے ملازمت سے برخواست کر دے گا؟

اگر اس طرح کا کوئی بل پاس بھی ہو جائے کہ عورتوں کو حمل کے دوران چار ماہ کی چھٹی دی جائے تو کیا ایسا ممکن ہے؟

ہاں صرف مجلس قانون ساز (یعنی پارلیمنٹ) میں۔

ہاں فائیو سٹار ہوٹل کے ایئر کنڈیشنر ہال میں۔

لیکن عملی طور پر اس کے متحمل وہ افراد نہیں ہو سکتے جنہیں ایک کارخانہ چلانا ہے۔۔۔ ایک دفتر کا انتظام کرنا ہے۔

اس صورت حال میں کیا یہ عورت چند روپے کمانے کیلئے اپنا استیصال اپنے ہاتھوں کرانے پر مجبور نہ ہو گی؟

اس بنتِ حوا کو لامحالہ خواہ بیماری ہو پریشانی، کمزوری ہو یا بچوں کی تعلیم و تربیت، تمام چیزوں کو قربان کر کے صرف پیسے کمانے کی مشین بننا ہو گا۔

احبابِ من! اسلام نے اس کو معاشی حقوق دیئے مغربی فکر کے ماخذ عقل کی روشنی میں نہیں بلکہ وحیِ الٰہی کی روشنی میں۔ بنتِ حوا کو جس نے تخلیق کیا اس خالق کے احکامات کی روشنی میں۔

عزیزانِ گرامی! آپ ایک عام مثال لے لیجیے کوئی شخص ایک مشین تخلیق یا ایجاد کرتا ہے اس کا ایک آپریٹنگ مینئول Operating Manual بناتا ہے کہ یہ مشین اس طرح چلے گی، اس طرح رُکے گی، اس کو اس طرح استعمال کرنا، اس کو دھوپ اور پانی سے بچانا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب اس مشین کے ساتھ جو کتاب آتی ہے اس میں درج ہوتا ہے۔

بالکل ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کیا اور اس کی رہنمائی کیلئے اسے ایک کتاب بھی دی کہ اگر اس کے مطابق چلو گے تو فلاح پا جاؤ گے اور وہ کتاب قرآن ہے۔

وراثت کا حق

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (سورہ نساء، آیت ۷)

مردوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے۔

یہ آیت کس زمانے میں نازل ہو رہی ہے؟

عورت کو یہ حق میراث کب دیا جا رہا ہے؟

کس دور میں بنتِ حوا کو حقوق مل رہے ہیں؟

عہدِ رسالت میں جب قرآن نازل ہو رہا ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:۔

"عرب میں میراث کی تقسیم کا یہ قاعدہ تھا کہ عورتیں اور چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور خاوند وغیرہ کی وراثت سے یکسر محروم کر دیئے جاتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی کہ جو میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دینے کے قابل نہیں وہ میراث پانے کا بھی حقدار نہیں۔ بھارت میں بھی عورت وارث شمار نہیں کی جاتی تھی۔ اور یورپ میں تو گنگا ہی اُلٹی بہہ رہی تھی۔ صرف بڑا لڑکا ہی وارث بنتا دوسرے لڑکے بھی محروم رہ جاتے۔ یہ حالت تھی جب قرآن کی یہ انقلاب آفرین آیت نازل ہوئی جس نے عورتوں کو مردوں کی طرح وارث قرار دیا۔ بڑے لڑکے کی تخصیص ختم کر کے سب لڑکوں کو اپنے متوفی باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا۔ چھوٹی اور بڑی تمام جائیدادوں میں ورثاء کو حسبِ حِصّہ حقدار تسلیم کیا۔ نصیبا مفروضا کے الفاظ سے واضح کر دیا کہ یہ حصّے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ اس میں ردّوبدل کا کسی کو اختیار نہیں۔" (ضیاء القرآن، جلد اوّل صفحہ ۳۲۱)

والدین کے مال میں حقِ وراثت

خواتین کے حقِ وراثت کو ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا:۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (سورۃ نساء، آیت ۱۱)

حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں ایک مرد (لڑکے) کا (حصّہ) برابر ہے دو عورتوں (لڑکیوں) کے حصہ کے پھر اگر ہوں صرف لڑکیاں دو سے زائد تو ان کیلئے دو تہائی ہے جو میت نے چھوڑا ہو اور اگر ہو ایک ہی لڑکی تو اس کیلئے نصف ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اس سے جو میت نے چھوڑا بشرطیکہ میت کی اولاد ہو اور اگر نہ ہو اس کی اولاد اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ (باقی سب باپ کا) اور اگر میت کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔

تجدّد مغرب کے بخار میں مبتلا یہ واویلا مچاتے ہیں کہ لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے اسلام نے کیوں دیئے۔

لیکن اگر ان کا مرض قابلِ علاج ہوتا تو وہ یقیناً جان لیتے کہ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے

ہم ان تجدد پسند احباب سے چند سوالات کریں گے:۔

- کیا لڑکی پر اسلام نے معاشی ذمّے داری عائد کی؟
- کیا شادی سے قبل اس کی ضروریات کے کفیل اس کے والدین تھے؟
- کیا شادی کے بعد اس کی کفالت رہائش، لباس، خوراک وغیرہ کی ذمّے داری اسلام نے شوہر پر عائد کی؟
- اس لڑکی سے جو اولاد ہوئی اس کی تعلیم و تربیت، نان نفقہ ان کی خوراک، لباس، رہائش کی تمام تر ذمّے داری بھی اسلام نے اس کے شوہر کے ذمّے رکھی۔
- اس کے علاوہ دیگر معاشی سرگرمیاں بھی اسلام نے عورت پر عائد نہیں کیں۔

ان حقائق کی روشنی میں جو فرق کیا گیا ہے وہ فرق عین عدل کے مطابق ہے۔

لیکن اگر تجدد پسندوں کی مساوات کا خود ساختہ مفروضہ یہاں تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ مساوات کھوکھلی اور ظالمانہ نہ ہوگی کہ مرد تو تمام ذمّے داریاں اٹھائے لیکن اس کی آمدنی اس کے معاشی ذرائع، وراثت وغیرہ میں اس کا حصہ کم ہو۔

عزیزانِ گرامی!

ہندو سماج اور دیگر معاشروں کو جانے دیجئے، الہامی مذاہب یہود و نصاریٰ کے یہاں بھی عورت کو میراث نہیں ملتی اگر وہ شادی قبیلے سے باہر کرلے۔ پہلے بیٹے کو دو حصے باقی کو ایک حصہ ملتا تھا۔

جیسا کہ ایف ایس خیر اللہ قاموس الکتاب میں رقم طراز ہیں:۔

"موسوی شریعت میں حکم تھا کہ وارث صرف قانونی بیوی کے بیٹے ہی ہو سکتے ہیں۔ پہلوٹھے بیٹے کو پہلوٹھے کا حق ملتا تھا یعنی وہ اپنے والد کی جائیداد میں دو حصوں کا حقدار تھا اور اس کا فرض تھا کہ وہ خاندان کی مستورات کی دیکھ بھال اور پرورش کرے۔ باقی بیٹوں کو ایک ایک حصہ ملتا تھا اگر کسی کے بیٹا نہ ہو تو جائیداد بیٹیوں کو ملتی تھی۔ لیکن شرط یہ تھی کہ وہ صرف اپنے قبیلہ میں شادی کریں۔" (قاموس الکتاب، صفحہ ۹۸۵)

ملکیت اور جائیداد کا حق

اسلام نے مَردوں کی طرح عورتوں کو بھی ملکیت اور جائیداد کا حق دیا ہے یہودی مذہب میں عورت خود ایک جائیداد ہے۔ اور اس کی کمائی پر شادی سے پہلے باپ اور بھائی کا حق ہے اور شادی کے بعد شوہر کا۔ اسلام نے اس اندھیر نگری کو ختم کیا اور ارشاد فرمایا:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (سورہ نساء، آیت ۳۲)

مَردوں کیلئے اس میں حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کیلئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

اس آیت میں صراحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جس طرح دولت کمانے کا حق مرد کو ہے اسی طرح یہ حق عورت کو بھی حاصل ہے۔ مرد بھی اپنی کمائی ہوئی دولت کا مالک ہوتا ہے۔ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے اور اس سے استفادہ کر سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حقوق حاصل ہیں۔ اس ارشاد گرامی سے مرد وزن میں جو بے جا تفریق صدیوں سے قائم تھی اس کا قلع قمع کردیا۔

عورت بحیثیت مشیر

اسلام خواتین سے مشورہ کا حق بھی دیتا ہے کہ جس طرح مردوں سے مشورہ کیا جاسکتا ہے، عورت سے بھی مشورہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے مختلف ریاستی معاملات میں خواتین سے مشاورت بھی کی۔

"حضرت عمر بن خطاب رات کے وقت گشت فرمایا کرتے تھے یہ اکثر آپ کا معمول رہا۔ ایک دن آپ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے آپ نے یہ اشعار سنے جس میں وہ عورت اپنے شوہر کی جدائی کا ذکر کر رہی تھی جس کا شوہر جہاد پر جانے کی وجہ سے کافی عرصہ سے گھر سے دور تھا۔ اس معاملہ نے آپ کو کافی پریشان کر دیا اور آپ واپس آتے ہی ام المومنین حضرت حفصہ سے اس پر مشاورت کی اور ان کے مشورہ سے مجاہدین کے گھر سے دور رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چار ماہ مقرر ہوئی۔" (تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۵۸)

بناتِ اسلام!

دیکھو! دیکھو!

اسلام عورت کو کیسے کیسے حقوق دے رہا ہے۔

اسلام عورت کو زمین کی پستیوں سے اُٹھا کر آسمان کی رفعتوں پر پہنچا رہا ہے۔

عزیزانِ گرامی!

اسلامی دور کی اسمبلی موجودہ دَور کی تعفن زدہ پارلیمنٹ کی طرح نہیں ہوتی تھی۔

آج کی اسمبلیوں کا کیا حال ہے؟ کیا عزت دار عورت ان اسمبلیوں میں بیٹھ سکتی ہے یا نہیں۔

جنگ اخبار کی صفحہ اوّل کی یہ خبر ملاحظہ فرمایئے:۔

"پیپلز پارٹی کی شازیہ مری کو چِٹ بھیجنے پر حکومتی رکن ایشور لعل کی پٹائی۔ بجٹ پر بحث جاری تھی کہ اچانک پی پی کے ارکان اسمبلی نے ایشور لعل کو دھکے دیئے، تھپڑ اور گھونسے مارنے شروع کر دیئے۔

ایشور لعل معافی مانگتے اور خواتین اسمبلی مارو مارو کے نعرے لگاتی رہیں۔" (روزنامہ جنگ، کراچی بروز جمعرات ۲۲ جون ۲۰۰۲ء)

اس واقعہ کو دیکھ کر دورِ جاہلیت کا وہ واقعہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے جب خواتین اپنے مردوں کو مخالف سے نبرد آزما ہوتے وقت اُکسایا کرتی تھیں اور جذباتی اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کے جذبات برانگیختہ کرتی تھیں۔

بناتِ اسلام!

غور کرو یہ حال ہے اکیسویں صدی کی عورت کا کہ اس کو اسمبلیوں میں بھی عزت حاصل نہیں۔

سابق وزیر اعلیٰ سندھ کا یہ اعتراف اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے کہ عورت آج بھی مردوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے۔

"اگر صبح سویرے "بیوٹی پارلر" سے میک اپ کرا کے "شوبز" کی اداکارائیں بن کر ایوان میں آتی ہوں تو کوئی نہ کوئی مسئلہ تو ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ایشور لعل نے چٹ لکھی تھی "فون" تو کہیں اور سے آتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ میثاقِ جمہوریت اور رواداری کی بات کرنے والوں نے اپنے دورِ اقتدار میں قومی اسمبلی کے اندر راؤ قیصر اور تہمینہ دولتانہ کو بری طرح مارا پیٹا تھا۔" (روزنامہ جنگ، کراچی ۲۷/جون ۲۰۰۲ء)

اگلے دن وزیر اعلیٰ کا یہ بیان بھی قابل غور ہے:۔

"ایوان میں اگر عشق معشوقی ہوتی رہی تو لوگ کیا سوچیں گے۔" (روزنامہ جنگ، کراچی بروز بدھ ۲۸/جون)

اپوزیشن نے ان بیانات پر کہا ہے کہ

"ارباب رحیم کے بیانات قابلِ مذمت ہیں۔ نثار کھوڑو۔" (روزنامہ جنگ، کراچی ۲۸/جون ۲۰۰۲ء)

قبل از اسلام معاشرہ میں عورت اس لائق نہیں سمجھی جاتی تھی کہ اس سے مشورہ کیا جا سکے۔

بناتِ اسلام!

اسلام نے ہی عورت کو سماجی، معاشی، سیاسی، معاشرتی زندگی میں پروقار مقام عطا کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرزِ زندگی نے عورت سے مشاورت کی تعلیم دی۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔

حضرت اُمّ سلمہ سے مشورہ

صحیح کی یہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کفارِ مکہ سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورتِ حال کے پیش نظر مغموم تھے۔ آپ نے جب انہیں ارشاد فرمایا۔

"کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کرو اور بال کٹواؤ۔

تو اس پر کوئی نہ کھڑا ہوا۔ اس پر آپ اپنی قیام گاہ پر حضرت اُمّ سلمہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے مشورہ کیا۔ اُمّ سلمہ نے کیا مشورہ دیا۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:۔

"حضرت اُمّ سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ! باہر تشریف لے جائیں، لوگوں سے کوئی بات نہ کریں یہاں تک کہ آپ حلق کروائیں اور جانور ذبح کریں۔ جب وہ دیکھیں گے کہ آپ نے ایسا کر دیا ہے تو وہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کریں گے۔ حضور نے اسی طرح کیا تو تمام لوگوں نے بھی اسی طرح کیا۔" (شرح سیرت ابن ہشام، ترجمہ الروض الانف، از علامہ سہیلی جلد چہارم، صفحہ ۸۹ مطبوعہ ضیاء القرآن)

یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستقبل بینی سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی مگر یہاں اُمت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھی کہ عورت سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے۔

عورت کا حقِ امان دہی

عورت کے ریاستی کردار کا نمایاں اظہار اسے آپ کی طرف سے عطا کردہ حقِ امان دہی سے بھی ہوتا ہے۔

حضور اکرم کی صاحبزادی حضرت زینب نے اپنے شوہر ابو العاص کو پناہ دی۔

پیر کرم شاہ الازہری سیرتِ ابن ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"رحمت عالم جب صبح کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور سب مقتدیوں نے بھی تکبیر تحریمہ کہہ کر اپنے ہاتھ باندھ لئے تو اس وقت صفۃ النساء سے حضرت زینب کی آواز بلند ہوئی۔

ایھا الناس انی قد اجرت ابا العاص۔

اے لوگو! سن لو میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے۔

حضور نے جب سلام پھیرا تو لوگوں سے پوچھا کیا تم نے وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟ انہوں نے عرض کی یہ آواز ہم نے بھی سنی ہے۔ حضور نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ میں نے یہ بات اب سنی ہے جیسے تم نے سنی۔ فرمایا: انه یجیر علی المسلمین ادناھم کہ مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی کسی کو مسلمانوں سے پناہ دے سکتا ہے۔ یعنی اگر میری بیٹی نے ابو العاص کو پناہ دی ہے تو اس کا احترام سب پر باقی ہے۔" (ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۳۹۳)

اسی طرح حضرت اُمّ ہانی بنتِ ابی طالب نے اپنے دیوروں میں سے دو اشخاص کو امان دی اور رسولِ اکرم نے اُن کی امان کو برقرار رکھتے ہوئے فرمایا: قد امنا من امنت۔

اے اُمّ ہانی! جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے امان دی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم نے فرمایا:

ان المراۃ تاخذ للقوم یعنی تجیر علی المسلمین۔

عورت پوری قوم کیلئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے۔" (الحقوق الانسانیۃ فی الاسلام

ازڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ ۴۶۴ مطبوعہ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور بحوالہ ترمذی)

بناتِ اسلام!

غور کرو!

یہ تمام حقوق عورت کو کب ملے۔

یہ حقوق کس ماحول میں عطا کیے گئے۔

جب یہ حقوق عطا کیے گئے عورت کی سماجی حیثیت کیا تھی؟

عورت کا معاشرے میں مقام کیا تھا؟

پیر کی جوتی تھی یا ملی اقدار کا رخشندہ ستارہ۔

ہاں ہاں غور کرو!

تم دیکھو گی عورت کے حقوق کی بات اس دور میں کی گئی جب عورت کو حیوان سے بدتر سمجھا جاتا تھا، اس کو رہن رکھا جا سکتا تھا، اس کو جانوروں کی طرح مارا پیٹا جاتا تھا، اس کا وجود باعثِ شرمندگی تھا۔۔۔۔ اُس کا زندہ دفن کرنا فخر کا باعث تھا۔ ایسے تعفن زدہ ماحول میں۔۔۔۔ ایسے غلیظ معاشرے میں جہاں جہالت اپنے عروج پر۔۔۔۔ عورتوں کی حقوق کی بات نہیں نہیں۔۔۔۔ بلکہ عورتوں کو حقوق دلانا کتنا بڑا اجہاد ہو گا۔۔۔۔ کتنی قربانیاں دی گئی ہو نگی۔

ہاں ہاں، غور کیجئے۔ تامل کیجئے!

یہ صرف عورت کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔

جسے ماں کی صورت میں مرد سے بڑا مقام ملا۔

بناتِ اسلام! آؤ مل کر عہد کریں!! کہ بناتِ اُمت کے خلاف ہر سازش ناکام بنادیں گے۔

ہمارے گھر تشکیلِ ملت کا گہوارہ بنانے میں بسر ہوں گے۔

بائبل، عورت اور قرآن

بائبل میں اس قدر تحریفات ہوئیں کہ اب تو اس کے ماننے والے بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہتے۔

کلامِ الٰہی میں تحریفات کے سبب معاشرے میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی تبدیلیوں نے ایک ہیجان پیدا کر دیا اور لوگوں کو نہ صرف مذہب سے دور بلکہ مذہب دشمن بھی بنا دیا۔

احبابِ من!

خواتین کے بارے میں بائبل کی رائے کیا ہے آپ گزشتہ باب میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

ہم اس باب میں ان آیات و احکامات سے متعلق جو خواتین کے حوالے سے بائبل میں درج ہے، قرآن کریم کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ لیں گے۔

بائبل اور حوا

حضرت حوا سے متعلق بائبل کہتی ہے:۔

"اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اُس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے کہ تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مر جاؤ گے۔ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہر گز نہ مرو گے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کیلئے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کیلئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سُنی اور آدم اور اس کی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تُو کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اس نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا تب خداوند خدا نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھے بہکایا تو میں نے کھایا اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا کہ اس لئے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا اور

میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو اور بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگائے گی اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے۔ اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا۔" (پیدائش، باب ۳، آیت ۱تا۲۰)

بائبل کی ان آیات پر غور کیا جائے تو درج ذیل نکات ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

- عورت نے پھل کھایا۔
- اپنے شوہر یعنی آدم علیہ السلام کو پھل کھانے کی ترغیب دی۔
- شوہر نے الزام اپنی بیوی پر عائد کر دیا کہ اس نے مجھے درخت کا پھل کھلایا۔

بائبل میں مزید آگے یوں درج ہے:۔

"عورت کو چپ چاپ کمالِ تابعداری سے سیکھنا چاہئے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔" (اتیھیمتس، باب ۲، آیت ۱۱تا۱۴)

قرآن کریم نے جس طرح بائبل میں بہت سی تحریفات کی تصحیح کی اور اصل حقیقت کو بیان کیا، بائبل کے اس تحریفی بیان کی بھی تردید کی۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورہ اعراف، آیت ۲۰ تا ۲۳)

پھر وسوسہ ڈالا ان دونوں کے (دلوں میں) شیطان نے تاکہ بے پردہ کر دے ان کیلئے جو ڈھانپا گیا تھا ان کی شرم گاہوں سے اور (انہیں) کہا کہ نہیں منع کیا تھا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ زندہ رہنے والوں سے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکہ سے پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے تو ظاہر ہو گئیں اُن پر اُن کی شرم گاہیں اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے اور ندا دی (ان دونوں کو) ان کے رب نے کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے اور کیا نہ فرمایا تھا کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لئے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت پر غور کیجئے!

ہر موقع پر تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ ہر بات میں آدم و حوا یکساں طور پر برابر کے درجہ میں شریک ہیں۔ قرآن نے صرف عورت کو ذمّے دار قرار نہیں دیا۔

عورت موت سے تلخ تر

بائبل کی تعلیمات کے مطابق عورت موت سے تلخ تر ہے، واعظ میں لکھا ہوا ہے:۔

"تب میں نے موت سے تلخ تر اس عورت کو پایا جس کا دل پھندا اور جال ہے اور جس کے ہاتھ ہتھکڑیاں ہیں جس سے خدا خوش ہے وہ اس سے بچ جائے گا لیکن گنہگار اس کا شکار ہو گا۔" (واعظ، باب ۷ آیت ۲۶، ۲۷)

واعظ کی اس عبارت سے عورت کے بارے میں ایک منفی تاثر ابھر کر سامنے آتا ہے۔

بدی اور عورت

کیتھولک بائبل میں عورت کے متعلق درج ہے:۔

"دکھ کی انتہا دل کا دکھ ہے اور بدی کی غایت عورت کی بدی ہے۔ آدمی سب دکھ کو منظور کرے گا سوائے دل کے دکھ کے سب بدی سوائے عورت کی بدی کے۔" (یشوع بن سیراخ، باب ۲۵ آیت ۱۷ تا ۱۹)

"تمام بدی عورت کی بدی کے مقابلے میں خفیف ہے خطاکاروں ہی کا قرعہ اُس پر پڑے۔" (یشوع بن سیراخ، باب ۲۵ آیت ۲۶)

"عورت ہی سے گناہ شروع ہوا اور اسی کے سبب سے ہم سب مرتے ہیں۔" (یشوع بن سیراخ، باب ۲۵ آیت ۳۳)

شریر عورت درندے سے بد تر

"سانپ کے زہر سے کوئی زہر بد تر نہیں اور نہ عورت کے غصے سے کوئی غصہ زیادہ برا ہے۔ میرے نزدیک شیر اور اژدھے کے ساتھ رہنا شریر عورت کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے۔" (یشوع بن سیراخ، باب ۲۵ آیت ۲۲، ۲۳)

قرآن کریم اور عورت

قرآن کریم عورت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

کیا عورت کے بارے میں قرآن اور بائبل کا انداز ایک ہی ہے؟

نہیں ہرگز نہیں۔

قرآن کا اسلوب بائبل سے انتہائی مختلف ہے۔

مردوں اور عورتوں کے بارے میں قرآن کیا فرماتا ہے:۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَ الذَّاكِرِينَ اللهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صابر مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں، خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجرِ عظیم۔ (سورۂ احزاب آیت ۳۵)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ؕ اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔ (سورہ توبہ، آیت ۷۱)

اللہ تعالیٰ مرد وعورت کسی کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا۔ سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (سورہ آل عمران، آیت ۱۹۵)

(اللہ تعالیٰ) نہیں ضائع کرتا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم سے خواہ مرد ہو یا عورت۔

سورۂ مومن میں ارشاد فرمایا:۔

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ مومن، آیت ۴۰)

جو برے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ

وہ ایماندار ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں رزق دیا جائے انہیں وہاں بے حساب۔

سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورہ نحل آیت ۹۷)

جو بھی نیک کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے عطا کریں ایک پاکیزہ زندگی اور

ہم ضرور دیں گے انہیں ان کا اجر اُن کے اچھے (اور مفید) کاموں کے عوض جو وہ کیا کرتے تھے۔

عزیزانِ گرامی!

قرآن کریم کا انداز بائبل سے مختلف بھی ہے اور اعلیٰ بھی۔

قرآن کریم نے کہیں بھی عورت کو بدی کا دروازہ یا شیطان کا دروازہ نہیں کہا بلکہ مرد و عورت جو بھی نیک عمل کرے گا وہ فلاح پا جائے گا۔۔۔۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کسی عورت اور مرد کا عمل اس وجہ سے ضائع کر دے کہ وہ مرد ہے یا عورت۔ اسلام میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔

بیٹی باعثِ شرم وعار

بائبل کے مصنفین نے عورت کو وہ درجہ نہیں دیا جو اس کا حق تھا۔ بیٹی کی پیدائش سے لیکر ماں بننے تک کہیں بھی اس بنتِ حوا کا احترام نظر نہیں آتا حتی کہ بیٹی کی پیدائش ہو تو عورت دو مہینے سے زیادہ ناپاک رہے اور اگر بیٹا پیدا ہو تو عورت صرف ایک مہینے ناپاک رہے۔

بائبل کتاب احبار میں ہے:۔

"کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکے ہو تو وہ سات دن ناپاک رہے گی جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے اس کے بعد تینتیس دن تک وہ طہارت کے خون میں رہے اور جب تک اس کی طہارت کے ایام پورے نہ ہوں تب تک نہ تو کسی مقدس چیز کو چھوئے اور نہ مقدس میں داخل ہو اور اگر اس کو لڑکی ہو تو وہ دو ہفتے ناپاک رہے گی جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے اس کے بعد وہ چھیاسٹھ دن تک طہارت کے خون میں رہے۔" (احبار، باب ۱۲، آیت ۲ تا ۶)

کیتھولک بائبل کی کتاب یشوع بن سیراخ میں بیٹے کو باعث فخر وغرور بتایا جاتا ہے:۔

"جو اپنے کو تعلیم دیتا ہے وہ اپنے دشمن کے حسد کا باعث بنتا ہے اور اپنے دوستوں کے درمیان اس کے سبب سے خوش ہو گا۔" (کلام مقدس یشوع بن سیراخ، باب ۳۰ آیت ۳)

اسی کتاب کے باب 42 میں یوں لکھا ہے:۔

"کم حیا بیٹی کی ہمیشہ نگہبانی کر تا کہ وہ تجھ کو تیرے دشمنوں کے سامنے قابلِ تمسخر اور شہر میں ضرب المثل اور لوگوں میں ملامت کے لائق نہ کرے کیونکہ وہ تجھ کو بڑے گروہ میں رسوا کرے گی۔ وہ کسی کو اپنا حسن نہ دکھائے۔ اور عورتوں کے درمیان نہ بیٹھا کرے۔ کیونکہ کپڑے سے کپڑا اور ایک عورت سے دوسری کی ناپاکی پیدا ہوتی ہے۔ بُرا آدمی اس عورت سے بہتر ہے جو خوشامد کرتی ہے اور بے حیا بیٹی ملامت کا باعث ہے۔" (ایضاً، باب ۴۲، آیت ۱۱ تا ۱۴)

بے ادب بیٹا باپ کیلئے باعثِ ننگ اور بے وقوف بیٹی باپ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے:۔

"بے ادب بیٹا باپ کیلئے ننگ ہے اور بے وقوف بیٹی اس کو نقصان پہنچائے گی۔" (ایضاً، باب ۲۲، آیت ۳)

ایک اور جگہ ہے:۔

"بے لگام بیٹی کی ہمیشہ حفاظت کر تا کہ موقع پا کر اپنے آپ کو بے حرمت نہ کرے۔" (ایضاً، باب ۲۶، آیت ۱۳)

قرآن کریم اور بیٹی

کفارِ مکہ کا عجیب حال تھا۔ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور بیٹی کو اپنے لئے بے مصرف اور باعثِ عار بھی سمجھتے تھے۔

قرآن نے ان کے متعلق فرمایا:۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (سورہ زخرف، آیت ۱۷،۱۸)

اور جب اطلاع دی جاتی ہے ان میں سے کسی اس کی جس کی نسبت اس نے رحمان کی طرف کی ہے تو اس کا چہرہ (فرطِ رنج) سے سیاہ ہو جاتا ہے اور دل غم سے بھر جاتا ہے کیا وہ (ایسی اولاد جنے گا) جو پروان چڑھتی ہے زیوروں میں اور وہ مباحثہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہیں کر سکتی۔

سورہ تکویر میں فرمایا:۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۙ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر، آیت ۸،۹)

اور جب زندہ درگور کی ہوئی (بچی) سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی۔

(اس حوالے سے مزید تفصیل باب دوم میں ملاحظہ کیجئے)

احبابِ من!

بیٹے اور بیٹی کے درمیان بحیثیت اولاد کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ہی آدم و حوا سے پیدا ہیں۔ بیٹا یا بیٹی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا ہے۔

جیسا کہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:۔

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا

پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے بچیاں اور عطا فرماتا ہے

جس کو چاہتا ہے فرزند یا ملا جلا کر دیتا ہے انہیں بیٹے اور بیٹیاں۔ (سورہ شوریٰ، آیت ۴۹،۵۰)

عورت اور اللہ کی بندگی

بائبل میں عورت کو اللہ کی بندگی کا بھی حق حاصل نہیں۔ یہ بے چاری دعا بھی نہیں مانگ سکتی۔

جیسا کہ بائبل میں درج ہے:۔

"عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابع رہیں جیسا توریت میں بھی لکھا اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔" (اکرنتھیوں، باب ۱۴، آیت ۳۴تا۳۶)

احبابِ من!

جب خواتین کو بولنے کا اختیار ہی نہیں ہو گا تو سیکھیں گی کیسے؟

کیا یہ بنتِ حوا اپنے رب سے دعا بھی نہیں مانگ سکتی؟

کیا یہ اتنی کم تر شے ہے؟

جب کہ قرآن کریم مسلمانوں کو تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عورتوں کی بھی سنتا ہے۔

سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ (سورہ مجادلہ، آیت ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور (ساتھ ہی) شکوہ کئے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج و غم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو بے شک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا اور (سب کچھ) دیکھنے والا ہے۔

عورت کے مخصوص ایام کے حوالے سے بائبل میں درج ہے:۔

"اور اگر کسی عورت کو ایسا جریان ہو کہ اسے حیض کا خون آئے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گی اور جو کوئی اسے چھوئے وہ شام تک ناپاک رہے گا اور جس چیز پر وہ اپنی ناپاکی کی حالت میں سوئے وہ چیز ناپاک ہو گی اور جس چیز پر بیٹھے وہ بھی ناپاک ہو جائیگی اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے اور جو کوئی اس چیز کو جس پر وہ بیٹھی ہو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور شام تک ناپاک رہے اور اگر اس کا خون اس کے بستر پر یا جس چیز پر وہ بیٹھی ہو اس پر لگا ہوا ہو اور اس وقت کوئی اس چیز کو چھوئے تو وہ شام تک ناپاک رہے گا اور اگر مرد اس کے ساتھ صحبت کرے اور اس کے حیض کا خون اسے لگ جائے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گا اور ہر ایک بستر جس پر وہ مرد سوئے گا ناپاک ہو گا۔" (احبار، باب ۱۵، آیت ۱۹ تا ۲۴)

اس بارے میں قرآن کا انداز بیان ملاحظہ فرمایئے:۔

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ
وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۲)

اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے متعلق فرمایئے وہ تکلیف دہ ہے پس الگ رہا کرو عورتوں سے حیض کی حالت میں اور نہ نزدیک جایا کرو ان کے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جیسے حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے بے شک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو۔

پیر کرم شاہ الازہری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہود ایام، حیض میں عورت سے بالکل قطع تعلق کر لیا کرتے تھے۔ ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا تو کجا اس کے ساتھ کھانا پینا بھی بند کر دیا جاتا۔ بلکہ اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی ناپاک خیال کیا جاتا تھا اور مشرکین عرب کا رویہ بھی تقریباً ایسا ہی تھا۔ لیکن نصاریٰ ان دنوں میں کسی قسم کا پرہیز نہیں کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم بستری سے بھی باز نہ آتے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ اسلام کی روایتی میانہ روی اور اعتدال جلوہ فرما ہے۔ صحبت سے منع کر دیا کیونکہ مرد و عورت دونوں کا فائدہ اسی میں ہے۔ عورت کی طبیعت ان دنوں نڈھال ہوتی ہے اور یہ عمل اس کیلئے بھی ناگوارِ خاطر ہوتا ہے۔ نیز خون جو بہر حال غلیظ اور نجس ہے ایسے حال میں مقاربت کو کوئی سلیم الطبع انسان پسند نہیں کرتا بلکہ ایسا کرنے سے بسا اوقات ایسی نفرت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر اس کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کو اسلام نے جائز رکھا کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں۔" (ضیاء القرآن، جلد اوّل صفحہ ۱۵۲)

اختیارِ منت اور بائبل

بائبل میں لکھا ہوا ہے کہ عورت کوئی منت اس وقت تک نہیں مان سکتی جب تک کہ اس کا باپ یا شوہر اجازت نہ دے۔ اگر کسی عورت نے منت مانی تو اس کا باپ اور شوہر اس منت کو توڑنے کا اختیار رکھتا ہے۔

"اور اگر کوئی عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی نوجوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر پر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ اس کی منت اور اس کے فرض کا حال جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے سُن کر چپ ہو رہے تو وہ سب منتیں اور سب فرض جو اس عورت نے اپنے اوپر ٹھہرائے ہیں قائم رہیں گے لیکن اگر اس کا باپ جس دن یہ سنے اسی دن اسے منع کرے تو اس کی کوئی منت یا کوئی فرض جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے قائم نہیں رہے گا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا کیونکہ اس کے باپ نے اس کو اجازت نہیں دی اور اگر کسی آدمی سے اس کی نسبت ہو جائے حالانکہ اس کی منتیں یا منہ سے نکلی ہوئی بات جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہے اب تک پوری نہ ہوئی ہو اور اس کا آدمی یہ حال سُن کر اس دن اس سے کچھ نہ کہے تو اس کی منتیں قائم رہیں گی اور جو باتیں اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہیں وہ بھی قائم رہیں گی لیکن اگر اس کا آدمی جس دن یہ سب سنے اسی دن اسے منع کرے تو گویا اس نے عورت کی منت کو اور اس کے منہ کی نکلی ہوئی بات کو جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی تھی توڑ دیا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا پر بیوہ اور مطلقہ کی منتیں اور فرض ٹھہرائی ہوئی باتیں قائم رہیں گی اور اگر اس نے اپنے شوہر کے گھر ہوتے ہوئے کچھ منت مانی یا قسم کھا کر اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرایا ہو اور اس کا شوہر یہ حال سن کر خاموش رہا ہو اور اسے منع نہ کیا ہو تو اس کی منتیں اور سب فرض جو اس نے اپنے اوپر ٹھہرائے قائم رہیں گے، پر اگر اس کے شوہر نے جس دن یہ سنا اسی دن اسے باطل ٹھہرایا ہو تو جو کچھ اس عورت کے منہ سے اس کی منتوں اور ٹھہرائے ہوئے فرض کے بارے میں نکلا ہے وہ قائم نہیں رہے گا۔ اس کے شوہر نے ان کو توڑ ڈالا ہے اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔ اس کی ہر منت کو اور اپنی جان کو دکھ دینے کی ہر قسم کو اس کا شوہر چاہے تو قائم رکھے یا اگر چاہے تو باطل ٹھہرائے پر اگر اس کا شوہر روز بروز خاموش ہی رہے تو وہ گویا اس کی سب منتوں اور ٹھہرائے ہوئے فرضوں کو قائم کر دیتا ہے، اس نے ان کو قائم یوں کیا کہ جس دن سے سب سنا وہ خاموش ہی رہا پر اگر وہ ان کو سن کر بعد میں ان کو باطل ٹھہرائے تو وہ اس عورت کا گناہ اُٹھائے گا۔" (گنتی، باب ۳۰، آیت ۳ تا ۱۵)

جبکہ قرآن کریم مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر فرماتا ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورہ مائدہ، آیت ۸۹)

نہ باز پرس کرے گا تم سے اللہ تعالیٰ تمہاری فضول قسموں پر لیکن باز پرس کرے گا تم سے ان قسموں پر جن کو تم پختہ کر چکے ہو تو اس (کے توڑنے) کا کفارہ یہ ہے کہ کھلایا جائے دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑے پہنائے انہیں یا آزاد کیا جائے غلام اور جو نہ پائے (ان میں سے کوئی چیز) تو وہ روزے رکھے تین دن یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم اٹھاؤ اور حفاظت کیا کرو اپنی قسموں کی اسی طرح کھول کر بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم شکریہ ادا کرو۔

اے بنتِ حوا!

تمہیں اسلام نے تمہارا نام و نشان دیا۔۔۔ تم سے چوٹی کے فلسفیوں نے تمہاری نسوانیت تک چھین ڈالی۔۔۔ مذہب کے ٹھیکیداروں نے تمہیں ادھورا انسان بلکہ جانوروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔۔۔ استعماریت کے درندوں نے جاہ و حشمت، تیل اور دیگر معدنیات کے حصول کیلئے تمہاری نسوانیت کو استعمال کیا۔۔۔ سرمایہ داروں نے اپنی مصنوعات بیچنے کیلئے تمہاری بولی لگائی۔

لیکن یہ اسلام ہی ہے جس نے تمہیں عفت و احترام اور وقار دیا۔۔۔ تمہیں تمہارا نام و نشان دیا۔

مَیں مخاطب ہوں!

اُمتِ مسلمہ کی بہنوں سے!

ملتِ اسلامیہ کی بیٹیوں سے!

پاکیزہ و نیک صفت ماؤں سے!

باحیا اور باوقار۔۔۔ شرم و حیا کے آنچل کو سروں پر لئے ہوئے اُن پاکباز و پارسا نوجوان خون سے!

اے شرم و حیا کی پیکرو!

اے پاکبازی و پارسائی کی عصمتو!

جاگو! اور آج بنتِ حوا کو اس کا مقام بتا دو۔۔۔ اسے اس کی عظمت سے آگاہ کر دو۔۔۔

آفتابِ اسلام سے منور خواتینِ اُمت!

اس بنتِ حوا کو اس کا نام ونشاں کہاں ملے گا؟ اپنے کردار و عمل کے دیپ جلا کر اس کی آنکھوں کو روشنی فراہم کر دو۔

اس مظلوم عورت کو جس کو مذہب کے نام پر مذہبی چوہدریوں نے اس کا نام ونشان مٹانے کی کوشش کی۔

مہتابِ اسلام کی کرنوں سے روشن دخترانِ ملت!

تمہارے پاس تو تمہارے پیارے نبی کی عطا کردہ روشن کتاب تمہارے پاس ہے۔ اس کے نور کی نورانی کرنوں سے اس بنتِ حوا کی زندگی میں سحر کر دو۔۔۔۔

تمہارے پاس تمہاری آئیڈیل مائیں اُمّہات المومنین خدیجۃ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ، اُم سلمہ کی آئیڈیل زندگی کی قندیلیں موجود ہیں۔۔۔۔

خولہ وفاطمہ کی پاکیزہ زندگی کے فانوس تمہاری زندگیوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔۔۔۔